مسلم پاکٹ بک

در ردِ مرزائیت

حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تقریظ: شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

ہمارے بھائی مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی (فاضل دیوبند) نے اپنی مسلم پاکٹ بک کا مسودہ کئی اہم مواضع سے مجھ کو سنایا۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ مرزائیوں نے جو پاکٹ بک چھپوائی ہے اس کی جواب دہی کا فرض کفایہ مولوی صاحب موصوف کے قلم سے ادا ہوا۔ مسلم پاکٹ بک فی الحقیقت مرزائیوں کے رد میں ایک جیبی کتب خانہ کا حکم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس سے منتفع کرے۔ مجھے امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اہل خیر اور صاحب ثروت مسلمان پچاس، سو نسخے خرید کر اس کی عام اشاعت میں حصہ لیں گے۔ پنجاب وغیرہ میں بڑے بڑے سجادہ نشین، مشائخ ہیں۔ ان کی ادنیٰ توجہ سے یہ کار دشوار آسان ہوسکتا ہے۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین!

الراقم شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

تقریظ: جناب مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسریؒ حافظ کتب مرزائیہ

الحمدللّٰہ رب العالمین ۰ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین ۰
وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

مسلم پاکٹ بک مصنفہ جناب مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندیؒ کو میں نے شروع سے آخیر تک دیکھا۔ فرقہ مرزائیہ کی تردید احسن طور پر کی گئی ہے۔ لفظ توفی...... رفع...... بل...... خلت...... خاتم...... وغیرہ پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ مرزائیوں کے اعتراضوں کے جواب بھی بخوبی دیئے گئے ہیں۔

میں نے اس کتاب کے وہ حوالے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے ماخوذ ہیں دیکھے اور اصل کتابوں سے مقابل کئے۔ اکثر صحیح پائے۔ جو غلط تھے ان کا صحت نامہ کتاب کے ساتھ لگا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب مرزائیوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔ آمین!

خادم دین رسول اللہ

عاجز حبیب اللہؒ کلرک دفتر نہر امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

قصیدہ ثنائیۃ اعتقادیۃ!

یا صاحب الجود والاحسان والکرم · لقد عممت باید سائر الامم!
اے احسان اور بخشش کرنے والے تیری نعمتیں تو ہر نیک و بد پر عام ہیں۔

فاصفح عن الذنب اعرض عنه بالکرم · امدد علی ذیول الفضل والنعم!
میرے گناہوں سے درگزر فرما اور مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

ان الانام رهین الجود قاطبة · وان کفرت اوصال شلومصتم!
تمام مخلوق تیرے احسان میں دبی ہوئی ہے۔ اگر چہ ان کے اعضاء کے جوڑ تیری شکرگزاری سے قاصر ہیں۔

تفضل ولا تنظر الیٰ ماا کتسبته · ان الکریم لیرخی السترباللمم!
تو اپنے فضل سے کام لے میرے گناہوں کو نہ دیکھ۔ کریم کا کام چشم پوشی ہی کرنا ہے۔

کم من خطاء عند فضلك مختف · فمآ اثر بالعفو منك لما ثم!
تیرے فضل اور عفو کے سامنے گناہوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

لاجرمت الا اننی بك مرتج · ولا یقنط الراجی لامرمفحم! میں گنہگار بھی ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار بھی۔ قرآن کہتا ہے کہ رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔

تعللت من کائس الجریمة کأبة · یکاد یضیق الصدر من سؤماثم!
میں گناہوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ بدانجامی کے خوف سے دل گھٹا جاتا ہے۔

وان ضاقت الارض لاثمی برحبها · ولاکن عفوك اکثر عندنادم!
اگرچہ زمین میرے گناہوں کی کثرت سے تنگ ہے۔ لیکن توبہ کرنے والے کے واسطے تیرا عفو اس سے کہیں زیادہ ہے۔

فلامنك لی الاالیك ملاذةٌ · فتطردنی ان شئت ان شئت تنعمی!
تیرے سوا اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ تجھے اختیار ہے کہ خطاؤں پر مجھے سزا دے یا عفو کر کے بخش دے۔

یامن یداہ علی المخلوق قاطبه ۰ ولایعزب الذرغن عینه فی الظلم !
اے اللہ! تمام جہان تیری مٹھی میں ہے۔ اندھیری رات میں ننھی سی چونٹی بھی تیری نظر میں پوشیدہ نہیں۔

لانت اله لیس مثلك واحد ۰ ویجری قضاءك بالاکو ان فی الامم !
تو بے مثل اور اکیلا خدا ہے اور لفظ کن سے دنیا کی قسمت پلٹی کرتا ہے۔

فلیس خلقك کالفخار قط ولا ۰ یدو رذاك علی الا سباب من قدم !
تیرا پیدا کرنا کوزہ گر کی طرح آب وگل کا محتاج نہیں۔

بنیت علی العلات امرا وحینما ۰ جعلت ابن مریم آیة مثل آدم !
تو نے اسباب پر دنیا کا نظام قائم کیا ہے مگر بلا کسی ظاہری سبب کے عیسیٰ اور آدم کو پیدا کیا۔

جعلت عصا للخلق اعظم حیة ۰ اثرت النقوع عن بحیرة قلزم !
ادھر موسیٰ کی لاٹھی کو اژدھا اور دریائے قلزم کو پلک جھپکنے میں خشک کر دیا۔

تحیی تمیت ومن تشاع تعیدہ ۰ فی الدنیا اوتاتی به یوم قادم !
تو مارتا اور زندہ کرتا ہے اور بعضوں کو مارنے کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیجتا ہے اور کسی کو قیامت تک زندہ نہیں کرتا۔

واللّٰہ یجعل حیث شاع رسالةً ۰ فان یحرق الحساد تحرق من الغم !
اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے وہ رسول بنائے اور اگر کسی کو اس کا حسد ہے تو وہ مر رہے

خلیلاً کلیما روحه اصطفا ھم ۰ وافضلھم خیر النبیین لھا شم !
اس نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو رسالت کے واسطے اور ان سب سے افضل کو جو بنی ہاشم میں بہترین آدمی تھا اپنے لئے چن لیا۔

محمد سید الکونین ارسله ۰ لکل خلق من الاعراب والعجم !
وہ محمد ﷺ دو جہان کے سردار ہیں جن کو عرب اور عجم دونوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔

نبوة انقطعَت بعد فلیس لنا ۰ وحی من الحکم کان اومن الحکم !
آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور وحی کا آنا مطلقاً بند ہو چکا ہے۔

لعیسی سیاتی آخراً نشرحکمه ۰ بسبق النبوة لاتبدیٔ من العدم !

عیسیٰ ضرور آئیں گے۔ مگر اس دین کے خادم ہوکر۔ ان کوئی نبوت نہیں دی جائے گی جو ختم نبوت کے خلاف ہو۔ ان کی نبوت سابقہ ہوگی۔

وان عـلا سطح افلاك مسحكموا ۰ نبينا فوق عرش مس بالقدم ! اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر پہنچے کوئی بڑی بات نہیں۔ نبی کریم معراج کی رات عرش اعظم پر پہنچے۔

نـعم العتيق اماما للمقربه ۰ وبارك بوجهل لاب منقم !معراج کے اقرار کرنے والے کو ابوبکرؓ کی اقتداء مبارک ہو اور اس کے انکار کرنے والوں کو ابوجہل کی پیروی کرنا۔

واهـاً لتا بعه قبل العقوبة اذ ۰ اتت بغتة ماردها ندم نادم !مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس دن کے آنے سے پہلے حضور کی غلامی اختیار کر لی جس روز ندامت اور پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی۔

فمن بدل الدين المبين برائه ۰ واظهرفى القران مالم يحكم !جس نے دین مبین کو اپنی رائے سے بدلا اور قرآن کی تفسیر میں اپنی عقل کو دخل دیا۔

خـلاف رسـول الله اتبـع الهـوى ۰ وغيـر تـعليم النبى المكرم !رسول اللہ ﷺ کی منشاء کے خلاف اپنی خواہشات کی اتباع کی اور مقدس نبی کی تعلیم کو بدل دیا۔

وقـلـب آيـات مـلائكة ابىٰ ۰ فذالك ملعون وقود جهنم !آیتوں کے معنی بگاڑے اور ملائکہ کی شرعی حیثیت سے انکار کیا۔ ایسا آدمی ملعون اور دوزخ کا ایندھن ہے۔

مـاغبـرت الارض اظـلـت سماء ها ۰ عليه سلا م الله عدة نائم ! جب تک زمین و آسمان باقی ہیں نبی علیہ السلام پر خدا کی رحمت نازل ہوتی رہے۔

عـلى آله الاخيار والصحب كلهم ۰ هم اسقوا زروع الله من قطرة الدم ! آپ ﷺ کی اولاد اور دوستوں پر رحمت نازل ہو جنہوں نے اسلام کی کھیتی کو اپنے خون سے سینچا ہے۔

عـلى كل من كانوا علىٰ سمتهم وما ۰ خافوا عن الموت بالا سياف والقلم ! اوران پر بھی جنہوں نے ان کا طریقہ اختیار کیا اور حق کہنے میں تلوار اور قلم سے نہیں رکے۔

تـكفل الهى مسلماً خيرا ختمة ۰ لاخر لفظ يخرج الله من فم !اے اللہ! مسلم کا خاتمہ بالخیر کر اور دنیا سے رخصتی کے وقت اس کی زبان سے آخری لفظ اللہ نکلے۔

پہلا باب!
تحقیق مذاہب درباره حیات مسیح علیہ السلام

الف...... مسلمان اور نصاریٰ کا ان دو باتوں پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ اس وقت زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ قیامت سے پہلے بعینہ آسمان سے اتریں گے۔ بلکہ نصاریٰ کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ وہ سولی دیئے جانے کے بعد چند گھنٹے مردہ رہے اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھالئے گئے۔

ب...... تمام مسلمان اور اکثر قدیم نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ سولی پر مطلقاً نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ سولی دینے سے پہلے ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

ج...... پھر مسلمانوں میں سے بعضوں کا یہ خیال ہے کہ وہ رفع جسمانی کے وقت سو رہے تھے یا ان پر موت طاری کر دی گئی تھی اور آسمان پر لے جا کر ان کو زندہ کر دیا گیا۔

د...... یہودی کہتے ہیں کہ آپ کو سولی دے کر مار دیا گیا اور آپ کی نعش سولی کے بعد زمین میں دفن کر دی گئی اور اس کا رفع آسمانی نہیں ہوا۔

غرض یہودیوں کے سوا مسلمان اور نصاریٰ میں سے کوئی شخص بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودہ حیات اور آپ کے رفع جسمانی سے منکر نہیں ہے۔ شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ میں رفع جسمانی کے انکار کو معتزلہ اور بعض نصاریٰ اور یہود کی طرف منسوب کیا ہے۔ مرزائی جماعت کا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو یہودیوں کا ہے۔ مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی پر چڑھایا جانا مانتے ہیں اور ان کا اس پر مرنا تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی طبعی موت مرے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تحریروں سے ظاہر ہے:

۱...... ’’الصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ بن مریم فانه صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وهذا مما یوافق النصاریٰ علیه المسلمین فانهم یقولون ان المسیح صعد الی السماء ببدنه وروحه کما یقوله المسلمون ویقولون انه سوف ینزل الی الارض ایضاً کما یقوله المسلمون وکما اخبر به النبی ﷺ فی الاحادیث الصحیحه لکن کثیراً من النصاریٰ یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر

وكثير من اليهود يقولون انه صلب ولم يقم من قبره واماالمسلمون وكثير من النصارىٰ فيقولون انه لم يصلب ولكن صعد الى السماء بلاصلب والمسلمون ومن وافقهم من النصارىٰ يقولون انه ينزل الى الارض قبل يوم القيامة وان نزوله من اشراط الساعة كمادل على ذالك الكتاب والسنة وكثير من النصارىٰ يقولون ان نزوله هو يوم القيامة وانه والله الذى يحاسب الخلق'' (الجواب الصحيح ج٤ ص١٦٩، ١٧٠، هكذا قال شيخ الاسلام الحرانی)

۲...... ''وقيل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الى السماء واليه ذهبت النصارىٰ'' (بیضاوی، آل عمران ص١٤، زیر آیت یاعیسیٰ انی متوفيك)

۳...... ''قال وهب توفى الله عيسىٰ ثلث ساعات من النهار ثم احياء ثم رفعه الله اليه وقال محمد بن اسحاق ان النصارى يزعمون ان الله توفاه سبع ساعات من النهار ثم احياء ورفعه اليه'' (تفسير ابن كثير ص٣٩، ج٢، طبع بيروت، زیر آیت انی متوفيك، ومعالم ص١٦٢ زیر آیت یاعیسی انی متوفيك واللفظ له)

۴...... (قال الحافظ ابن حجر العسقلانى فى تلخيص الحبير ص٤٦٢ ج٣ كتاب الطلاق) ''واما رفع عيسىٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسير علىٰ انه رفع ببدنه حيا وانما اختلفو اهل مات قبل ان يرفع اونام فرفع''

۵...... ''قال ابن العربى المعتزله واليهود والنصارى ينكر ون الرفع الجسمانى'' (فتوحيات مكيه باب ٣٦٩ ج٣)

۶...... ''سیل صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ میں آیت:''مكروا ومكر الله! کے تحت لکھا ہے کہ فرقہ بی سی لی ڈین جو عیسائیت کے نہایت شروع میں تھا۔ مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ سائمن آپ کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ ایسے ہی فرقہ سیرنتھین جو ان سے بھی پیشتر تھا اور کارپا کریشن جو مسیح علیہ السلام کو صرف انسان مانتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام خود مصلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے حواریوں میں سے ایک شخص جو آپ کا ہم شکل تھا صلیب دیا گیا۔ مصنف فوٹیس نے بھی رسولوں کے سفرنامہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور انجیل برناس میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔''

۷...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۰، خزائن ج۲۱ ص۴۰۶)

دوسراباب!
حیات مسیح علیہ السلام

مسلمانوں کا عقیدہ حیات مسیح اور رفع جسمانی اور نزول آسمانی کے متعلق آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ اور اجماع امت پر مبنی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

فصل حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت قرآن مجید سے

آیت نمبرا...... ''وآتینا عیسیٰ بن مریم البینات وایدناه بروح القدس'' (بقرہ: ۲۵۳) ﴿ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے اور اس کی بذریعہ جبرائیل تائید اور مدد کی۔﴾

''قال الحسن، القدس هو اللّٰه تعالیٰ وروحه جبرائیل علیه السلام والا ضافة للتشریف'' (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۱۷ زیر آیت ایدناه بروح القدس)

قرآن میں ہے''قل نزله روح القدس ''(النحل:۱۰۲) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ قدس نام اللہ کا ہے اور روح سے مراد جبرائیل ہے۔ روح کی نسبت قدس کی طرف جبرائیل کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ نیز قرآن میں بھی جبرائیل کا نام دوسری آیت میں روح القدس آیا ہے۔ امام رازیؒ (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۱۷) آیت مذکورۂ بالا کے معنے اس طرح کرتے ہیں:

''والمعنی اعناه بجبرئیل علیه السلام فی اول امره وفی وسطه وفی آخره اما فی الاول فلقول (فنفخنافیه من روحنا) اما فی وسطه فلان جبرائیل علیه السلام علمه العلوم وحفظه من الاعداء واما فی الاخرالامرفحین ارادت الیهود قتله اعانه جبرائیل علیه السلام ورفعه الی السماء۰ '' ﴿یعنی شروع میں جبرائیل علیہ السلام ہی کی نفخ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور انہوں نے ان کو تعلیم دی اور دشمنوں سے بچا کر رکھا اور آخر میں یہودیوں نے جب ان کو قتل کرنا چاہا تو وہ ان کو آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔﴾

(ج۱ ص۴۰۵) میں لکھا ہے کہ:''وهوالذی رباه فی جمیع الاحوال وکان یسیر معه حیث سار وکان معه حیث صعد الی السماء'' ﴿جبرائیل علیہ السلام ان کی ہر وقت نگہداشت کرتے اور کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو آسمان

پر اٹھا کر لے گئے۔وكان يسير معه حيث سار!(جلالین ص۳)﴾

استدلال: جبکہ جبرائیل جیسا قوی فرشتہ ان کی حفاظت کے لئے مقرر تھا اور یہودیوں کے مقابلہ میں ان کو امداد واعانت کی بھی اشد ضرورت تھی تو ایسی حالت میں ان کی حفاظت نہ کرنا اوران کو دشمنوں کے ہاتھوں میں صلیب کی تکلیف اٹھانے اورطرح طرح ذلت برداشت کرنے کے لئے چھوڑ دینا منصب حفاظت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قطعاً ناممکن ہے۔ خصوصاً جبکہ امداداوراعانت کرنے کا یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔کیونکہ فرشتہ''لا يعصون الله ماامرهم ويفعلون مايؤمرون '' (التحريم:٦) کے ماتحت اپنی مقررہ خدمت سے کبھی غافل نہیں ہوسکتا۔علاوہ ازیں سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے بطور امتنان''اذ ايدتك بروح القدس '' (مائده:١١٠)فرمایاہے۔یہ بات اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچالیا جائے۔لہٰذا مرزا قادیانی کا (ازالہ اوہام ص۳۸۰،خزائن ج۳ص۲۹۵پر) یہ کہنا کہ:''مسیح ان کے حوالہ کیا گیا اوراس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اورفقیہوں اورمولویوں کے اشارہ سے طمانچہ کھانا اورہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب اس نے دیکھا......تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دوچوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھایا۔''بالکل غلط اورقرآن مجید کی اس آیت کے سراسر خلاف ہے۔

س...... کیا جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لئے مقرر ہونا اور ہمارے رسول ﷺ کے لئے نہ ہونا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا؟۔

ج...... جزوی فضیلت سے فضیلت عامہ یا فضیلت کلی پر کوئی اثر نہیں پڑا کرتا۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ شاعریت سے بالکل ناواقف تھے۔مگرایک شاعر کواس صفت کی وجہ سے کبھی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔

۲...... اگر جبرائیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے محافظ تھے تو ''رب السماوات والارض ''رسول خدا ﷺ کا نگہبان تھا۔''والله يعصمك من الناس ''اللہ کی محافظت جبرائیل کی محافظت سے بدرجہا افضل ہے۔

آیت نمبر۲......''وجيها فى الدنيا والاخرة ومن المقربين ''(آل عمران:٤٥)

حضرت مریم کو ولادت عیسیٰ کی بشارت دیتے ہوئے کہا کہ وہ لڑکا دونوں جہان میں شرافت اور

عزت والا اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہوگا۔

''قال الرازی فی تفسیرہ معنے الوجیھہ ذو الجاہ والشرف والقدر قال بعض اھل اللغۃ الوجیھہ ھوالکریم ''(ص۵۳ ج۸)﴿یعنی وجیہہ کے معنی باعزت اور شریف آدمی کے ہیں اور بعض اہل لغت نے ان کا ترجمہ بزرگ کیا ہے۔﴾

استدلال ۱:... عزت اور وجاہت دینوی لحاظ سے اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی تکلیف اور یہودیوں کی تذلیل اور اہانت سے محفوظ رکھا گیا ہو۔ ورنہ بجائے وجاہت ذلت ورسوائی لازم ہوگی۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں تصلیب وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ ''لھم فی الدنیا خزی'' (المائدہ:۴۱)﴿یہ ان کے لئے دنیا میں خواری اور ذلت کا باعث ہے۔﴾

استدلال ۲:... اس آیت میں دنیا اور آخرت کی وجاہت اور مقربین سے ہونا یہ تین چیزیں بیان کی ہیں۔ دنیا کی عزت باعتبار نبی ہونے اور یہودیوں کے الزامات سے مبرا اور پاک ہونے کے لحاظ سے اور اخروی عزت کثرت ثواب اور جنت میں بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ (کما قالہ الرازی) مقربین میں ہونا جنتی ہونے کے علاوہ تیسری چیز ہے۔ کیونکہ جو قرب بمنزلۂ علو درجہ اور نعیم جنت کے لحاظ سے ہوتا ہے وہ ہر ایک جنتی کے لئے ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''اولائک المقربون فی جنت النعیم'' (واقعہ:۱۱،۱۲) علاوہ ازیں ومن المقربین! کی غرض لفظ والآخرۃ! کے مفاد سے الگ اور زائد ہونی چاہئے۔ ورنہ بے فائدہ تکرار لازم آئے گا۔ اس لئے ومن المقربین! سے فرشتوں کی صحبت اور معیت مراد لینی چاہئے۔ کیونکہ قرآن میں جنتیوں کے علاوہ مقربین کا صرف فرشتوں پر ہی اطلاق کیا گیا ہے۔ ''لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللّٰہ ولا الملائکۃ المقربون'' (النساء:۱۷۲)

تائیدات

۱... ''ھو اشارۃ الی رفعہ الی السماء وصحبۃ الملائکۃ''

(ابوالسعود ج۲ ص۳۷ زیر ایت وجیھاً فی الدنیا)

۲... ''ان ھذا لوصف کالتنبیہ علی انہ علیہ السلام سیرفع الی السماء وتصاحبہ الملائکۃ'' (تفسیر کبیر ج۸ ص۵۴، تحت آیت وجیھاً فی الدنیا)

۳...... ''كونه من المقربين رفع الى السماء وصحبة الملائكة''
(کشاف ج ۱ ص ۳٦٤، تحت آیت وجیهاً فی الدنیا)

س...... یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں نہایت ناپاک الزام لگائے ہیں۔ پھر وہ بلحاظ دنیا وجیہہ کیونکر ہوئے؟۔

ج...... گالی گلوچ کرنے اور جھوٹے الزامات لگانے سے وجاہت میں فرق نہیں آتا۔ ہمیشہ بداطوار آدمی، نیک لوگوں کو برا کہتے آئے ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں تکلیف اور ایذا دینے والے کلمات زبان سے نکالے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں: ''فبراه الله مماقالوا وكان عندالله وجيها'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات کو یہودیوں کے الزامات سے پاک اور بری کرتے ہوئے وجیہہ فرمایا ہے۔ البتہ اگر یہودی صلیب پر چڑھاتے یا مارنے پیٹنے کے ساتھ ان کی اہانت اور تذلیل کرتے تو وجاہت اور عزت دنیوی باقی نہ رہتی۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صلیب کی تکالیف برداشت کرنے کا قائل ہونا علاوہ توہین کے اس آیت کے بھی خلاف ہے۔

آیت نمبر۳...... ''ويكلم الناس فى المهد وكهلا'' (آل عمران:٤٦)
﴿پالنے میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرے گا۔﴾

لغت ''الكهل فى اللغة مااجتمع قوته وكمل شبابه'' (تفسیر کبیر ج۸ص٥٤) ''الكهل من الرجال من زادعلى ثلثين سنة الى اربعين قيل من ثلث وثلثين الى الخمسين'' (مجمع البحار ج٤ص٤٥٨) ''وفيه ايضاً الكهل من انتهى شبابه'' (ج٤ص٤٥٨) کہل لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کی جوانی پوری اور قوت مجتمع ہو۔ وہ تیس سے چالیس یا تینتیس سے پچاس برس تک کی عمر ہوتی ہے۔

استدلال: بچہ کا پنگھوڑے میں باتیں کرنا خارق عادت معجزہ ہے۔ لیکن کہولت یا جوانی میں کلام کرنا کچھ خلاف عادت نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی لڑکپن کے زمانے سے بڑھاپے تک باتیں کرتا رہتا ہے۔ اس لئے کہولت کے زمانہ میں کلام کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے وقت آپ کی ادھیڑ عمر ہوگی۔ یعنی جو عمر صعود آسمانی کے وقت تھی وہی نزول کی حالت میں رہے گی۔ امتداد زمانہ کے باوجود آسمان پر رہنے سے عمر میں چنداں تغیر نہ ہوگا۔ صعود اور نزول آسمانی اور عمر کا تغیرات سے محفوظ رہنا بڑے انعامات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ مائدہ میں قیامت کے دن بطور امتنان کے زمانہ کہولت کی گفتگو کو بھی ذکر کیا ہے۔ اگر اس لفظ کو

عطاء نبوت کی طرف اشارہ مان لیا جائے تو پھر اس انعام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ سورۂ مائدہ میں انہی انعامات کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے۔ لہٰذا اس لفظ کی زیادتی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف زبروست اشارہ ہے۔

شہادتیں

۱..... ''ان المراد بقوله وکھلاً ان یکون کھلاً بعد ان ینزل من السماء فی آخر الزمان ویکلم الناس ویقتل الدجال قال الحسن بن الفضل وفی ھذالایة نص فی انه علیه الصلوة والسلام سینزل الی الارض''

(تفسیر کبیر ج۸ص۵۵)

۲..... ''وفی ھذه نص علی انه سینزل من السماء الی الارض ویقتل الدجال'' (خازن ج۱ص۲۵۰)

۳..... ''انه شاباً رفع والمراد کھلاً بعد نزوله''

(ابوالسعود ج۲ص۳۷)

۴..... ''وبه استدلال علی انه سینزل فانه رفع قبل ان یتکھل''

(بیضاوی ج۱ص۲۵۱)

س:۱..... حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے۔ اس سے کہولت، نزول اور صعود دونوں حالت میں ثابت نہیں ہوتی۔

س:۲..... ''ومن نعمره ننکسه فی الخلق'' کی رو سے ہر بڑی عمر کا آدمی بوڑھا ہونا چاہئے۔ لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں گے۔ ضرور بوڑھے اور نکمے بھی ہوں گے۔ اس لئے کہولت سے بعد نزول مراد لینا صحیح نہیں۔''

ج..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبل از رفع دنیا میں ٹھہرنے کی مدت تینتیس سال ہے۔ ''نقل ان عمر عیسیٰ علیه السلام الی ان رفع کان ثلاثا وثلثین سنة وستة اشھر'' (تفسیر کبیر ج۸ص۵۵)

''فانه رفع وله ثلث ثلاثون سنة فی الصحیح وقد ورد ذالك فی حدیث فی صفة اھل الجنة انھم علیٰ صورة آدم ومیلاد عیسیٰ ثلث وثلثین

سنة واماماحكاه ابن عساكر بعضهم انه رفع وله مائة وخمسون سنة فشاذ غريب بعيد'' (ابن كثير ج۲ص٤١٤)

''اخرج الطبراني بسند جيد عن انسؓ قال قال رسول اللهﷺ يدخل اهل الجنة على طول آدم ستين ذراعاً بذراع الملك وعلى حسن يوسف وعلى ميلاد عيسى ثلث وثلثين سنة''

''قال ابن عباسؓ ارسل الله عيسىٰ وهو ابن ثلثين سنة فمكث فى رسالته ثلاثين شهراً ثم رفعه الله اليه'' (خازن ج۱ص۵۳۸)

''اخرج ابن سعد واحمد فى الزهد والحاكم عن سعيد ابن المسيب قال رفعه عيسىٰ ابن ثلث وثلاثين سنة'' (درمنثور ج۲ص۳٦)

مستدرک کی روایت صحیح نہیں۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے:

۲...... اور بتقدیر صحت اس کے یہ معنے ہیں کہ صعود سے پہلے اور نزول کے بعد دونوں زمانے کی مجموعی عمر ایک سوبیس برس کی ہوگی۔ چونکہ آسمان محل تغیر نہیں۔ اس لئے وہاں کے زمانۂ قیام کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔

اور فعل ماضی مضارع کے معنے میں بکثرت مستعمل ہے۔ چنانچہ: ''اذ قال الله یاعیسی بن مریم أنت قلت...... ''میں:''قال بقرینه هذا یوم ینفع الصادقین صدقهم''مضارع کے معنے میں ہے۔

۳...... ممکن ہے کہ کہولت سے ان کا زمانہ جو پچاس سال تک ہے مراد نہ ہو۔ بلکہ کہولت کی حالت مراد ہو۔ یعنی جس طرح جنتی جنت میں طویل مدت تک رہنے کے باوجود ہمیشہ کہولت کی حالت میں رہیں گے۔ جیسا کہ طبرانی اور ابن کثیر کی روایت سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی باوجود امتداد زمانی کے کہولت ہی میں رہیں گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔

۴...... انسان کی عمر کا ارذل حصہ وہ ہے جس میں اس کی قوتیں بےکار اور اعضاء جواب دے دیں۔ ایک سوبیس برس والے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بالکل بےکار ہو جایا کرے اور کسی مصرف کا نہ رہے۔ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہم السلام ہزار ہزار برس عمر پانے کے باوجود اپنا کام اچھی طرح کرتے رہے۔

اس زمانہ میں بھی شنگھائی (چین) کے اخبار نارتھ چائنا ہیرلڈ میں لکھا ہے کہ: ''چین کے شانگ چوان گاؤں میں دوسو پچپن سال کا آدمی رہتا ہے اور باوجود اس قدر عمر ہونے کے نہایت چست اور توانا ہے اور بغیر عینک کے بخوبی پڑھ سکتا ہے۔'' (العدل گوجرنوالہ ۲۲ جون ۱۹۳۲ء)

۵...... تغیرات آب وہوا کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تھرمس بوتل میں ہوا سے حفاظت کرنے کی وجہ سے دیر تک چیز ٹھنڈی یا گرم رہتی ہے اور چوبیس گھنٹہ تک خراب نہیں ہوتی۔ چونکہ آسمان پر ہوا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں جو چیز بھی ہے وہ ہر قسم کے تغیرات سے محفوظ ہے۔

مطالبہ: ا...... اگر جنتی جنت میں باوجود زمانہ دراز تک رہنے کے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار برس تک رہنے کی وجہ سے بوڑھے تسلیم کرلئے جائیں اور اپنی رائے کے مقابلہ میں قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا جائے؟۔

۲...... اور اگر جنتی آپ کے خیال میں بوڑھے ہو جائیں گے تو اس کا ثبوت قرآن اور حدیث سے پیش کریں اور درصورت پیش نہ کرنے کے کیوں آپ کو اسلامی تعلیم کا مٹانے والا اور محرف نہ سمجھا جائے؟۔

آیت نمبر۴...... ''ومکروا مکراللّٰہ واللّٰہ خیرالماکرین'' (آل عمران:۵٤)

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں تدبیر کی۔ اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں بہتر ہے۔

لغت: ا...... ''المکر بالفتح قریب'' (منتھی الارب ۰ ج٤ص۱۵۹)

۲...... ''المکر حیلة یوقع به الآخرفی الشر وهومن اللّٰه تدبیر خفی وهو استدراجه بطول الصحة وبظاهر النعمة''

(مجمع البحار الانوار ج٤ص٦١٨)

۳...... ''قال الرازی انه عبارة من التدبیر المحکم الکامل ثم اختص فی العرف بالتدبیر فی ایصال الشرالی الغیر وذالك فی حق اللّٰه غیر ممتنع'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۱)

۴...... ''والمکر من حیث انه فی الاصل حیله یجلب بها غیره

الیٰ مضرة لایمکن اسناده الی اللّٰه سجانه الابطریق المشاکلته''

(ابوالسعود ج۲ص۴۲)

استدلال: یہ آیت یہودیوں کے ارادہ قتل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلع ہونے اور حواریوں سے امداد طلب کرنے کے بعد ذکر کی گئی ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہودیوں کا مکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور پکڑ لینے کے لئے تھا اور ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی تدبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں سے بچانے کے لئے تھی۔ چنانچہ یہودی اپنے ارادہ میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر ان کی کوششوں پر غالب رہی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواہ کسی طرح سے بچایا مگر اس آیت سے یہ بات ضرور ثابت ہورہی ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے میں کامیاب ہرگز نہیں ہوئے۔ تدبیر الٰہی کے ان کے مقابلہ میں غالب رہنے کے یہی معنے ہیں اور آیت: ''ولا یحیق المکر السیئ الا باهله ''(فاطر:۴۳) کا بھی یہی تقاضہ ہے۔

تائیدات:۱...... ''مکر اللّٰه ان رفع عیسی الی السماء والقی شبه علی من ارادا غتیاله حتی قتل'' (کشاف ج۱ص۳۶۶)

۲...... ''امامکر هم بعیسی علیه السلام فهو انهم هموا بقتله...... مکر اللّٰه تعالیٰ بهم هو انه رفع عیسی علیه السلام الی السماء''

(کبیر ج۸ ص۶۹)

۳...... ''(ومکروا) الذین علم عیسی علیه الصلوٰة والسلام کفرهم من الیهودبان وکلوا به من یقتله غیلة (ومکر اللّٰه) بان رفع عیسی علیه الصلوٰة والسلام والقی شبه علی من قصد اغتیاله حتی قتل.''

(ابوالسعود ج۲ص۴۲)

۴...... (بیضاوی ج۱ص۱۴۰)''ویمکرون ویمکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین'' (الانفال:۳۰) میں رسول اللہ ﷺ کو صحیح سالم مکہ سے نکالنے کا ذکر ہے۔

قال علیؓ (درمنثور ج۳ص۱۷۸) فی معنی الایة:

وفیت بنفسی خیر من وطی الثری ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر
رسول الـه خاف ان یمکروابه فنجاه ذوالطول الاله من المکر

اور آیت ''مکرومکراً ومکرنا مکراً وهم لایشعرون ''میں حضرت صالح علیہ

السلام کو ان کی قوم سے بچا لینے کا بیان ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہودیوں کے مکر وفریب کے مقابلہ میں مکر اللّٰہ! کے معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لینے کے ہونے چاہئیں۔

س...... ''یہودیوں کی یہ کوشش تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ صلیب کے ہلاک کر دیں۔ اس لئے سولی دینا یہودیوں کا مکر تھا۔ سولی سے زندہ اتارنا اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہوگی۔

ج...... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی دیا جانا تسلیم کر لیا جائے تو یہودیوں کا اپنی تدبیر میں کامیاب ہونا ضرور ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ان کو پکڑنا، مارنا، پیٹنا اور تذلیل کرنا یہودیوں کے لئے بڑی کامیابی ہے۔ پھر سولی پر چڑھانا اور یہودیوں کا اپنے خیال میں ان کو بالکل قتل کر دینا حتیٰ کہ نصاریٰ پر بھی ان کا حقیقی طور پر مرنا پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کی خدا تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عقل بھی سلب کر لی ہے۔

آیت نمبر۵...... ''اذ قال اللّٰہ یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة'' (آل عمران:۵۵) ﴿جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں تجھے لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کفاروں سے پاک رکھنے والا اور تیرے متبعین کو تیرے انکار کرنے والوں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔﴾

لغت: توفی! کے حقیقی معنے لینے اور قبض کرنے کے ہیں اور جب توفی! استیفاء کے معنے دیتا ہے تو اس وقت اس کے معنے پورا پورا لینے کے ہو جاتے ہیں اور کبھی ان دونوں معنوں کے علاوہ مارنے، سلانے، گنتی اور شمار کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ مگر یہ سب اس کے مجازی معنے ہیں حقیقی نہیں ہیں۔

استشہاد: امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ: ''ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه وقد یکون ایضاً توفی بمعنے استوفی'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۲)

جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ: ''التوفی هو القبض یقال وفانی فلان درهمی و اوفانی وتوفیتها منه غیران القبض یکون بالموت والا صعاد''

لہٰذا جس جگہ بھی توفی! کے معنے قبض اور استیفاء (اخذ الشئی وافیا) کے علاوہ ہوں گے یا نیند اور گنتی وغیرہ کے آئیں گے وہ سب مجازی معنے ہوں گے۔ کیونکہ توفی کا اطلاق ان معنوں میں بلحاظ معنی استیفاء کے ہے۔ یعنی لفظ توفی اصالۃً ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔

بلکہ معنے استیفاء کی مناسبت سے ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

استیفاء کے معنی لغت میں ''اخذ الشیئی وافیا'' اور پورا پورا لینے کے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تصریحات سے ظاہر ہے:

۱...... ''استو فاہ وتوفاہ استکملہ'' (اساس البلاغة)

۲...... ''توفیت المال واستوفیة اذا خذته کله''
(لسان العرب ج۱۵ ص۳۵۹)

۳...... ''توفاہ ھومنه واستوفاہ لم یدع منه شیئا''
(لسان العرب ج۱۵ ص۳۵۹)

۴...... توفیته واستوفیته بمعنے (المصباح المنیر للفیومی)

غرض نینداور موت وغیرہ میں توفی کا استعمال حقیقی نہیں ہے بلکہ باعتبار معنے استیفاء کے توفی کا اطلاق ان معنوں میں مجازی طور پر کیا گیا ہے:

۱...... ''ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذامات توفاہ اللّٰہ عزوجل اذا قبض نفسه وفی الصحاح روحه'' (تاج العروس، شرح قاموس ج۲۰ ص۳۰۱) ﴿موت پر توفی کا اطلاق مجاز ہے۔﴾

۲...... ''اماتوفی النائم استیفاء وقت عقله وتمیزہ الی ان نام'' (لسان العرب ج۱۵ ص۳۶۰) ﴿نائم پر توفی اطلاق اس لئے بند ہے کہ نیند میں تمیز کرنے کے وقت کا استیفاء ہوتا ہے۔﴾

۳...... ''ومن المجاز توفی فلان وتوفاہ اللّٰہ وادرکته الموت'' (اساس البلاغة) ﴿فلاں نے وفات پائی یا اللہ تعالیٰ نے اس کو وفات دی اور موت نے اس کو پالیا۔ یہ توفی کے مجازی معنی ہیں۔﴾

۴...... ''توفی الموت استیفاء مدت اللتی وفیت له وعدد ایامه وشھورہ واعوامه فی الدنیا'' (لسان العرب ج۱۵ ص۳۵۹) ﴿موت پر توفی کا اطلاق اس لئے ہے کہ اس میں مدت وفات سے اور اس کی زندگی کے تمام اوقات کا استیفاء ہوتا ہے۔﴾

۵...... ''توفیت عددالقوم اذا عدد تھم کلھم'' (ایضاً) ﴿میں نے قوم کی گنتی پوری کی۔ جب ان کو پورا گن لے۔﴾

وأ نشد ابوعبیدہ لمنظور الوبیری:

ان بـنـی الا دروالیسٔلوامن اهلـه
ولا تـوفـاهـم قـریـش فی الـعـدد

(لسان العرب ج۱۵ ص۳۵۹)

''التـوفـی اخذ الشی وافیا والموت نوع منه'' (بیضاوی ج۱ ص۲۰۳، السـراج الـمنیـر) ﴿توفی کے معنے ایک شی کو پورا پورا لینے کے ہیں اور موت اس کی ایک قسم ہے۔ یعنی اس میں بھی استیفاء کے معنے پائے جاتے ہیں۔﴾

علاوہ ازیں قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ توفی کے اصلی وضع معنے قبض کے لئے ہے۔ موت اور نیند وغیرہ میں استعمال مجازی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''اللہ یتـوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الـموت ویـرسـل الاخری الیٰ اجل مسمیٰ'' (زمر:۴۲) ﴿اللہ پکڑ لیتا ہے نفس کو وقت موت کے اور جس کی موت نہیں آئی اس کو پکڑ لیتا ہے نیند میں۔ اس روح کو جس پر موت کا فیصلہ کر دیا روک لیتا ہے اور دوسری کو مقررہ وقت کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔﴾

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی دو قسمیں ہیں:

۱...... قبض الروح مع الامساک اور وہ موت ہے۔

۲...... قبض الروح مع الارسال وہ نیند ہے۔ یعنی توفی کے معنے بطور قدر مشترک دونوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ توفی کے معنے محض لینے اور قبض کرنے کے ہوں اور دیگر خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے۔ جس طرح مصدر کی جزئیات افراد حصصیہ ہونے کی وجہ سے خصوصیت فردیت سے خالی ہوتی ہیں اور ان میں معنے مصدری سے زیادہ دیگر قیود کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی توفی کے معنی قبض کرنے کے لئے جائیں گے۔ نیند اور موت وغیرہ کی خصوصیتیں بلغاۃ سمجھی جائیں گی۔ نیز علم اصول اور عربیت کے واقف کار اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس لفظ کی وضع معنے کلی اور عام کے لئے ہو۔ اسی موضوع لہ عام کے افراد مخصوصہ میں اس لفظ کا استعمال مجازی طور پر ہوگا۔ اس لئے قبض اور استیفاء کے علاوہ جس معنے میں بھی لفظ توفی کا استعمال ہوگا۔ وہ اس کے معنے مجازی ہوں گے حقیقی نہیں ہو سکتے اور لفظ کا استعمال معنے مجازی میں بغیر کسی قرینہ کے صحیح نہیں۔ اس لئے انـی متـوفیك! میں معنے مجازی متعین کرنے کے لئے قرینہ کی احتیاج ہوگی۔ جب تک کوئی قرینہ معنے حقیقی کے مراد لینے سے مانع نہ ہوگا حقیقت کو چھوڑ کر مجازی طرف جانا جائز نہیں ہوسکتا۔

چونکہ اہل لغت اپنی کتابوں میں لفظ کے معنے حقیقی مجازی دونوں بیان کرتے جاتے ہیں۔اس لئے کسی لغت کی کتاب سے توفی کے معنے موت کے دیکھ کر یہ خیال کر لینا کہ توفی اس معنے کے لئے وضع کیا گیا ہے صحیح نہیں۔

اگر مان لیا جائے کہ موت اور نیند وغیرہ استیفاء اور قبض کی طرح توفی کے معنے موضوع لہ ہیں اور یہ لفظ ان معانی میں مشترک لفظی ہے تو پھر بھی کسی خاص معنے میں لفظ مشترک کا استعمال بغیر قرینہ کے نہیں ہوسکتا۔اس لئے انی متوفیك ! میں لفظ متوفی کے معنے متعین کرنے کے لئے قرینہ کی اشد ضرورت ہے۔

انی متوفیك ! کی تحقیق

چونکہ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت، قرآن مجید کی بعض صریح آیتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودہ زندگی، رفع آسمانی اور نزول ثابت ہے۔اس لئے توفی کے معانی مستعملہ میں سے وہی معنے مراد لئے جائیں گے جس سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ کا انکار اور اجماع امت کی مخالفت لازم نہ آئے۔ ورنہ بصورت مخالفت، تحریف قرآنی اور تفسیر بالرائے سمجھی جائے گی جو صریحاً کفر ہے۔

’’وقال الرازی وقد ثبت الدلیل انه حی و وردالخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال انه تعالی یتوفاه بعد ذالك‘‘

(تفسیر کبیر ج۸ص۷۲)

یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کے جو معنے بھی کئے ہیں وہ اس اجماعی عقیدہ کے مخالف نہیں ہیں۔حتیٰ کہ جن لوگوں نے متوفیك کے معنی ممیتك کے کئے ہیں وہ یا تقدیم، تاخیر کے قائل ہیں اور ان کا وقوع نزول کے بعد مانتے ہیں یا قبل از رفع موت مان کر دوبارہ زندہ ہونے اور پھر آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کے قائل ہیں۔

’’وانما احتاج المفسرون الی تاویل الوفات بماذکرلان الصحیح ان الله تعالی رفعه الی السماء من غیر وفات لما رجحه کثیر من المفسرین واختاره ابن جریر الطبری ووجه ذالك انه قدصح فی الاخبار عن النبی ﷺ نزوله وقتل الدجال (فتح البیان ج۲ص۴۹)‘‘ ﴿مفسرین نے توفی بمعنے موت کی (مذکورہ بالا) تاویل اس لئے کی ہے کہ حسب روایات صحیحہ کے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس روایت کو ترجیح دی ہے اور ابن جریر

طبری نے اس کو اختیار کیا ہے اور ایسا ہی نزول آسمانی وقتل دجال کے متعلق صحیح روایتیں موجود ہیں۔ ؏

اس عبارت کا یہی مطلب جو پہلے ذکر کیا گیا احمدیہ پاکٹ بک والے کے جو اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ مفسرین نے جو وفات عیسیٰ کی نص کی تاویلیں کی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیثوں میں آپ کے لئے نزول کا لفظ دیکھا اور ان کے قتل دجال کا بیان پڑھا۔ حالانکہ نزول سے آسمان سے اترنا اور قتل دجال کے ذکر سے بعینہ زندہ رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ احمدیہ پاکٹ بک کا موقف یہ بالکل غلط ہے۔

اگر وہ اس سبب سے اس عبارت کو ثابت کر دیں تو ایک ہزار روپیہ بطور انعام کے دیا جائے گا۔ ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مریں۔

(ذکر الحافظ ابن حجر فی التلخیص الحبیر من کتاب الطلاق ج۳ص۴۶۲)

''واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الا خبار والتفسیر علی انه رفع ببدنه حیا وانما اختلفو اهل مات قبل ان یرفع اونام فرفع'' ترحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی حالت میں اٹھایا ہے یا قبل از رفع مارنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور ابن حزمؒ اور امام مالکؒ نے متوفیك کی ایک توجیہہ ممیتک کے ساتھ کی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ ساتھ ہی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں اور امام مالکؒ اور ابن حزمؒ قبل از رفع موت وارد ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں۔ مگر مرزا قادیانی اور اس کے متبعین حسب عادت نقل میں خیانت کرتے ہوئے تفسیر ممیتك کی نسبت ان حضرات کی طرف کر دیتے ہیں اور ان کے عقیدہ حیات بعد الممات اور جواز تقدیم وتاخیر کو ذکر تک نہیں کرتے۔ غرض علمائے امت میں سے ایک شخص بھی حیات مسیح علیہ السلام کا منکر نہیں ہے۔ اسی لئے مفسرین نے اس آیت کی جتنی توجیہیں بھی کی ہیں وہ سب اجماعی عقیدہ کی موافقت ہی میں ہیں۔ مخالفت میں ایک بھی نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو:

متوفیك کے معنی تفسیر سے

''۱...... ای مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجلك المسمّی عاصماً لك من قتلهم او قابضك،۲...... من الارض من توفیت مالی،۳...... اومتوفیك نائما

اذ روی انــه رفـع وهـو نـائـم وقيـل، ٤...... مـميتك فى وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الان، ٥......اوممسك من الشهوات العائقه عن العروج الى عـالم الـملكوت وقيل اماته الله تعالىٰ سبع ساعات ثم رفعه الى السماء واليه ذهبت الـنـصـارى قال القرطبى اولصحيح ان الله تعالى رفعه من غير وفاۃ ولا نوم كـمـا قـال الـحسـن وابـن زيـد وهـو اختيـار الطبرى وهو ا لصحيح عن ابن عباسؓ'' (تفسیر ابوالسعود ج۲ص۴۳ واللفظ له بيضاوى ج۱ص۱۴۰)

علامہ ابوالسعود نے لفظ متوفی کی باعتبار لغت کے پانچ توجیہیں کی ہیں۔ ہرایک توجیہہ میں اجتماعی عقیدہ کی رعایت رکھی ہے:

۱...... میں تیری زندگی کے ایام کو پورا کرنے والا اور تجھ کو یہودیوں کے قتل سے بچا کر آخر تک زندہ رکھنے والا ہوں۔۲...... تجھ کو زمین سے زندہ اٹھانے والا ہوں۔۳...... تجھے نیند کی حالت میں لے جانے والا ہوں۔۴...... تجھے اس وقت آسمان پر زندہ اٹھانے والا اور نزول کے بعد مارنے والا ہوں۔۵...... تیری کھانے پینے کی خواہش مردہ کر کے تجھے آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رکھنے والا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سات گھنٹہ تک مارے رکھا اور پھر زندہ کر کے آسمانوں پر اٹھالیا۔ یہ نصاریٰ کا مذہب ہے۔علامہ قرطبیؒ نے کہا صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بیداری کی حالت میں اٹھایا ہے۔نیند یا موت ان پر وارد نہیں کی۔ حسن بصریؒ اور ابن زیدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی کو ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن عباسؓ سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔

تقریباً یہی مطلب مندرجہ ذیل عبارتوں کا ہے:

''انـی متـمـم عـمـرك فحينئذ اتوفاك فلا اتركهم حتى يقتلوك بل انا رافـعك الـى سـمـائـى ومـقـربك بملائكتى واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهـذا تـاويل حسن (والثانى) متوفيك اے مميتك وهو مروى عن ابن عباسؓ ومحمد ابن اسحاقؒ قالوا والمقصود ان لايصل اعداوه من اليهود الى قتله ثم انـه بـعـد ذالك اكـرمـه بـان رفـعـه الـى السـمـاء ثـم اختلفوا على ثلاثة اوجه (احـدهـا) قـال وهـب تـوفـى ثلا ت سـاعـات ثم رفع (ثانيها) قال محمد بن اسـحـاقؒ تـوفـى سبع ساعات ثم احياه الله ورفعه (ثالث ها) قال الربيع بن انس انه تعالى توفاه حين رفعه الى السماء'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۱)

''ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی و اوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الیّ وتسلمتها منه وقد یکون ایضاً توفی بمعنے استوفی وعلی کلا الا حمتالین کان اخراجه من الارض واصعاده الی السماء توفیاله'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۲)

''والمعنی انی رافعك الی ومطهرك من الذین کفروا ومتوفیك بعد انزالی ایاك فی الدنیا ومثله من التقدیم والتاخیر کثیرفی القرآن''

(تفسیر کبیر ج۸ص۷۳)

''اخرج اسحاق ابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله انی متوفیك ورافعك الی یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان'' (درمنثور ج۲ص۳٦)

والثانی المراد بالتوفی النوم ومنه قوله تعالی :''الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها ۰ فجعل النوم وفاة وکان عیسی قدنام فرفعه الله وهونائم لئلا یلحقه خوف'' (تفسیر خازن ج۱ص۲۵۵)

''ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفار ومؤخرك الی اجل کتبه لك وممیتك حتف انفك لاقتلا بایدیهم ورافعك الی سمائی ومقرملائکتی وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء قال شیخ الاسلام ابن حجر فاختلف فی موت قبل رفعه فقیل علی ظاهر الایة اومات قبل رفعه ثم یموت ثانیاً بعد النزول وقیل المعنے متوفیك فی الارض فعلی هذالایموت الافی آخر الزمان بعد نزوله وقال متوفی نفسك بالنوم اذا روی انه رفع نائما (کمالین)''

اہل لغت میں سے صاحب مجمع البحار نے بھی اسی قسم کی توجیہیں بیان کی ہیں۔

''متوفیك ورافعك علی التقدیم والتاخیر وقدیکون الوفاة قبضاً لیس بموت اومتوفیك مستوف کونك فی الارض'' (مجمع البحار ج۵ص۹۹)

مفسرین نے استیفاء اور قبض اماتت (مارنا) انام (سلانا) ان چاروں معنے کے لحاظ سے لفظ متوفی کی تفسیر کی ہے۔ لیکن کسی جگہ بھی اجماعی عقیدہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ پہلی توجیہہ اول عمر سے لے کر آخیر وقت تک کو حاوی ہے۔ یعنی اس صورت میں قبل از صعود اور بعد رفع

جسمانی اور نزول آسمانی اور موت تک تمام عمر کے ایام وشہور کے استیفاء اور ان کو دشمنوں سے بچانے کا وعدہ ہوگا اور دوسری توجیہہ میں دشمنوں سے بچاتے ہوئے آسمان پر اٹھانے کا وعدہ ہے جو ایام رفع سے نزول کے وقت تک پورا ہوجاتا ہے۔ اگرچہ لفظ توفی لغۃً اس معنے کے ادا کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر چونکہ بعض استعمالات میں اس کے معنے مارنے کے بھی آجاتے ہیں۔ اس لئے اس کے بعد رفع کا ذکر کر دیا گیا۔ تاکہ توفی سے موت کے معنے نہ سمجھ لئے جائیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

''لما علم الله ان من الناس من يخطر بباله أن الذى رفعه الله هو روحه لا جسده ذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وجسده (تفسير كبير ج۸ص۷۲)'' اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا ہے۔ محض روح کے ساتھ نہیں ہوا۔ لفظ متوفيك کے بعد رافعك بیان کیا گیا ہے۔

چونکہ توفی کے معنے اماتت (مارنا) کرنے اسلامی تصریحات کے خلاف تھے۔ اس لئے متوفيك کے معنے مميتك کرتے ہوئے دو توجیہیں کی گئیں ہیں:

۱...... ممیت اسم فاعل میں زمانہ استقبال کا لحاظ کرتے ہوئے یہ معنے کئے ہیں کہ نزول من السماء کے بعد تجھے اپنے وقت پر موت دوں گا۔ اس صورت میں تقدیم وتاخیر وقوعی لازم آئے گی۔ جس میں امام رازیؒ کی تصریح کے موافق کوئی حرج نہیں ہے۔

۲...... اگر زمانہ حال کے واسطے لیں تو پھر اس کے یہ معنے ہیں کہ تجھے اس وقت مارنے والا اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھانے والا ہوں۔ موجودہ اناجیل اربعہ سے اس معنے کی تائید ہوتی ہے۔ کسی کے خیال میں یہ توجیہیں خواہ غلط ہوں یا صحیح۔ مگر مسلمانوں میں جن حضرات نے متـــوفيك کے معنی مميتک کے کئے ہیں۔ وہ ان توجیہات کو صحیح، احیاء موتی اور تقدیم وتاخیر کو جائز بلکہ واقع خیال کرتے ہیں ان حضرات کی طرف مميتک کی نسبت کرتے ہوئے ان توجیہوں کو نظر انداز کر دینا تلبیس اور دھوکہ دہی کے علاوہ انتہا درجہ کی خیانت اور بے ایمانی ہے۔

س...... توفیک کے معنے قابضک کرنے صحیح نہیں ہیں۔ ورنہ رفع کی قید زائد اور بے فائدہ ہوگی۔

ج...... قبض کبھی محض روح کا اور کبھی روح اور جسم دونوں کا ہوتا ہے۔ مگر رفع کا ذکر نہ کیا جاتا تو توفی سے محض قبض روح کا وہم ہوتا ہے جو مقصود کے خلاف تھا۔ اس کے علاوہ اگر

توفی کے معنے پورا پورا لینے کے بھی لئے جائیں تو پھر بھی تصریح لما علم ضمنا! اور رفع ایہام غیر کے لئے رفع کا ذکر کرنا ضروری تھا۔

''قلنا قوله انی متوفيك يدل على حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعد ورافعك الى كان هذا تعيناً للنوع ولم يكن تكرار'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۲)

س...... توفی کے معنے علاوہ موت کے قبض یا استیفاء وغیرہ لینے صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن میں توفی کے معنے اکثر جگہ مارنے کے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں جس جگہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو وہاں موت کے سوا دوسرے معنے کہیں نہیں آئے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اس کے خلاف ثابت کرنے پر پورا ایک ہزار روپیہ انعام رکھا ہے۔

ج...... قرآن میں توفی کا استعمال موت کے معنے میں کثیر نہیں۔ دوسرے معنوں میں بھی کثرت سے آیا ہے۔ طوالت کے خوف سے چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱...... ''حتى يتوفاهن الموت'' (النساء:١٥) اے يقبضهن!

۲...... ''حتى اذا جآء احدكم الموت توفته رسلنا'' (انعام:٦١)

اے اخذته!

۳...... ''حتى يتوفاكم ملك الموت الذى وكل بكم'' (السجده:١١)

۴...... اے اخذكم اوقبض روحكم! مجمع البحار میں ہے۔

۵...... ''يتوفاكم باليل'' (انعام:٦٠) اى منيمكم!

۶...... ''يتوفاكم ملك الموت يستوفى عددكم''

(مجمع البحار ج٥ص٩٩)

۷...... ''الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها'' (زمر:٤٢)

اس آیت میں توفی کا استعمال دو مختلف معنوں میں کیا گیا ہے۔ جو عموم مشترک ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ اس لئے بطور عموم مجاز یا قدر مشترک کے ایسے معنے لینے پڑیں گے جو دونوں میں پائے جائیں اور وہ قبض ہے۔

۱...... چنانچہ علامہ ابوالسعود ''هو الذى يصلى عليكم وملائكته'' (احزاب:٤٣) کے تحت لکھتے ہیں کہ: ''فان استعمال اللفظ الواحد فى معنيين

متغائرین ممالا مساغ له بل علی ان یرادبها معنی مجازی عام یکون کلا المعنیین فرداً حقیقیاله'' (ابی سعود ج۷ص۱۰۷)اس کے علاوہ لفظ مشترک کا کسی معنی میں کثیر الاستعمال ہونا اس کے قلیل الاستعمال معنے کو باطل نہیں کرتا۔

قرآن میں کثرت سے صلوٰۃ کا لفظ نماز کے لئے آتا ہے۔لیکن آیت:''ان اللّٰہ وملائکته یصلون علی النبی'' (احزاب:۵۶)میں نماز کے معنے لینے کسی طرح صحیح نہیں ہیں اور نہ قرائن مجاز میں کثرت استعمال کوئی قرینہ ہے۔اگر ہے تو دیکھائیں اور سوروپیہ انعام حاصل کریں۔پھر اس قاعدہ کا ثبوت کسی نحو یا لغت کی کتاب سے پیش کرنا چاہئے۔پنجاب کے ایک گاؤں میں بیٹھ کر عربی لغت میں قیاس چلانا کیونکر جائز ہوگیا؟۔خصوصاً جس کو اردو بھی لکھنا نہ آئے وہ کوئی عربی قاعدہ کیا خاک بنا سکتا ہے؟۔

۲...... توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو اور توفی کے معنے مارنے کے نہ ہوں،قرآن ہی میں موجود ہے۔باہر جانے کی ضرورت نہیں:

۱...... ''وهو الذی یتوفاکم بالیل'' (انعام:۶۰)''ای ینیمکم''

(مجمع البحار ج۵ص۹۹)

۲...... ''اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها'' (زمر:۴۲)کیا مرزائی دیانت انعامی وعدہ کو پورا کرے گی۔

س...... حضرت عیسیٰ کی وفات قبل الرفع کو تسلیم کرکے ان کے دوبارہ زندہ ہونے کو تجویز کرنا مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کے رو سے ممنوع اور ناجائز ہے:

۱...... ''وحرام علی قریة اهلکنا ها انهم لایرجعون (الانبیاء)''

۲...... ''الم یروا کم اهلکنا قبلهم انهم لایرجعون (یسین)''

۳...... ''فلا یستطیعون توصیة ولا الی اهلهم یرجعون (یسین)''

۴...... ''حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب الرجعون ۰ لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا ۰ انها کلمة هو قآئلها ۰ ومن ورآئهم برزخ الیٰ یوم یبعثون''

(المومنون:۱۰۰)

۵...... ''فیمسك التی قضا علیها الموت ویرسل الاخریٰ (زمر)''

۶...... ''وقال الذین اتبعوا لوان لنا کرة فنتبرأ منهم کما تبروأ منا''

(بقره)

۷...... ''ثم انكم بعد ذالك لميتون ۰ ثم انكم يوم القيامة تبعثون''
(المؤمنون)

۸...... ''ولـوتـرىٰ اذ وقفوا على النار فقالو يٰليتنا نرد ولانكذب بايٰات ربنا ونكون من المومنين ۰ انعام'' (احمدیہ پاکٹ بک)

حدیث میں ہے کہ:''قـال يـاعبـدى مـن على احطك قال يارب تحيينى فاقتل فيك ثانيه قال الرب تبارك وتعالىٰ انه سبق منى انهم لايرجعون''
(رواه الترمذى ، مشكوٰة ص۵۷۹)

''قـلـنـا روع الله يـحـييه لنا فقال استغفرو الصاحبكم (رواه مسلم، مشكوٰة ص ۲٦٠)'' (احمدیہ پاکٹ بک)

حضور علیہ السلام کا مردہ کو زندہ نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے کسی نبی نے مردہ زندہ نہیں کیا۔ ورنہ آپ ضرور کرتے۔

ج...... بعض لوگوں کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں آنا آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحتاً ثابت ہے جس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ مگر چونکہ موت سلسلہ حیات کے منقطع ہونے کا نام ہے اس لئے یہ انقطاع کبھی حیات کے مقرر کردہ مدت کے ختم ہونے پر ہوتا ہے اور کبھی اس سے پہلے۔ اول صورت میں مردہ کا دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ کر آنا غیر ممکن ہے۔

اس کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ خداتعالیٰ اس کے زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا قانون قدرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناممکن ہے۔ جیسا کہ مرزائی سمجھے ہوئے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی حیات کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اب دنیا کے آب ودانہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہا۔ غرض جن آیات اور حدیثوں میں دنیا کی طرف واپس ہونے کی نفی آئی ہے۔ ان سے یہی مراد ہے اور جن میں زندہ ہونے کے واقعات صراحۃً موجود ہیں۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو سزا یا بطور اظہار معجزہ یا کسی اور مصلحت خداوندی کی وجہ سے موت دی گئی اور پھر کچھ عرصہ بعد زندگی کے بقیہ حصہ کو پورا کرنے کے واسطے دوبارہ زندہ کردیا۔

چنانچہ قتادہؒ:''ثـم بعثنا كم من بعد موتكم'' (بقره:۵٦) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:''احياهم يستوفوا بقية آجالهم وارزاقهم ولوماتوا بآجالهم لم يبعثوا الى يوم القيامة'' (معالم التنزيل ج۱ ص۲۸)

(تفسیر درمنثور ج اص ۷۰) میں بھی ابن جریر طبریؒ اور ابن ابی حاتمؒ ربیع بن انس اور دیگر مفسرین سے یہی منقول ہے: ''ونقل عن الحسن البصری انه تعالیٰ قطع اجالهم بهذالا ماتته ثم اعادهم کما احیا الذی مرّعلیٰ قریة وهی خاویة علی عروشها وأحیا الذین اماتهم بعد ماخرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت''
(تفسیر کبیر ج۳ص۸۷)

لہٰذا اجل کی دو قسمیں ہوئیں۔ زندگی کی مدت ختم ہونے کا نام اجل حیات ہے جس کے بعد دنیا میں زندہ ہو کر آنا ممکن نہیں۔ دوسری اجل موت یعنی مرنے کا وقت جو زندگی کی مدت ختم ہونے سے پہلے واقع ہو۔ اس صورت میں واپسی جائز بلکہ ضروری ہے۔ الحمدللہ کہ آیات میں کوئی باہمی تعارض نہ رہا۔

س...... آیت اذا جأ اجلهم لایستأخرون ساعة ولا یستقدمون! سے معلوم ہوتا ہے کہ موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔ پھر درمیان میں انقطاع حیات کے کیا معنے۔

ج...... آیت مذکورہ میں سلسلہ حیات کے درمیان واقع ہونے والی موت کی نفی نہیں۔ اس کا مفہوم محض اتنا ہے کہ آئی ہوئی موت اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں امام رازیؒ نے اس مقام پر یہ توجیہہ کی ہے کہ ایسے واقعات میں ان لوگوں کے لئے دو دفعہ مرنا اور دو ہی دفعہ جینا مقدر ہو چکا تھا جو اپنے اپنے وقت پر پورا ہوتا رہا۔ یعنی ایسا نہیں ہوا کہ لمبی عمر میں سے انقطاع کر کے درمیان میں موت وارد کردی۔ بلکہ ہر ایک موت اور زندگی کے لئے الگ الگ وقت مقرر تھا۔ چنانچہ وہ پہلی توجیہہ کی تضعیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''وهذا ضعیف لانه تعالیٰ ماأماتهم بالصاعقة الا وقد کتب واخبر بذالك فصار ذالك الوقت اجلاً لموتهم الاول ثم الوقت الاخر اجلاً لحیاتهم'' (تفسیر کبیر ج۳ص۸۷)

غرض امت محمدیہ میں سے عدم رجوع موتیٰ کا کوئی شخص بھی قائل نہیں ہوا۔

جوابات تفصیلیہ

۱...... اگرچہ یہ جواب کافی ہے۔ لیکن مزید تحقیق کے لئے تفصیلاً عرض ہے کہ:

''حرام بمعنے ممتنع خبر مقدم ہے اور انہم لا یرجعون بتاویل مصدر مبتداء ہے۔ لہٰذا آیت کی تقدیر اس طرح ہوئی ''عدم رجوعهم حرام ای ممتنع'' (تفسیر کبیر ج۱۲ ص۲۲ تحت آیت وحرام علی قریة اهلکناها انهم لایرجعون۔ انبیاء:۹۵)

چونکہ آیت منکرین بعث کے رد میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے آخرت کی طرف نہ

لوٹنے کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے اس کو ممتنع کہا گیا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ضرور زندہ کر کے لوٹائے جائیں گے اور اگر حرام بمعنے واجب ہے تو پھر آیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ از خود دنیا کی طرف کبھی نہیں آسکتے۔ نہ یہ کہ خدا تعالیٰ بھی ان کو زندہ نہیں کر سکتا۔ تیسری آیت یعنی: ’’فلا یستطیعون توصیۃ ولا الیٰ اھلھم یرجعون ‘‘ (یاسین:۵۰) سے یہ مطلب اچھی طرح واضح ہو رہا ہے اور یہی مراد دوسری کی بھی ہے۔ لہٰذا ان تینوں آیتوں سے عدم احیاء موتی پر استدلال کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

چوتھی، چھٹی اور آٹھویں آیت کا حاصل یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپسی کی آرزو یا درخواست کریں گے جو پوری نہیں کی جائے گی۔ دنیا کی طرف رجوع ہونے کا استحالہ یا عدم امکان آیات مذکورہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر مرزا قادیانی اس آیت سے استدلال کرتے وقت اس کو پورا پڑھ لیتے اور نقل میں خیانت نہ کرتے تو اس کے شبہ کا جواب آخری حصہ میں موجود تھا۔ چنانچہ یہ پوری آیت اس طرح ہے کہ: ’’فقالوا یلیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین ۰ بل بدالھم ماکانوا یخفون من قبل ۰ ولو ردوا لعادو لما نھوا عنه وانھم لکاذبون‘‘ (انعام:۲۸،۲۷)

لو ردو لعادو ...... الخ ! سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ واپسی دنیا کی طرف جائز ہے۔ مگر نتیجہ کے بے سود ہونے کی وجہ سے روک دی جائے گی اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیکی اور بدی کی ایک خاص حالت کے واسطے پیدا کیا ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد اگر اس کو عمر نوح بھی دے دی جائے تو اس کی پیدا شدہ حالت میں کوئی تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی۔ جب زندگی ہی بے سود ہوئی تو اس کا عطا کرنا بھی بے کار ہے۔

۵...... امساک اور روکنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ پھر کبھی اس کو نہ چھوڑا جائے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قیامت کے روز بھی روحیں اپنے جسموں کی طرف واپس نہ ہوں۔ بلکہ یہاں امساک کے وہی معنے ہیں جو’’مایمسکھن الا الرحمن ‘‘میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اڑتے ہوئے جانوروں کے پر کھلے رہنے کے باوجود ہوا میں روکنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ اسی طرح پر کھلے زمین اور آسمان کے درمیان لٹکتے رہتے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس میں ایک خاص وقت تک روکنا مراد ہے۔ اسی طرح یہاں بھی موت کے وقت روح قبض کرنے کا ذکر ہے۔ آئندہ واپسی یا عدم واپسی کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔

۷...... (الف) اس میں ایک دفعہ مرنے کی تخصیص اور دو مرتبہ موت وارد ہونے

کی نفی نہیں ہے جو مفید مطلب ہو سکے۔(ب) حکم جنس کے لئے ہے اور جنس میں احاطہ افراد کا نہیں ہوتا۔ جیسا ''خلقکم من تراب'' میں مخاطب سب ہیں اور مٹی سے پیدا محض آدم کو کیا ہے۔

۹/۸...... دونوں حدیثوں کا حاصل محض اتنا ہے کہ سائلین نے زندہ کرنے کی آرزو کی مگر وہ پوری نہ کی گئی۔ اس سے احیاء موتی کا محال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ مومن نعماء جنت کو دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو خبر دینے کے لئے واپسی کی درخواست کرتا ہوا کہتا ہے کہ: ''یقول یارب اقم الساعة یارب اقم الساعة لارجع الی اھلی ومالی'' (مشکوٰۃ کتاب الجنائز ص۱۴۲ باب مایقال عند من حضره الموت) اس میں قیامت قائم ہونے کی آرزو کی گئی ہے جو پوری نہیں ہوئی۔ مگر تمنا پوری نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت بھی واقع نہ ہوا کرے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا دعا کی درخواست قبول نہ کرنے احیاء موتی کے عدم وقوع پر استدلال کرنا غلط ہے۔ مرزا قادیانی نے اسی دعوے کے ثبوت میں ایک یہ آیت بھی پیش کی ہے: ''لا یذوقون فیھا الموت الا الموتة الاولیٰ'' (الدخان:۵۴)

مرزا قادیانی نے موت اولیٰ کے معنے ایک دفعہ مرنا لکھے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں اولیٰ سے دنیا کا مرنا مراد ہے۔ خواہ ایک دفعہ ہو یا دو دفعہ۔ اس سے ایک دفعہ موت مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ جلالین میں ہے کہ: ''ای التی فی الدنیا بعد حیاتھم فیھا قال بعضھم الا'' بمعنے بعد۔

س...... ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ کے جنازہ پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ لم تمت موتتین! آپ ﷺ دو دفعہ نہیں کریں گے۔

ج...... اس میں عام طور پر دو دفعہ مرنے کی نفی کرنی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ نفی خاص مراد ہے۔ یعنی نبی عربی ﷺ کو دو دفعہ موت نہ آئے گی۔ اس پر دو قرینہ ہیں:

۱...... بعض صحابہ کرامؓ کا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ کچھ عرصہ کے بعد زندہ ہو کر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے متعلق اس خیال کی ثم لم تمت موتتین! سے تردید کی تھی۔ عام طور پر احیاء موتی کا انکار نہیں کیا۔

۲...... اگر دنیا کی طرف واپسی شرعاً ناجائز ہوتی تو صحابہ کرامؓ کبھی اس غلطی کے مرتکب نہ ہوتے اور نہ حضرت ابوبکرؓ کو خصوصیت کے ساتھ نفی کرنے کی ضرورت تھی۔ بلکہ عام حالت سے آپ ﷺ کے دو مرتبہ مرنے پر استدلال کرنا کافی تھا۔

اس مقام میں مرزا قادیانی نے چند آیتیں اور بھی ذکر کی ہیں جن سے سوائے کاغذ سیاہ

کرنے اور حسب عادت جاہلوں پر رعب جمانے کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ منجملہ ان کے تین آیتیں یہ ہیں:

(۱)...... ''وماھم بخارجین من النار (البقرہ:۱۶۷)''

(۲)...... ''وماھم بخارجین منھا (مائدہ:۳۷)''

(۳)...... ''اولائك اصحاب الجنة هم فيها خالدون (البقرہ:۸۲)''

جو چیزیں ان آیتوں سے سمجھ میں آرہی ہیں وہ یہ ہیں کہ جنتی جنت میں اور کافر دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ کیونکہ جنت یا دوزخ میں داخل ہونا حساب کتاب کے بعد ہوگا۔ اس وقت نہ دنیا رہے گی نہ دنیا کی طرف واپسی۔

احیاء موتیٰ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

''اذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لك حتیٰ نری الله جهرة فاخذتكم الصاعقة وانتم تنظرون ۰ ثم بعثنا كم من بعد موتكم لعلكم تشكرون ۰ (بقرہ:۵۵،۵۴)'' ﴿سرداروں نے کہا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے تجھ پر ایمان نہ لائیں گے (اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی پر جو انہوں نے اپنی لیاقت اور اہلیت سے زیادہ سوال کرنے میں کی تھی یہ سزا دی) بس تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے بجلی نے آکر تم کو پکڑ لیا۔ پھر ہم نے تم کو مر جانے کے بعد زندہ کر دیا۔ تاکہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔﴾

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اچانک ایک آگ پیدا ہوئی جس نے ان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج۳ص۸۶) میں ہے کہ: ''انھا نار وقعت من السماء فاحرقتھم''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے رونا اور اس طرح فریاد کرنی شروع کی: قال رب ان شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بمافعل السفھاء منا ! اے اللہ! اگر تجھے ہلاک ہی کرنا تھا تو یہاں آنے سے پہلے مجھے اور ان کو ہلاک کر دیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات پر ان کو دوبارہ زندگی بخشی۔

س...... تمام مقامات قرآن کریم میں جو احیاء موتی کے متعلق ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ فلاں قوم یا شخص مارنے کے بعد زندہ کیا گیا۔ ان سے اماتتہ کے معنے حقیقی مارنا اور موت دینا مراد نہیں۔ بلکہ سلانا اور بے ہوش کرنا مراد ہے۔ لہٰذا جب حقیقتاً مار کر زندہ کرنا خلاف قانون قدرت ہے تو زندہ کرنے سے جگانا وغیرہ کیوں مراد نہ لیا جائے۔

ج...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس واقعہ کو دیکھ کر یہ فرمانا کہ: ''اتھلکنا بما

فعل السفهاء منا (اعراف:۱۵۵) ''اس امر کی دلیل ہے کہ واقعہ بے ہوشی اور نیند تک محدود نہیں رہا تھا۔ ورنہ کبھی اس کو ہلاکت سے تعبیر نہ کرتے۔

دوسرے لعلکم تشکرون! سے شکرگزاری کا مطالبہ کرنا بتارہا ہے کہ ضرور کوئی مافوق العادت بات پیش آئی ہے اور مردہ کا زندہ کرنا مراد ہے نہ بے ہوشی اور نیند وغیرہ سے جگانا یا ہوشیار کرنا۔

ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:''احییناکم بعد حرقکم لکی تشکروا احیائی (تفسیر عباس ص۷)'' ﴿تمہیں جلنے کے بعد ہم نے زندہ کردیا۔ تاکہ تم ہمارے زندہ کرنے پر شکر کرو۔﴾

ربیع بن انسؒ سے (درمنثور ج۱ص۷۰) میں منقول ہے کہ:''فبعثوا بعد الموت یستوفوا آجالهم'' ﴿ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ تاکہ وہ اپنی زندگی کا بقیہ حصہ پورا کریں۔﴾

۲...... ''فقلنا اضربوه ببعضها کذالك یحیی اللّٰه الموتی ویریکم آیاته (البقره:۷۳)'' ﴿ہم نے کہا کہ ذبح کی ہوئی گائے کے بعض حصہ کو مقتول سے مس کرو۔ ایسے ہی زندہ کرتا ہے اللہ مردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں۔﴾

تفسیر خازن میں ہے کہ جب مقتول کو ذبح کی ہوئی گائے کے کسی عضو سے مس کیا تو وہ زندہ ہوگیا اور اپنے قتل کرنے والوں کا نام بتا کر مرگیا۔

قرائن مراد: اس جگہ''اذقتلتم نفساً فادرأتم فیها (البقره:۷۲)'' کہنا اور اس کو زندہ کرنے کے بعد احیاء موتے پر استدلال کرنا پھر اس واقعہ کو اپنی قدرت کی نشانی بتانا یہ سب باتیں ایسی جمع ہوگئیں ہیں کہ جن سے مردہ کا زندہ ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہاں نیند سے جگانا غفلت اور بے ہوشی کا دور کرنا مراد ہوتا تو اس سے احیاء موتی پر استدلال کرنا درست نہ تھا اور نہ اس کو قدرت الٰہی کا نمونہ بتانا صحیح ہوتا۔ ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''(کذالك) کما احیا اللّٰه عامیل (یحی اللّٰه الموتے) للبعث (ویریکم آیاته) احیایه (لعلکم تتقون) لکی تصدقوباالبعث بعد الموت (تنویر المقیاس ص۹)'' ﴿یعنی جس طرح اللہ نے اس واقعہ میں عامیل نامی شخص کو مرنے کے زندہ کردیا۔ اسی طرح قیامت کے روز مردوں کو زندہ کردے گا۔﴾

۳...... عزیر علیہ السلام نے بیت المقدس کو منہدم اور گرا ہوا دیکھ کر کہا تھا:''انی

یحیی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا ’’اللہ تعالیٰ تو تباہی اور بربادی کے بعد کس طرح اس کو بارونق اور آباد کرے گا؟۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات دکھانے کے لئے کہ وہ کس طرح ناپید کو پیدا اور معدوم کو موجود کرتا ہے۔ عزیر علیہ السلام کو سو سال تک مردہ بنائے رکھا۔ اماتہ اللّٰہ مائۃ عام! جب سو سال گذر جانے کے بعد عزیر کو دوبارہ زندہ کردیا تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے مردہ کے زندہ ہونے کو دیکھ لیا۔

اگر یہ واقعہ سوتے ہوئے کو جگانے تک محدود تھا تو عزیر علیہ السلام کے اس سوال کے جواب میں کہ مردہ کیونکر دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو جگادینا کس حد تک موزوں اور عقل میں آنے والی بات ہے؟۔ پھر اس صورت میں اس کو اپنی قدرت کی نشانی بتانا لنجعلک آیۃ للناس! کہنا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟۔ ادھر عزیر علیہ السلام کا گدھا کہ جس کی ہڈیاں اتنی مدت میں گل سڑ کر خاک ہوچکی تھیں۔ اس کے ذرات اکٹھا کر کے اس میں گوشت پوست لگادینا اور عزیر علیہ السلام کے سامنے اس کو دوبارہ زندہ کر کے دیکھادینا جیسا کہ:’’انظر الی العظام کیف ننشز ھا ثم نکسوھا لحما (البقرۃ:۲۵۹)‘‘ سے صاف ظاہر ہے احیاء موتی کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ نیز اگر یہ کوئی مافوق العادت بات نہ ہوتی اور سوتے ہوئے کو بیدار کردینا ہی ہوتا تو اعلم ان اللّٰہ علیٰ کل شئی قدیر! کے ذریعہ سے خدا کی قدرت کاملہ کا اقرار کرنا بے محل ہوتا۔ پھر جبکہ سو سال تک بے آب ودانہ سوتے رہنا باوجود خلاف قانون قدرت ہونے کے ممکن ہے تو مار کر زندہ کرنا کس لئے ناجائز اور محال ہے؟۔

۴…… ’’الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت۰ فقال لھم اللّٰہ موتوا ثم احیاھم (البقرۃ:۲۴۳)‘‘ ہزاروں کی تعداد میں بھاگنے والوں کو موت ہی کی سزا دی۔ تاکہ ان کو یہ معلوم ہوجائے کہ آئی ہوئی موت کبھی سر سے نہیں ٹلتی۔ ایک زمانہ تک ان کو ایسی حالت میں رکھ کر دوبارہ زندہ کردیا اور اگر یہاں موت کے معنی نیند اور بے ہوشی کے لیے جائیں تو موت کے ڈر سے بھاگنے والے کو غفلت اور سلادینے کی سزا دینا کس قدر غیر دانشمندانہ فعل ہے۔

۵…… ’’رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۰ قال فخذ اربعۃ (البقرہ:۲۶۰)‘‘ ﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے اللہ! تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو اس پر ایمان نہیں ہے۔ عرض کی کہ ضرور ہے۔ لیکن میں قلب کا اطمینان چاہتا ہوں﴾

فرمایا! اچھا چار جانور لے کر ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرلو۔ پھر پکارو۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مُردہ کو زندہ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی درخواست کرنا اور خدا تعالیٰ کا اس کے جواب میں چار جانوروں کے لینے کی ہدایت کرنا بغیر احیاء موتی کی صورت دکھانے کے کوئی اور صورت ہو ہی نہیں سکتی۔ ورنہ جواب سوال کے مطابق نہیں رہے گا۔

مرزا قادیانی کو اس واقعہ کے ظاہر ہونے کی وجہ سے مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ: ''ہاں! یہ بھی بالکل ممکن اور جائز ہے کہ خدا تعالیٰ کسی حیوان یا انسان یا پرند کو ایسی حالت میں کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے حقیقی موت سے بچادے اور اس کی روح کا پاش شدہ جسم سے وہی تعلق رکھے جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر اس کے جسم کو درست کردے۔ اس کو نیند کی حالت سے جگادے۔ کیونکہ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۹۴۳، خزائن ج۳ ص۶۲۱، ۶۲۲)

مرزا قادیانی کی ہٹ دھرمی بھی قابل داد ہے کہ جانوروں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باوجود سویا ہوا مان رہے ہیں:

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جاں لے کے ٹلوں
سربسجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے

تعجب ہے کہ احیاء موتی تو خلاف قانون قدرت ہونے کی وجہ سے غلط اور قابل تردید ہو اور کسی کا قتل اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا باوجود قانون قدرت کے مخالف ہونے کے صحیح اور درست مان لیا جائے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اصل میں احیاء موتی کے قائل ہونے سے مجبور ہیں۔ مسیحائی ہاتھ سے نکلتی ہے۔ ان کا انکار نہ کریں تو کیا کریں۔

۶...... ''وتحی الموتی باذنی (البقرہ:۷۳)'' ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء کا معجزہ دیا گیا۔﴾

اگر نیند سے بیدار کرنے کا معجزہ ان کو دیا گیا تھا تو ایسا ہی معجزہ ہر شخص کو حاصل ہے اور اگر قلوب کا زندہ کرنا یعنی ان کو ہدایت پر لگادینا مراد ہے تو یہ اللہ کا فعل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی نفی یہ آیت کردے گی۔ جیسا کہ: ''انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی

من یشاء (القصص:٥٦) ''اس پر شاہد ہے۔ پھر ہدایت بمعنے راہ نمودن ہر ایک نبی کرتے آئے ہیں۔ یہ عیسیٰ کا مخصوص معجزہ کیا ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دین نصرانیت کو فروغ ہی حاصل نہیں ہوا۔

۷...... ''قال رسول اللّٰہ ﷺ ولوددت انی اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل (کما رواہ البخاری ج۱ ص۱۰ باب الجهاد من الایمان وباب تمنی الشهادة ص۳۹۲) '' ﴿حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ میں بار بار زندہ ہوں اور ہر مرتبہ خدا کے راستہ میں قتل کیا جاؤں۔﴾ اگر دنیا کی طرف واپس ہونا بے حقیقت ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ ایسی لغو اور لایعنی بات کی کبھی آرزو نہ کرتے۔

۸...... ''والذی نفس محمد بیده لو ان رجلاً قتل فی سبیل اللّٰہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللّٰہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللّٰہ ثم عاش وعلیه دین مادخل الجنة حتیٰ یقضی دینه (شرح السنة ج٤ ص۱۵۳ حدیث نمبر۲۱۳۸ باب التشدید فی الدین، مسند احمد ج٥ ص۲۹۰، مشکوة ص۲٥٤، باب الافلاس والانظار) ''اس میں بھی احیاء موتی کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔

س...... اگر ممیتک کے معنے آخر زمانے میں بعد نزول مارنے کے لئے جائیں تو آیت کی ترتیب جاتی رہے گی اور نظم قرآنی کو اس کی منزلہ ترتیب سے بدلنا علاوہ تحریف کے حدیث وابدؤ بمابدء اللّٰہ ! کی رو سے بھی ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں تقدیم وتاخیر کی صورت میں واقعات کے لحاظ سے متوفیك کو آیت کے آخر میں لگانا پڑے گا جو کہ آیت کے آخر میں الی یوم القیامة ! کی قید ہے۔ اس لئے موت قیامت کے بعد ماننی پڑے گی اور وہ بدیہی البطلان ہے۔

ج...... واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ ترتیب کے واسطے نہیں ہے۔ دیکھو کتب نحو میں ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، رضی شرح کافیہ ص۵۰۳، فوائد شافیہ المعروف بزینی زادہ، مفصل الفیہ ابن مالک، ابن عقیل شرح الفیہ تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ اور کتب اصول میں اصول الشاشی، حسامی، نورالانوار، کاشف الاسرار، اصول بزدوی، شرح جمع الجوامع، فن معانی میں مختصر المعانی، مطول، نہایۃ الایجاز للامام الرازی وغیرہا۔

جب واؤ مطلق جمع کے لئے ہے اور ترتیب وقوعی پر دلالت نہیں کرتا تو وفات کا رفع یا نزول سے پہلے واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ توفی باعتبار ذکر کے مقدم ہے۔ لیکن تقدم ذکری

تقدم وقوعی کو مستلزم نہیں ہے۔اس لئے جائز ہے کہ توفی جو لفظوں میں مقدم ہے وہ بلحاظ واقع ہونے کے رفع اور تطہیر سے مؤخر ہو۔''قال الرازیؒ فی تفسیر ان الواوفی قوله متوفیك ورافعك الی لاتفید الترتیب فالاٰیة تدل علیٰ انه تعالیٰ یفعل بهذه الافعال فاماکیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل وقدثبت الدلیل انه حی وورد الخبر عن النبیﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه یتوفاه بعدذالك (تفسیر کبیر ج۸ص ۷۱،۷۲)''اسی لئے ابن عباسؓ نے تقدیم وتاخیر کو جائز کہتے ہوئے آیت کے یہ معنے بیان کئے ہیں:''عن عباسؓ یا عیسی انی متوفیك ورافعك الی یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان (درمنثور ج۲ص۳۶، هکذا فی تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس ص۳۹)''

ایسا ہی ضحاکؒ اور ایک جماعت سے منقول ہے:''والاخر ماقاله الضحاك وجماعة ان فی هذه الآیة تقدیماً وتاخیراً معناه انی رافعك الی مطهرك من الذین کفروا ومتوفیك بعد انز الك من السماء (معالم التنزیل ج۱ص۱۶۲،۱۶۳)''

''وقال الرازیؒ الواؤلا تقتضی الترتیب فلم یبق الا ان یقول فیها تقدیم وتاخیر والمعنی انی رافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا ومتوفیك بعد انز الی ایاك فی الدنیا مثله من التقدیم والتاخیر کثیرفی القرآن''

(تفسیر کبیر ج۸ص۷۲،۷۳)

''متوفیك بعد انز الی ایاك الی الدنیا (تفسیر ابن جریر ج۳ص۲۹۱)''

(مجمع البحار ج۵ص۹۹) میں ہے کہ''متوفیك ورافعك علی التقدیم والتاخیر''اس قسم کی تقدیم وتاخیر وقوعی علاوہ اس آیت کے قرآن مجید میں بکثرت موجود ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے ذکر کیا ہے۔نمونہ کے طور چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

امثلہ تقدیم وتاخیر از قرآن

۱...... ''ادخلو الباب سجداً وقولوا حطة (البقرہ:۵۸)''

۲...... ''وقولوا حطة وادخلوا الباب سجداً (اعراف:۱۶۱)''

پہلی آیت میں دخول باب پہلے اور قول حطۃ بعد میں ذکر کیا گیا ہے اور دوسری آیت میں بالعکس ہے۔اگر واؤ ترتیب کے لئے ہوتا تو ان دونوں آیتوں میں تناقض واقع ہو جاتا۔

(ذکرہ رضی ص۳۰۵)

۳...... ’’نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین (مومنون:۳۷)‘‘اس آیت میں موت کو حیات سے پہلے ذکر کیا ہے۔ باوجود یہ کہ واقع اور نفس الامر میں اس کے خلاف ہے۔

۴...... ’’یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك (البقرہ:۴)‘‘ اس آیت میں قرآن کو پہلے اور دوسری آسمانی کتابوں کو بعد میں ذکر کیا ہے۔لیکن واقع میں قرآن تمام صحف آسمانی سے مؤخر ہے۔

۵...... ’’کذالك یوحی الیك والی الذین من قبلك (شوری:۳)‘‘ اس میں آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونے کو انبیاء سابقین پر وحی نازل ہونے سے مقدم ذکر کیا ہے۔مگر باعتبار ظہور اور تحقیق کے وہ سب سے مؤخر ہے۔

۶...... ’’واوحینا الی ابراهیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وهارون وسلیمان وآتینا داود زبورا (النساء:۱۶۳)‘‘اس آیت میں حضرت عیسیٰ کو ایوب، یونس، ہارون، سلیمان، داؤد علیہما السلام سے پہلے ذکر کیا ہے۔ باوجودیکہ ان کا ظہور ان سب سے مؤخر ہوا ہے۔

۷...... اسی طرح ذبح بقرہ کے قصہ میں شروع قصہ کو بعد میں اور آخر کو اول میں ذکر کیا ہے۔مگر یاد رہے کہ اس تقدیم وتاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نظم قرآنی میں جو لفظ پہلے آیا ہے اس کو مؤخر ہونا چاہئے اور کلام میں الفاظ کی ترتیب کما ینبغی اور مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس تقدیم وتاخیر سے یہ مراد ہے کہ جس طرح ذکر میں بعض الفاظ بعض سے مقدم اور مؤخر ہیں اور کلام میں ان کا اس ترتیب کے ساتھ آنا علم بلاغت کی رو سے موزوں یا ضروری ہے۔اس طرح ان کا واقع اور نفس الامر میں بالترتیب ظاہر ہونا لازمی نہیں ہے۔گویا ترتیب ذکری اور کلامی ترتیب وقوعی اور خارجی کو مستلزم نہیں۔لہٰذا یہ امر مسلم ہے کہ لفظ متوفیك کا ذکر میں مقدم ہونا بعض وجوہ اعجاز اور چند فوائد کی وجہ سے ضروری ہے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح وہ ذکر میں مقدم ہے اسی طرح اس کا خارج اور نفس الامر میں واقع اور ظاہر ہونا بھی سب سے پہلے اور مقدم ہو اور نہ یہی جائز ہے کہ جن چیزوں میں ترتیب وقوعی نہ ہو ان میں ترتیب ذکری بھی باقی نہ رکھی جائے۔اس لئے ترتیب وقوعی نہ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی ترتیب ذکری کو بدل دینا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔اسی آیت میں اگرچہ توفی کا وقوع اور ظہور دلائل خارجہ کی وجہ سے بعد میں مانا گیا ہے۔لیکن لفظ متوفیك کو مطهرك من الذین کفروا! کے بعد رکھنے اور نظم قرآنی کو بدل دینے کا کوئی بھی شخص قائل نہیں ہے۔

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''من قال لابد فی الآیة من تقدیم وتاخیر من غیران یحتاج فیها الی تقدیم وتاخیر (تفسیر کبیر ج۸ ص ۷۲)''
غرض ترتیب وقوعی کے نہ ماننے سے تحریف لازم نہیں آتی۔ البتہ اگر ترتیب ذکری کا لحاظ نہ رکھا جاتا اور نظم قرآنی میں تقدیم وتاخیر کر کے اس کو بدل دیا جاتا تو پھر تحریف کا الزام دینا صحیح تھا۔ لیکن قرآن کی ترتیب اور اس کے نظم میں تبدیلی پیدا کرنی کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ پھر تحریف کیونکر لازم آسکتی ہے اور حدیث ابدوا بمابدء اللّٰہ ! کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان الصفاو المروہ ! کی ترتیب ذکری سے تقدیم صفا کی مروہ پر بطور وجوب یا استحباب کے ثابت ہے۔ اس لئے یہاں بھی ترتیب سے ترتیب وقوعی ثابت ہونی چاہئے۔ بلکہ اس ترتیب کی مسنونیت یا استحباب اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو تقدیم صفا کی مروہ پر کبھی ثابت نہ ہوتی۔ چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ: ''لانہ یحتج بقولہ ﷺ ابدؤا بما بدء اللّٰہ بہ فکیف یستدل بخبر الواحد علی اثبات الفرضیة '' اسی طرح اس آیت میں تقدیم وتاخیر دلائل خارجہ کی وجہ سے ثابت کی گئی ہے۔ نفس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے اور اگر نفس ترتیب نظم کی تقدم وقوعی کو مستلزم ہوتی تو اقیمو الصلوٰۃ وآتوالزکوٰۃ ! میں زکوٰۃ کا نماز سے پہلے ادا کرنا جائز نہ ہوتا۔ باوجودیکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

۱..... الف۔ جب ترتیب ذکری بحالہ باقی رکھی گئی اور نظم قرآنی میں کسی قسم کا تغیر جائز نہیں رکھا گیا تو متوفیك کو الی یوم القیامة کے بعد رکھنے اور موت کو قیامت کے بعد واقع کرنے کا سوال صحیح نہ رہے گا۔ کیونکہ ترتیب وقوعی کے لئے اول اور آخر کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ دلیل اس کو واقع کرنے کا تقاضا کرے گی اسی موقع پر اس کا وقوع تسلیم کر لیا جائے گا۔ چونکہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت قیامت سے پہلے بعد از نزول واقع ہوگی۔ اس لئے جعل مذکور سے پہلے اس کے واقع ہونے کی جگہ ہوگی۔

۲..... ب: علاوہ ازیں اگر موت کو جعل مذکور کے بعد ہی تسلیم کر لیں تب بھی زمانہ جعل کے شروع ہونے کے بعد مان سکتے ہیں۔ جعل کی مدت ختم ہونے کے بعد موت تجویز کرنی لازمی نہیں ہے اور یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ متبعین کو مخالفین پر غلبہ دینے کا فعل مدت سے شروع ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس معاملہ کا اختتام قیامت ہی پر ہوگا۔ لیکن اس کی ابتداء زمانہ دراز سے جاری ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے کہ:

''وانما یلزم ان یکون الموت بعد ذالك الجعل لابعد اختتام مدتہ

وتاویل قول القائل انا آتیك وزائرك بصیغة اسم الفاعل فانه قدجعل الاتیان فیه کانه قد دخل فی الوجود فعبرعنه باسم الفاعل لابالفعل المستقبل وذالك اذاکان یصدره جعل مبادی الفعل کالفعل فعبرعنه کانه قددخل فی الوجود وقد نبه علیه علماء الربیة کثیراً (تفسیر روح المعانی ص۶۰۰)''

۳ ...... ج: نیز توفی، رفع، تطہیر، یہ تینوں وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور جعل کا تعلق متبعین کے ساتھ ہے۔ اس لئے توفی کا محل وقوع تطہیر کے بعد ہونا چاہئے۔ جعل کے بعد نہیں ہوسکتا۔ اختلال نظم کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ ہم ترتیب ذکری کو نہیں بدلتے۔ اس لئے تقدیم وتاخیر وقوعی کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کا فساد اور خرابی لازم نہیں آتی۔ والحمدلله حمداً کثیراً!

س ...... جب آپ کے نزدیک توفی کا وقوع تطہیر کے بعد ہے تو ذکر میں کیوں اس کو مقدم رکھا ہے۔

ج ...... اگر توفی کے معنے، لینے، قبض کرنے، اور کفاروں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے جائیں تو پھر آیت کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ میں تجھے کفاروں کے درمیان سے صحیح سالم نکال کر آسمانوں پر لے جانے والا ہوں۔ رفع آسمانی کے وقت اور بعد از نزول کسی کافر کا ہاتھ تیرے جسم تک نہیں پہنچنے دوں گا اور تیرے متبعین کو مخالفین پر غالب رکھوں گا۔

چونکہ ان چاروں وعدوں میں دشمنوں سے نکالنا اور ان سے نجات دینا پہلا فعل تھا۔ اس لئے اس کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے اور اگر توفی سے مدت حیات کا استیفاء بیان کرنا مقصود ہے تو انی متوفیك کے یہ معنے ہوں گے کہ تیری زندگی کی مقررہ مدت پوری کروں گا اور کافروں کے ہاتھوں سے قتل نہ ہونے دوں گا۔ اس میں حفاظت کا وعدہ کرتے ہوئے عمر کے تمام ایام کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ رفع، تطہیر، جعل یہ تینوں چیزیں زندگی کے جملہ ایام کو گھیرے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ زندگی کے بعض حصہ میں واقع ہونے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے توفی کا ان پر مقدم کرنا ضروری ہوا اور اگر توفی سے موت کے معنے مراد ہیں تو اس کے مقدم کرنے کی کئی وجہ ہیں۔

۱ ...... جس بات پر معاملہ ختم ہونے والا تھا اس کا علم ابتداً حاصل کرانے کے لئے توفی کو پہلے ذکر کیا ہے اور درمیان میں پیش آنے والے واقعات کو بعد میں جیسا کہ اس شعر میں ہے کہ:

قالو اخراسان اقصی یرا دبنا
ثم القفول فقد جئنا خراسان

چونکہ منتہائے مسافت خراسان تھا۔اس لئے اس کو پہلے بیان کر دیا اور خراسان کی طرف سفر کرنا اور وہاں پہنچنا بعد میں ذکر کیا۔

۲..... چونکہ یہ کلام یہودیوں کے مقابلہ میں بیان کیا گیا ہے اور یہودی ان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔اس لئے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بتا دینا مناسب تھا کہ یہودی تمہارے قتل پر کبھی قادر نہ ہوں گے اور میں ہی تمہاری زندگی کے ایام پورے کر کے تم پر موت وارد کروں گا۔

۳..... علاوہ توفی کے تمام امور فوراً اور زمانہ قریب میں ہونے والے تھے اور موت ایک مدت کے بعد واقع ہونے والی تھی۔لہٰذا اگر توفی کو مقدم بیان نہ کرتے اور مطہرک کے بعد رکھ دیتے تو یہ وہم ہو جاتا کہ موت بھی رفع اور تطہیر کی طرح آسمان پر متصلاً واقع ہوگی اور یہ خلاف مقصود تھا۔اس لئے توفی کو مقدم رکھا گیا۔

۴..... سورہ آل عمران نصاریٰ کے عقائد کی اصلاح کرنے کے لئے اتاری گئی۔ نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعینہ خدا یا خدا کا بیٹا خیال کرتے تھے۔چونکہ ان کے مقابلہ میں وفاۃ کا ذکر کرنا بنسبت باقی امور کے زیادہ اہم تھا۔اس لئے اس کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔

۵..... ''فی البحر المحیط وهذه الا خبار الاربعة ترتیبها فی غایته الفصاحة بدء اولا باخباره تعالی لعیسیٰ انه متوفیه فلیس للماكرین به تسلط علیه ولا توصل الیه ثم بشره ثانیاً برفعه الی سمائه وسكناه مع ملائكة وعبادته فیها وطول عمره فی عبادة ربه ثم ثالثا برفعه الی سمائه بتطهیره من الكفار فعم بذالك جمیع زمانه حین رفعه وحین ینزله فی آخر الدنیا فهی بشارة عظیمة له انه مطهر من الكفار اولاً وآخراً ولما كان التوفی والرفع كل منهما خاص بزمان بدئ بهماولما كان التطهیر عاماً یشمل سائر الازمان اخرعنهما ولما بشره بهذه البشائر الثلاث وهی اوصاف له فی نفسه بشره برفعة اتباعه فوق كل كافر لتقر بذالك عینه ویسر قبله ولماكان هذا لوصف من اعتلاء تابعیه علی الكفار من اوصاف تابعیه تأخر عن الاوصاف

الثلاثة التی لنفسه اذا لبداءٔ بالا وصاف التی للنفس اھم''
(عقیدۃ الاسلام ص۸۷ طبع دیوبند)

مطالبہ

الف...... اگر ترتیب ذکری ترتیب وقوعی کو مستلزم ہے تو قرآن کی ان صدہا آیات کا جن میں تقدیم وتاخیر وقوعی موجود ہے کیا جواب ہے۔

ب...... ططیوس رومی کے زمانہ میں رفع آسمانی سے چالیس برس بعد آپ کے متبعین کے غلبہ کی ابتداء شروع ہوئی۔ (دیکھو تفسیر ابوسعود ج۲ ص۴۳)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر مرزا قادیانی کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو زنا کی تہمت سے بری اور پاک کرنا ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک سے پانچ سو برس بعد کرائی گئی تھی۔ مگر اس صورت میں مطھرك من الذین کفروا !اور جاعل الذین اتبعوا! میں ترتیب باقی نہ رہے گی اور اگر تطہیر سے مراد سولی سے زندہ اتارنے کے ہیں تو تطہیر اور توفی میں ترتیب قائم نہیں رہتی۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب سے تقریباً ستاسی برس بعد مرے ہیں۔ اس صورت میں تطہیر پہلے ہوئی اور توفی بعد میں۔ باوجود یہ کہ ذکر میں توفی مقدم ہے۔

س...... کیا احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے علاوہ اس آیت میں کوئی اور قرینہ بھی پایا جاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ توفی کے معنے فی الحال مارنے کے نہیں ہو سکتے۔

ج...... ہاں! ایسے تین قرینے اس آیت میں موجود ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے:

۱...... اذ قال اللہ میں اذ ظرفیہ ہے۔ خیر الماکرین یا مکر اللہ کا ظرف زمان ہے:

''واذقال اللّٰه تعالیٰ ظرف لخیر الماکرین اومکر اللّٰه (کشاف ج۱ ص۳۶۶)''

''ظرف لمکر اللّٰه اولخیر الماکرین اولمضمر مثل وقع ذالك''

(بیضاوی ج۱ ص۱۴۵ واللفظ له ومثله ابوالسعود ج۲ ص۴۲)

جب یہ جملہ پہلے جملہ کا ظرف زمان ہوا تو چونکہ جملہ سابقہ میں اللہ کی تدبیر یہودیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اہانت اور تذلیل سے بچانے اور یہودیوں کو ان کے ارادہ میں ناکام کرنے کے متعلق تھی۔ اس لئے توفی کے وہ معنے لینے پڑیں گے جس سے یہودیوں کی ناکامی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اعداء کے مکر سے تخلیص کی بشارت ظاہر ہوتی ہو۔ یہ

بات اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ ان کو دشمنوں کے ہاتھ سے بالکل بچا لینے اور اس وقت موت وارد نہ کرنے کی خوشخبری سنائی گئی ہو۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے کہ:

''اذ قال اللّٰہ یاعیسیٰ اعلاما بمکرہ بالا عداء وتخلیصہ عن مکرھم '' اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشموں کے ساتھ تدبیر کرنے اور ان کو مخالفین کے مکر سے چھوڑانے کے متعلق خبر دینے کے واسطے یہ کلام کیا ہے۔

رفع کی بحث

۲...... دوسرا قرینہ رفع کا ہے جو توفی کے بعد ذکر کیا گیا۔ چونکہ توفی کا استعمال علاوہ دوسرے معانی کے موت کے لئے بھی ہوتا ہے جو خلاف مقصود ہے۔ اس لئے رافعك بڑھا دیا گیا۔ تاکہ یہ احتمال باقی نہ رہے اور توفی کے معنے زندہ آسمان پر اٹھا لینے کے متعین ہو جائیں۔

''ولما علم اللّٰہ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الیه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوۃ والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحة هذا لتاویل قوله تعالیٰ ومایضرونك من شئی'' (تفسیر کبیر ج۸ص۷۲)

اس تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ لغت میں رفع کے معنے اٹھانے اور نیچے سے اوپر لے جانے کے ہیں۔ چنانچہ:

(۱)...... صراح میں ہے کہ: رفع برداشتن وھو خلاف الوضع!

(۲)...... رفعه رفعاً برداشت آن راخلاف وضعه (منتھی الارب ج۲ص۱۳۵)

(۳)...... الرفع ضد الوضع منه حدیث الدعأ اللّٰھم ارفعی (تاج العروس ج۱۱ص۱۶۸)(۴)...... رفعته رفعا خلاف خفضة! معلوم ہوا کہ رفع خفض اور وضع کا ضد ہے اور وضع کے معنے صراح میں ''نہادن بہ جائے'' لکھے ہیں۔ ایسے ہی خفض کے معنے پست اور نیچے اتارنے کے ہیں۔ ومنه خافضة رافعه! یعنی: برمی دار دقومے رابسوئے جنت وفرو٠ میدارد قومے را در آتش! (منتھی الارب ج۱ص۲۹۷)

اس لئے رفع کے معنے بالا، برآوردن یاازجائے برداشتن ہوئے۔ لیکن اٹھانا کبھی جسم کا ہوتا ہے اور کبھی اعراض اور معانی کا۔ اس لئے رفع کا استعمال بھی دونوں طرح آیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے:

۱...... ''رفع راسه الی السماء'' (مشکوۃ ص۱۸٤)

۲...... ''فرفع الی رسول اللہ ﷺ الصبی''

(مشکوٰۃ کتاب الجنائزص ۱۵۰)

۳...... ''فرفعه الی یده ای رفعه الیٰ غایة طول یده لیسرأه الناس فینظرون وقیل ای رفع الماء منتهیاً الی اقصی مدیده لیراه الناس''

(مجمع البحار ج۲ ص۳۵۷)

۴...... ''وفی الحدیث لاترفعن روسکن حتیٰ لیستوی الرجال جلوساً'' (مجمع الزائد ج۲ ص۳۵٦)

۵...... ''وارفع ازارك الی نصف الساق'' (مشکوٰۃ ص۱٦۹)

یہ سب رفع جسمی کی مثالیں ہیں۔

۱...... ''یرفع الحدیث الی عثمان ای یرفع حدیث الناس وکلامهم الیه'' (مجمع البحار ج۲ ص۳۵٦)

۲...... ''یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار''

(مسلم ج۱ ص۹۹ باب ولقد رآہ نزلة اخریٰ)

۳...... ''والعمل الصالح یرفعه'' (فاطر: ۱۰)

۴...... ''من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه''

(کنزالعمال ج۳ ص۱۱۳ حدیث نمبر۵۷۳٦)

۵...... ''قال النبی ﷺ للعباس رفعك اللّٰه یاعم''

(کنزالعمال ج۱۳ ص۵۱۲ حدیث نمبر۳۷۳۱۵)

ان تمام مثالوں میں نقل کلام، غرض عمل اور اس کی قبولیت اور رفع درجات وغیرہ اعراض ومعانی کے لئے لفظ رفع کا استعمال ہوا ہے۔ مگر جب رفع کا مفعول کوئی جسم ہوتو رفع جسمانی اور انتقال مکانی یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا لفظ رفع کے حقیقی اور وضعی معنے ہیں اور دوسرے معنوں میں اس کا استعمال مجازی طور پر ہوتا ہے۔

مصباح منیر میں ہے کہ: ''فالرفع فی اجسام حقیقة فی الحرکة والانتقال وفی المعانی علی مایقضیه المقام'' ﴿رفع کے حقیقی معنے جسم میں حرکت اور انتقال کے ساتھ ہیں اور معانی میں اس کی حقیقی مراد بتقاضائے مقام ہے۔﴾

مسئلہ زیر بحث میں رافع کا مفعول مخاطب کی ضمیر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع

ہورہی ہے۔ظاہر ہے کہ عیسیٰ جسم مع الروح کا نام ہے۔تنہا روح یا فقط جسم کو عیسیٰ نہیں کہتے۔علاوہ ازیں جب متوفیك اور مطهرك میں ضمیر سے مجسم عیسیٰ مراد ہے تو رافعك میں بھی وہی مخاطب ہوں گے۔محض عیسیٰ کی روح مراد نہیں ہوسکتی۔

چونکہ اجسام میں رفع کے حقیقی معنے نقل وحرکت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لینے کے ہیں۔رفع منزلہ اور رفع عمل وغیرہ دوسرے معانی مجاز ہیں اور حقیقت جب تک متعذر نہ ہو بلاقرینہ مجازی معنی مراد لینے جائز نہیں۔اس لئے یہاں رفع سے رفع جسمانی ہی مراد ہوگا۔رفع درجات وغیرہ نہیں ہوسکتے۔

البتہ اگر کوئی قرینہ مجاز کا موجود ہو اور حقیقی معنے مراد لینے متعذر ہو جائیں تو پھر اس کا استعمال معنے مجازی میں صحیح ہوگا، یالفظ کا استعمال معنے حقیقی میں ہو مگر حقیقی اور مجازی معنوں میں لزوم ہونے کی وجہ سے ذہن معنے موضوع لہ ملزوم سے مجازی معنی لازم کی طرف منتقل ہو جائے اور اسی طرح حقیقی اور مجازی دونوں معنوں کا ارادہ کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔لہٰذا کسی صورت میں تنہا معنے مجازی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ معنے حقیقی بھی اس کے ساتھ ملحوظ رہیں گے اور اسی کا نام کنایۃ ہے۔چنانچہ علامہ دسوقی کہتا ہے کہ:

''قيل انها لفظ مستعمل فی المعنی الحقيقی لينتقل منه الی المجازی وعلی هذا تكون داخله فی الحقيقة لان اراده المعنی الموضوع له باستعمال اللفظ فيه فی الحقيقة اعم من ان تكون وحدها كمافی الصريح اومع ارادة المعنی المجازی كمافی الكناية (عقيدة الاسلام ص۳۸)''

''وقال ايضاً فعلم من هذا ان المعنی الحقيقی يجوز ارادته اللانتقال منه للمراد فی كل من الكناية والمجاز ويمتنع فيها اراده المعنی الحقيقی بحيث يكون هو المعنی المقصود واما ارادته مع لازمه علی ان الغرض المقصود بالذات هو اللازم فهذ اجائز فی الكناية دون المجاز وقال فی عروس الافراح فاذاقلت زيد كثير الرماد فالمراد كرمه ولايمنع من ذالك ان تريد افادة كثرة الرماد حقيقة لتكون اردت بالا فادة اللازم والملزوم معاً''

(عقيدة الاسلام ص۳۸)

''ذكر اليعقوبی ظاهر عبارة السكاكی فی بعض المواضع علی ان

ارادة اللازم اصل وارادہ المعنے الحقیقی بتبعة ارادة اللازم''

(عقیدة الاسلام ص۳۸)

''قال ابن الاثیر فی المثل السائر والذی عندی فی ذالك ان الکنایته اذا وردت تجاذ بها جانبا حقیقة ومجاز وجاز حملها علی الجانبین معاً الاتری ان اللمس فی قوله تعالیٰ اولا مستم النساء یجوز حمله علی الحقیقة والمجاز وکل منها یصح به المعنی ولا یختل'' (عقیدة الاسلام ص۴۰)

''فی نهایته الایجاز (للرازی) ان الکنایته عبارة عن ان تذکر لفظة وتفید بمعناها معنی ثانیا وهو المقصود'' (عقیدة الاسلام ص۴۱)

''فی المطول الکنایة لفظ اریدبه لازم معناه مع جواز ارادته معه ای ارادة ذالك المعنے مع لازمه کا لفظ طویل النجاد والمرادبه لازم معناه اعنی طویل القامه مع جواز ان یراد حقیقة طولالنجاد ایضاً فظهر انها تخالف المجاز من جهة ارادہ المعنی الحقیقی مع ارادة لازمه لارادة طول النجاد مع ارادة طول القامه بخلاف المجاز فانه لایصح فیه ان یراد المعنی الحقیقی''

غرض کنایہ میں لفظ کا استعمال اگرچہ اپنے اصلی معنے ہی میں ہوتا ہے۔لیکن معنی حقیقی اور مجازی دونوں کا ارادہ کیا جاتا ہے۔مجاز کی طرح صرف معنی مجازی ہی مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ حقیقی بھی ہوتے ہیں۔اس لئے اگر یہاں رفع سے بطور کنایۂ رفع درجات کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی رفع جسمانی کا مراد لینا ضروری ہوگا اور رفع درجات کی وہی صورت لینی پڑے گی جو رفع جسمانی کے خلاف نہ ہو۔مگر کنایہ میں معنے مجازی لفظ کا مدلول نہیں ہوتے۔ بلکہ کسی دلیل خارجی سے ثابت ہوتے ہیں۔اس لئے معنی کنائی پر دلالت کرنے کے لئے مجاز کی طرح قرینہ کی احتیاج ہے۔

''قال الجرجانی فی دلائل الاعجاز المکنی عنه لایعلم من اللفظ بل من غیره الاتری ان کثیراً الرماد لم یعلم منه الکرم من اللفظ بل لانه کلام جاء عندهم فی المدح ولا معنے للمدح بکثرة الرمادا (عقیدة الاسلام ص۳۸)''

''قال الزمخشری ان الکنایة ان تذکر الشئی بغیرلفظة الموضوع له ...... قال ابن السبکی لاشك فی احتیاج الکنایة للقرینة الا ان تشهر الکلمة فی الکنایة فتستغنی عن القرینة کا الحقائق العرفیة ولکنها لیست قرینة

تصرف الاستعمال الی غیر الموضوع کما تصرف المجاز بل تصرف قصد الافادۃ'' (عقیدۃ الاسلام ص ۳۹)

چونکہ یہاں رفع جسمانی اور صعود آسمانی رفع درجات کو مستلزم ہے۔ اس لئے اگر رافعك سے بطور کنایہ رفع درجات کا ارادہ کرلیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ لیکن حقیقی معنی کو چھوڑ کر محض مجازی معنی مراد لینے میں مجاز کا کوئی قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ اس جگہ ایسے قرینے پائے جاتے ہیں جن سے معنی مجازی کا ارادہ کرنا بالکل ناجائز معلوم ہو رہا ہے۔ منجملہ ان قرائن کے چند قرینے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱...... جب متوفیك اور مطھرك کی ضمیر سے بخیال مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرنا اور ان کو یہودیوں کے ناپاک الزمات سے بری کرنا مراد ہے تو رافعك میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھا نا لیا جائے گا۔ رفع روح یا رفع درجات مراد لینے سے بلاوجہ انتشار ضمائر لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔

۲...... اگر رفع درجات سے وہ رفعت اور بلندی مرتبہ کی مراد ہے جو مقبول بارگاہ الٰہی اور نبی ہونے کی وجہ سے حاصل ہے تو ایسی رفعت ان کو سلام علیّ یوم ولدت ! اور ایدتك بروح القدس ! وغیرہ کی وجہ سے پہلے ہی حاصل ہے۔ وعدہ کی جگہ حاصل شدہ چیز کا وعدہ کرنا بے محل تحصیل حاصل ہے۔ پھر اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ایسی رفعت اور بزرگی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے بھی حاصل ہے۔ خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب بنانا اور ان سے اس امر کا وعدہ کرنا بتا رہا ہے کہ اس رفع سے کسی خاص قسم کا رفع مراد ہے اور اگر شرف نبوت سے زیادہ رفع درجات عطا کرنے کا وعدہ کرنا مراد ہے تو وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ آیت: ''ورفع بعضھم درجات وآتینا عیسی بن مریم البینات (البقرہ:۲۵۳)'' میں آتینا کا عطف رفع درجات پر کیا گیا ہے اور عطف مغائرت کو چاہتا ہے۔ اس لئے جو کچھ عیسیٰ کو دیا گیا وہ رفع درجات کے علاوہ ہے۔

۳...... اگر رفع درجات موت کی صورت میں کئے گئے ہیں اور توفی سے بھی مرنا مراد ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے تو بلافائدہ تکرار لازم آئے گا اور آیت فائدہ سے خالی ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر صالح اور نیک بخت کی موت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ اس کا بصورت وعدہ بیان کرنا فضول اور لایعنے بات ہے۔

۴...... یہ آیتیں باتفاق علماء نقل وفد نجران کے سامنے ان کے عقائد کی اصلاح

کے لئے پڑھی گئیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ سولی دیئے جانے کے بعد زندہ کر کے ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اگر رفع آسمانی کا عقیدہ خلاف واقع اور غلط تھا تو جہاں عقیدہ صلیب، تثلیث پرستی اور ابنیت کی صاف لفظوں میں تردید کی گئی تھی وہاں اس عقیدہ کی اصلاح بھی کھلے لفظوں میں ہونی چاہئے تھی۔ مبہم الفاظ بیان کر کے ان کو اور مسلمانوں کو گمراہی میں کبھی نہ ڈالا جاتا۔

۵...... اگر توفی اور رفع دونوں کا مفاد موت ہے تو اس کا تعلق مکر کے ساتھ صحیح نہیں رہتا اور نہ یہودیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخلصی ظاہر ہوتی ہے۔ باوجود یہ کہ آیت اسی غرض سے بیان کی گئی ہے۔

۶...... جب قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اور اولوالعزم رسول ہونے کی خبر دی گئی اور ان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ وجیہہ بتایا گیا ہے اور روح القدس سے ان کی تائید کی گئی تو پھر ملعونیت کے تردید کرنے کی کیا ضرورت رہی اور اگر قتل ہونا یا سولی دیا جانا ملعونیت ہے تو بہت سے سچے نبی یہودیوں کے ہاتھوں سے قتل کئے گئے ہیں۔ ان کے ملعون ہونے کی تردید بھی قرآن میں ہونی چاہئے تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ساحر سولی دیئے جانے کی وجہ سے العیاذ باللہ ملعون ہونے چاہئیں؟۔

۷...... یہ وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تنہائی میں ہوئے جن کا یہودیوں کو مطلق علم نہیں ہوا۔ لہٰذا اگر یہ وعدے یہودیوں کے خیال کی تردید کرنے کے لئے تھے تو ان کو اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے تردید سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقبولیت کی اطلاع دینی مقصود تھی تو ان کو اپنے مقبول ہونے کا پہلے ہی علم تھا۔ اس لئے اسے ذکر کرنا بھی بے سود ہے۔

۸...... جب اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تو بدلالت اجماع، رفع سے رفع جسمانی ہی مراد ہوگا۔ کوئی اور معنے نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عام مفسرین نے رفع سے، رفع جسمانی ہی مراد لیا ہے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں علامہ صوفی علی مہائیؒ نے لکھا ہے کہ: ''رافعك الی ای الی سمائی ومقر ملائکتی''

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ: ''رافعك الی معناہ انه یرفع الی مکان لایملك الحکم علیه فیه غیر اللہ لان فی الارض قدیتولی الخلق انواع الاحکام

فاماالسماوات فلا حاكم هناك فی الحقیقة وفی الظاهر الا اللّٰہ‘‘

(تفسیر کبیر ج۸ص۷۳)

’’رافعك ومطهرك من الذين كفروا ای برفعی ایاك الى السماء (ابن كثير ج۲ ص۴۰)‘‘جو کچھ ہم نے تفاسیر کے حوالہ سے لکھا ہے وہی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

’’عن ابن عباسؓ ان اللّٰہ رفعه بجسده وانه حیی الان وسيرجع الى الدنيا فيكون ملكاثم يموت كمايموت الناس (طبقات ابن سعد ج۱ص۴۵)‘‘

س…… (تفسیر کبیر ج۱ص۴۵۸) میں ہے کہ:’’ورافعك الى ای رافع عملك الی وهو كقوله تعالىٰ اليه يصعد الكلم الطيب والمراد من هذه الاية انه تعالىٰ بشره بقبول طاعته واعماله‘‘اور ج۲ص۴۵۴ میں ہے کہ:’’واعلم ان هذه الآية تدل على ان رفعه فی قوله ورافعك الى هو الرفعه بالدرجة والمنقبة لابالمكان والجهته‘‘یعنی اس آیت سے جو مسیح علیہ السلام کا رفع ثابت ہوتا ہے اس سے درجات کی ترقی اور عزت کا رفع مراد ہے۔ رفع مکانی (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) اور جہت والا مراد نہیں۔ (احمدیہ پاکٹ بک)

ج…… اگر امام رازیؒ نے اس لفظ کی توجیہہ میں قبولیت عمل اور رفع درجات کے معنے بیان کئے ہیں تو رفع جسمانی کی توجیہہ بھی تو ذکر کی ہے۔ ایک توجیہہ کے بیان کرنے سے دوسرے معنے کی تردید یا نفی لازم نہیں آتی۔ پھر یہ حوالہ مرزا قادیانی کے حق میں اس وقت مفید ہوسکتا ہے جبکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ امام کی رائے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ ہیں اور ان کے نزدیک توفی کے معنے مرنے کے ہیں اور وہ دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں یا فوقیت مرتبہ اور درجہ کی بلندی بغیر موت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے رفع درجہ سے موت کے معنے اخذ کرنے ضروری ہیں۔ مگر یہ دونوں باتیں خلاف واقع اور غلط ہیں۔ جائز ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں اور رفع درجات اور قبولیت عمل بھی ان کو حاصل ہو۔ اس سے موجودہ وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔

امام رازیؒ بھی رفع درجات وغیرہ کے بحالت حیات ہی قائل ہیں۔ مرزا قادیانی کی طرح بذریعہ موت درجہ کی رفعت اور بلندی نہیں مانتے۔

چونکہ ایسے معنی مجازی مقصود اصلی یعنی تخلیص اور دشمنوں سے نجات دلانے اور زندہ

اٹھالینے کے منافی نہیں ہیں۔اس لئے اگر یہ معنے بھی لے لئے جائیں تو چنداں حرج نہیں ہے اور مکراللہ کے ساتھ تعلق صحیح رہے گا اور امام صاحب کا یہ فرمانا کہ آیت رفعت اور فوقیت پر دلالت کرتی ہے جہت اور مکان پر نہیں کرتی۔اس کا یہ مطلب ہے کہ اس توجیہہ میں رفع منزلت اور فوقیت مرتبہ ہی مراد ہوگی۔رفع مکانی مراد نہیں ہوگا۔اس عبارت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ جو کچھ رفع جسمانی کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں وہ غلط ہے۔اس آیت میں سوائے رفع درجہ کے کسی اور قسم کا رفع مراد لینا درست نہیں ہے۔

س...... تفسیر جامع البیان ص۵۲ میں ہے کہ رافعك الی ای الیٰ محل کرامتی یعنی اپنی عزت کے مقام کی طرف رفع کرنے والا ہوں۔گویا جنت میں داخل کروں گا۔ بفرمودہ:"یاایتهاالنفس المطمٔنة ۰ ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية"

(الفجر:۲۷،۲۸)

(تفسیر روح البیان ج۱ص۳۳۱) میں ہے"رافعك الی ای الیٰ محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذالك رفعاً الیه للتعظیم مثله قوله انی ذاهب الی ربی وانما ذهب ابراهيم عليه السلام من العراق الی الشام "یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف منسوب کرنا صرف تعظیم کے لئے ہے۔جیسا کہ اس قول میں ہے:ماذھب! حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے شام کی طرف گئے تھے۔ (احمدیہ پاکٹ بک)

ج...... ان دونوں عبارتوں کے نقل کرنے سے مرزائی جماعت کا یہ مطلب ہے کہ محل کرامت سے عزت اور شرافت کا درجہ مراد ہے۔فلک یا آسمان مراد نہیں ہے۔مگران کا یہ خیال سراسر غلط اور لغو ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رفع کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔جس سے خدا کے واسطے مکانیت سمجھی جاتی تھی۔

چونکہ خدا کے لئے کوئی جہت یا مکان مقرر نہیں ہے۔جس کی طرف کسی شئی کا رفع جسمانی ممکن ہو۔اس لئے مفسرین نے اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے الی سے الیٰ محل کرامتی اور مقر ملائکتی مرادلیا ہے۔دنیا جانتی ہے کہ فرشتوں کے رہنے کی جگہ آسمان ہے۔ اس لئے محل کرامت سے بھی وہ ہی مراد ہے۔

اب ایک شبہ اور تھا۔وہ یہ کہ جب رفع الی اللہ سے رفع الیٰ محل کرامة الله مراد ہے تو رافعك الیٰ محل کرامتی یا مقر ملائکتی کیوں نہیں کہا۔رافعك الیٰ کہہ کر رفع کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کس لئے کی ہے۔اس شبہ کا مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ رفع کی نسبت اپنی طرف اللہ

تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے کی ہے۔ جس طرح مسجد کو خانہ خدا یا کعبہ کو بیت اللہ اور مکہ کے رہنے والوں کو جیران اللہ، شرافت اور تعظیم کی غرض سے کہتے ہیں یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف سفر کرنے کو انی ذاھب الیٰ ربی کہہ کر اپنا رجوع الی اللہ ہونا ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی شرافت اور تعظیم شان کے لئے رفع کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کر دی ہے۔ اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح انی ذاھب الیٰ ربی سے شام کی طرف جانا مراد ہے۔ اسی طرح رافعك الیٰ سے جنت کی طرف لے جانا مراد ہے۔ معلوم نہیں کہ جنت کی طرف لے جانے کی خصوصیت کہاں سے لگادی۔ کیا کسی کو لے جانا جنت کے علاوہ دوسری جگہ نہیں ہوسکتا جو یا ایتھا النفس ! کا تائید اً پیش کرنا فائدہ مند ہو سکے۔ پھر انی ذھب الیٰ ربی کی تشبیہ سے یہ معنے کیوں نہیں لئے جاتے کہ جس طرح ذاھب الیٰ ربی سے ملک شام مراد ہے اسی طرح رافعك الیٰ سے رفع الی السماء مراد ہے۔ بعینہ خدا کی طرف جانا اور اس کی طرف اٹھانا دونوں جگہ مراد نہیں۔ علاوہ ازیں جب مرزائیوں کے نزدیک فی الحال جنت کا وجود ہی نہیں ہے تو اس کی طرف رجوع کرنے کے کیا معنی ہیں؟۔ امام رازیؒ اس تفسیر کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”وقد دللنافی المواضع الکثیرہ من ھذا الکتاب بالدلائل القاطعة علی انه یمتنع کونه تعالیٰ فی المکان فوجب حمل اللفظ علی التاویل ۰ وھو من وجوہ ألاول ان المرادالی محل کرامتی وجعل ذالك رفعا الیه للتفخیم والتعظیم ومثله قوله تعالیٰ انی ذاھب الیٰ ربی وانما ذھب ابراھیم علیه السلام من العراق الی الشام وقد یقول السلطان ارفعوا ھذاالامر الی القاضی وقدیسمی الحجاج زوار اللہ ویسمی المجاورون جیران اللہ والمراد من کل ذالك التفخیم والتعظیم فکذا ھھنا“ (تفسیر کبیر ج۸ص۷۳)

س...... مرزا قادیانی نے رافعك الیّ کا ترجمہ عزت کے ساتھ اٹھانے والا کر کے عزت کی موت مراد لی ہے اور ازالہ اوہام میں روح کا رفع کرنا لکھا ہے۔ کیا اس کا ثبوت کسی کتاب سے ملتا ہے۔

ج...... ہرگز نہیں۔ عزت کے ساتھ اٹھا لینے سے موت مراد لینی یا رفع کے معنے روح کرنے لغت کی کسی کتاب سے ثابت نہیں اور نہ عربی زبان کے محاورہ میں اٹھانے کے معنے موت کے آئے ہیں اردو کا محاورہ عربی پر چسپاں کرنا سخت جہالت اور دیدہ دلیری ہے۔ قرآن

شریف میں بھی اس کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ یہ محض مرزا قادیانی کی من گھڑت اوران کا تصرف فی اللغۃ ہے۔اس کے علاوہ رفع جسمانی اوراعزاز میں منافاۃ نہیں ہے۔دونوں زندگی کی حالت میں جمع ہوسکتے ہیں۔جیسا کہ رفع ابویہ علی العرش میں ہے۔یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے (عزت کے ساتھ)اپنے والدین کوتخت پر بٹھایا۔

توفی سے رفع الی السماء مراد لینے کا دوسرا قرینہ''ومطھرك من الذین كفروا '' ہے۔وہ اس لئے کہ تطہیر کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں۔چونکہ کفار خبث باطنی کی وجہ سے بعینہ نجاست قرار دیئے گئے ہیں۔جیسا کہ آیت''انما المشركون نجس (توبه:۲۸)'' سے ظاہر ہے۔اس لئے ان سے نجات دینے اور چھڑا لینے کوتطہیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔لہٰذا تطہیر کا لفظ تخلیص اور انجاً کے لئے بطور استعارہ استعمال کرنا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم اطہر تک کفاروں کا ناپاک ہاتھ نہ پہنچنا تسلیم کریں اوران کا صحیح سالم آسمانوں پر مرفوع ہونا مان لیں۔یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین تطہیر کو دشمنوں سے تخلیص اور انجاً کا وعدہ قرار دیتے ہوئے اس سے رفع جسمانی کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

''ومطھرك من الذین كفروا ای برفعی ایاك الی السماء''

(ابن كثير ج۲ ص ٤٠)

''عن ابن عباسؓ ان رھطامن الیھود سبوہ وامہ فدعا علیھم نسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللّٰہ بانہ یرفع الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود اخرجہ النسائی وغیرہ'' (السراج المنیر)

''وانما ارفعك لانی مطھرك من جوار الذین كفرو الثلا یصل الیك من آثارھم'' (تفسیر رحمانی)

غرض تطہیر سے عام مفسرین کے نزدیک دشمنوں سے ان کو بچانا اوران کے ناپاک ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک تک نہ پہنچنے دینا ہی مراد ہے۔اسی وجہ سے سورہ المائدہ میں احسانات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے''اذ كففت بنی اسرائیل عنك ''کوذکر فرمایا ہے۔اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پر چڑھانا اوران کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھنا اور ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوکنا اور پسلی میں تیر مارنا واقع ہوا ہوتا جیسا کہ مرزا علیہ ماعلیہ کہتا ہے تو اس ذلت اوررسوائی کے باوجود اس کو کبھی تطہیر اور کف سے کبھی تعبیر نہ کیا جاتا اور نہ موضع امتنان میں اس کا ذکر کرنا مناسب ہوتا۔

پھر قرینہ حالیہ بھی اس امر کا مقتضی ہے کہ یہاں تطہیر سے مراد دشمنوں کے مکر سے بچالینا ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ اس وقت کیا گیا جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے اور ان کی اہانت اور تذلیل کی کوشش کررہے تھے۔ اگر بخیال مرزا قادیانی اسی حالت میں یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور ان کے تذلیل کرنے اور اپنے خیال میں ان کو قتل کرنے اور مارنے میں کامیاب ہوگئے تھے تو کف اور تطہیر کے وعدے کی کوئی اصلیت باقی نہیں رہتی اور یہودیوں کا مکر تدبیر الٰہی کے مقابلہ میں غالب ماننا پڑے گا۔ یہ بات کسی کافر کے منہ سے نکل سکتی ہے مسلمان ایسا کہنے کی کبھی جرأت نہیں کرسکتا۔

س...... اگر تطہیر سے مراد اس جگہ ان الزامات سے بری کرنا لے لیا جائے جو آپ کی والدہ ماجدہ پر یہودیوں کی طرف سے لگائے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے قرآن میں اس سے بری ہونا ظاہر کیا گیا ہے تو کیا حرج ہے۔

ج...... رسول اللہ ﷺ کی معرفت مستقل طور پر حضرت مریم کی برأت ذکر نہیں کی گئی۔ بلکہ جو برأت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی شیر خوارگی کی حالت میں کرائی گئی تھی انہیں کلمات کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن عزیز ناقل اور اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ بری کرنے والے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔

چونکہ یہ برأت مہد اور گہوارہ میں زمانہ نبوت سے بہت پہلے لڑکپن میں ہوچکی تھی۔ اس لئے مطہرک کا وعدہ جو نبوت کے بعد رفع آسمانی کے قریب ہوا ہے کبھی برأت کا وعدہ نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ پانچ سو برس تک تو ان کو مورد الزام بنائے رکھا اور زنا کی تہمت سے ان کو بری نہ کیا اور جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو قرآن کریم میں ان کی برأت ذکر فرمادی جس کو یہودی خدا کی کتاب تسلیم نہیں کرتے۔ مصرعہ:

بریں عقل ودانش بباید گریست

آیت نمبر۶ ...... ’’وما قتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لہم (النساء:۱۵۷)‘‘

تحقیق لغوی ونحوی

التشبیہ ایک کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دینا ’’شبهته ایاه وشبهه تشبیها مانند اوکرد اند‘‘ (منتہی الارب ج۲ ص۳۲۰) اور بمعنی اشتباہ یعنی ’’پوشیده شدن کا رومانند آن‘‘ (منتہی الارب ج۲ ص۳۲۰) ’’منه امور مشتبه کارهائے مشکل‘‘ (منتہی الارب ج۲ ص۳۲۰)

''الفتنة تشبه مقبلة وتبين مدبرة ای انها اذا اقبلت شبهت على القوم وارتهم انهم على الحق حتیٰ يدخلوا فيها ويركبوا منها مالايجوز فاذا ادبرت وانقضت بان امرها فعلم من دخل فيها انه كان على الخطاء''

(مجمع البحار ج٣ص١٧٦)

''(فی الحديث) بينهما مشتبهات روی من التفعيل والافتعال شبهت بغيرها مالم تبين به حكمها على التعيين والتبست من وجهين لايعلم حكمها كثير من الناس انه حرام وحلال'' (مجمع البحار ج٣ص١٧٧)

''شبه عليهم بضهم شين وكسرموحدة ای اشتبه عليهم''

(مجمع البحارج٣ص١٧٨)

''شبه عليه الامر مجهولا مشكل شدبروے کار''

(منتهی الارب ج٢ص ٣٢٠)

لکن ،لکن مخفف حرف عطف ہے۔مگرلکن مشدد کی طرح استدراک کا فائدہ بھی دیتا ہے۔مفرد پرداخل ہوکرعطف مفردعلی المفرد کے لئے اور جملہ پرعطف جملہ علی الجملہ کے واسطے آتا ہے۔دنوں صورتوں میں نفی بغیرکبھی مستعمل نہیں ہوتا۔البتہ مفرد میں معطوف علیہ ہمیشہ منفی ہوتا ہے اورعطف جملہ میں معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک جملہ کا منفیہ ہونا ضروری ہے۔چونکہ معطوف اورمعطوف علیہ میں تعلق اورارتباط کا ہونالازمی ہے۔اس لئے جس حکم کی ایک جملہ میں نفی کی جائے گی دوسرے میں اسی کا ثبوت ضروری ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک حکم میں نفی اور اثبات کےدرمیان واقع ہوا کرتا ہے:

''فان كانت لعطف المفرد على المفرد فهی نقيضة لافتكون لايجاب مالنتفى عن الاول فتكون لازمه لنفی الحكم عن الاول نحوما قام زيد لكن عمرو ای قام عمرو وانكانت لعطف الجملة على الجملة فهی نظيرة بل فی مجيها بعد النفی والاثبات فبعد النفی لاثبات مابعدها وابعد الاثبات لنفی مابعد هانحوجاء فی زيد لكن عمرو ولم يجی وماجاء نی زيد لكن عمرو قد جأنی فعلے كل تقدير غير مستعملة بدون النفی (شرح جامی)''

علامہ عبدالحکیم فتکون لایجاب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:''لاثبات ماانتفی عن المتبوع مع الاستدراك''(تکملہ عبدالغفورص ۵۴۷)

معلوم ہوا کہ عطف مفرد میں جس حکم کی متبوع اور معطوف علیہ سے نفی کی جائے گی اسی کا تابع اور معطوف کے لئے ثابت کرنا ضروری ہے اور عطف جملہ میں اگر چہ معطوف علیہ کا منفی ہونا لازمی نہیں ہے۔ لیکن جملتین میں ایک ہی حکم پر نفی اور اثبات کا واقع ہونا ضروری ہے۔

اور کبھی لکن پر واؤ داخل کر دیا جاتا ہے۔ شارح رضی کے خیال میں ایسا واؤ عطف کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اعتراضیہ کہلاتا ہے:

''(قال عبدالحکیم فی التکمله) لعل وجهه ان الواؤ والعاطفة للجمع وليس مقصود والمتكلم لجاء زيد ولكن عمرو لم يجى افادة ان الحكمين المتغائرين متحققان فى نفس الامرفان المفيد لذالك جاء زيد ولم يجى عمروبل مجرد رفع التوهم الناشى من الكلام السابق وهولا تمام الاول فيكون للاعتراض''

اور بعض نحویوں نے واؤ کو عطف مفرد میں زائد لازم اور غیر لازم کہا ہے اور بعض کے نزدیک واؤ عطف مفرد علی المفرد یا عطف جملہ علی الجملہ کے لئے اور لکن محض استدراک کا فائدہ دیتا ہے۔ لیکن عطف جملہ میں جملہ معطوفہ کا صدر محذوف ہے اور معطوف علیہ میں مذکور:

''اختلف فى نحوما قام زيد لكن عمرو على اربعة اقوال احدها ليونس ان لكن غير عاطفة والواؤ عاطفة مفرداً على المفرد. والثانى لابن مالك ان لكن غير العاطفة والواؤ عاطفة جملة حذف بعضها على جملة صرح بجميعها قال فالتقدير فى نحوماقام زيد ولكن عمرو ولكن قام عمرو والثالث لابن عصفوران لكن عاطفة والو اؤ زائده لازمه والرابع لابن كيان ان لكن عاطفة والواوزائده غيرلازمه'' (حاشیہ جمال)

یہ اختلاف واؤ کے ساتھ لکن کے عاطفہ اور غیر عاطفہ ہونے کے متعلق اس وقت ہے جبکہ لکن مفرد پر داخل ہو اور اگر وہ جملہ پر آ جائے تو پھر لکن عاطفہ ہی ہوگا۔ ابتدائیہ وغیرہ نہیں ہوگا۔

ان لكن الداخل على الجملة عاطفه وهو مختار الزمخشرى فلايحسن الوقف على ماقبلها. (تکملہ عبدالغفور)

استدلال

اب اگر شبہ ماضی مجہول کے معنے تشبیہ دیا گیا اور شبیہ اور ہمشکل بنایا گیا کریں تو لکن عطف مفرد کے لئے اور کلام سابق سے اس وہم کو دور کرنے کے واسطے ہوگا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ

السلام مقتول یا مصلوب نہیں ہوئے تو یہود ونصاریٰ ان کے سولی پر مرنے اور بذریعہ صلیب قتل ہونے پر کیوں متفق ہیں۔

چونکہ عطف مفرد میں جس حکم کی متبوع یعنی معطوف علیہ میں نفی کی جائے گی اسی کا اثبات تابع اور معطوف میں ضروری ہے۔اس لئے شبہ لہم کا عطف وماقتلوہ وماصلبوہ کی ضمیر مفعول پر ہوگا۔تاکہ عطف مفرد علی المفرد بن سکے اور جو حکم متبوع یعنی ضمیر غائب سے منتفی کیا گیا ہے۔وہی شبہ کی ضمیر کے واسطے ثابت کیا جائے گا۔مگر شبہ فعل ہے اور فعل کا عطف ضمیر پر نہیں ہوسکتا۔اس لئے لفظ من نکال کر شبہ اس کا صلہ بنادیا جائے گا اور وہی ضمیر غائب پر معطوف بھی ہوگا۔اس صورت میں عبارت کی تقدیر اس طرح ہوگی۔وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن قتلوہ وصلبوہ من شبہ لھم!

چنانچہ تفسیر رحمانی میں اس کی یہی تقدیر نکالی ہے۔ولکن قتلوہ وصلبوا من القی علیہ شبہ یعنی حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کو سولی دی گئی۔بلکہ ان کی ایک شبیہ کو سولی دے کر مارا گیا۔

(مدارک ج۱ص۲۰۳اور کشاف ج۱ص۵۸۷) میں ہے۔ولکن شبہ لھم من قتلوہ! اس صورت میں عطف بھی صحیح ہوگیا اور پیدا شدہ وہم بھی جاتا رہا۔

اگرچہ من کا مرجع یا شبہ کی ضمیر مقتول کی طرف راجع ہونے والے لفظوں میں موجود نہیں ہے۔لیکن جب لکن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور سولی دیئے جانے کی نفی کی گئی تو بقاعدہ لکن ضروری ہوا کہ سولی پر مرنا حضرت عیسیٰ کے علاوہ غیر کے لئے ضرور ثابت ہو۔ورنہ لکن کا لانا صحیح نہیں رہے گا۔اس لئے مقتول اگرچہ لفظاً موجود نہیں ہے۔لیکن تقدیراً ضرور پایا جاتا ہے۔

''ان یسند الی ضمیر المقتول لان قولہ وماقتلوہ یدل علی انہ وقع القتل علی غیرہ فصار ذالک الغیر مذکورا بھذا الطریق فحسن اسناد شبہ الیہ'' (تفسیر کبیر ج۱۱ص۹۹)

دوسرے ''انا قتلنا'' میں یہودیوں نے قتل کا دعویٰ کیا ہے۔اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو ضرور وہاں کوئی ایسا آدمی ہوگا جس پر فعل قتل کا وارد ہوا ہے۔اور وہی مقتول ہے۔

''اوالی ضمیر المقتول لدلالۃ انا قتلنا علی ان ثم مقتولاً''

(ابوالسعود ج۲ص۲۵۱ والبیضاوی ج۱ص۲۱۵)

لہٰذا قتل ہونا یا سولی دیا جانا غیر کے واسطے ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سولی دیئے گئے۔ بلکہ عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے۔ وہوالمقصود!

اگر شبہ کو تشبیہ بمعنے اشتباہ سے لیں اور اس کے معنے مشتبہ یا پوشیدہ کیا گیا کریں تو پھر شبہ کی اسند جار مجرور یعنی لہم کی طرف ہوگی۔ جس طرح خیل الیہ یا ذہب بہ میں الیہ اور بہ نائب فاعل ہیں اور ان کے معنے وقع علیہ الخیال یا وقع علیہ الذہاب ہیں۔ ایسے ہی شبہ لہم کے معنے وقع لہم التشبیہ والاشتباہ کے ہوں گے اور لکن عطف جملہ علی الجملہ کے لئے ہوگا۔ چونکہ لہم کی ضمیر سولی دینے والے یہودی اور جن کو بعد میں خبر دی گئی اور وہ سولی دیئے جانے کے وقت قتل گاہ میں موجود نہ تھے۔ دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے پہلی صورت میں وہ معنے مراد ہوں گے جو علامہ ابن تیمیہ نے بیان کئے ہیں: ''ومنهم من يقول بل اشتبه على الذين صلبوه وهذا قول اكثر الناس (الجواب الصحيح ج ۱ ص ۳۱۳)'' اور یہی مطلب ہے ابوالسعود اور بیضاوی کی اس عبارت کا۔ كانه قيل ولكن وقع لهم التشبيه بين عيسىٰ عليه السلام والمقتول، لفظ لکن کی رعایت کرتے ہوئے اس کی وہ تقدیر ہوگی جو تفسیر جامع البیان میں ذکر کی گئی ہے: ''اى لكن وقع لهم التشبيه بين عيسىٰ والمقتول فقتلوا شابا من انصاره حسبوه عيسىٰ''

اور اگر لهم کی ضمیر سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو قتل کی خبر دی گئی تو پھر شبہ لہم کے یہ معنے ہیں: ''اى شبه للناس الذين اخبرهم اولئك بصلبه (الجواب الصحيح ج ۱ ص ۳۱۳)'' یعنی سولی کسی اور شخص کو دی اور لوگوں میں حضرت عیسیٰ کا قتل کرنا غلط مشہور کر دیا جس سے سننے والوں کو حقیقت حال کی خبر نہ ہوسکی۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ''فمن الناس من يقول انهم علموا ان المصلوب غيره وتعمدوا الكذب فى انهم صلبوه وشبه صلبه على من اخبروهم'' (الجواب الصحيح ج ۱ ص ۳۱۳ وهذا قول ابن الحزم ذكره فى الملل والنحل)

لہٰذا برعایت لکن یہ معنے کئے جائیں گے: ''شبه على الناس بصلب عيسىٰ وقد صلبوا غيره'' یا یہ مطلب ہے کہ قتل کوئی بھی نہیں کیا گیا۔ لیکن لوگوں میں قتل عیسیٰ کے متعلق غلط اور جھوٹی شہرت کی گئی۔ اس لئے سامعین پر امر قتل پوشیدہ اور مشتبہ رہے گا۔ حقیقت حال سے پوری واقفیت نہ ہوسکی۔ یہ معنے ابوالسعود اور بیضاوی نے فی الامر یعنی وقع لہم التشبیہ فی امر القتل سے ظاہر کئے ہیں۔ یہ توجیہ ان لوگوں کے خیال میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مصلوب یا

مقتول کوئی شخص نہیں ہوا۔ یہودیوں نے محض اپنی خفت اور شرمندگی دور کرنے کے لئے لوگوں میں غلط اور جھوٹی بات مشہور کردی تھی۔ اس وقت عبارت کی تقدیر اس طرح ہوگی: ''لکن قتلوا وصلبوا عیسیٰ الفرضی الذی ارجف بقتله كذبا فی زعم الناس وهو غير عیسیٰ بن مريم الذی نفی عنه الصلب فصح العطف لتغائره المسند اليه''

ان تینوں صورتوں سے یہ بات متفقہ طور پر اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے کر کسی اور طریقہ سے قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ قتل ہونے والا کوئی دوسرا شخص تھا جو فی الجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا یا کسی شخص کو قتل نہیں کیا گیا۔ لوگوں میں اس کے متعلق جھوٹی اور غلط بات مشہور کردی گئی تھی۔

فائدہ: جب تشبیہ کے معنے اشتباہ کے ہوتے ہیں تو اکثر اس کا صلہ علیٰ آیا کرتا ہے۔ مگر یہاں شبہ علیہم کی جگہ شبہ لہم کہا گیا ہے۔ تا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اشتباہ پہلے مقدر ہو چکا تھا اور دانستہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے کیا گیا۔ دیگر امور کثیرہ کی طرح اتفاقیہ نہیں تھا۔

(ذکرہ فی عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۱ طبع دیوبند)

یا اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ قتل عیسیٰ کی جھوٹی خبر لوگوں کو دھوکہ دینے کے واسطے گھڑی گئی تھی۔ (هذا مستفاد من الملل والنحل)

س...... شبہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ کی طرف ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ لفظوں میں مذکور ہے اور ان کے سولی دیئے جانے کا واقعہ یہود ونصاریٰ میں متواتر اور متفق علیہ بھی ہے۔ اس لئے آیت کے معنے بیان کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ جب قتل اور صلب کی حضرت عیسیٰ سے نفی کی گئی تو یہ شبہ ہوا کہ اگر وہ مقتول نہیں ہوئے تو یہود ونصاریٰ میں یہ بات کیوں مشہور ہوئی۔ لکن سے اس وہم کو دور کرنے کے لئے کہا کہ حضرت عیسیٰ مشابہ بالمقتول یا مشابہ بالقتل یعنی ادھ مویا بنادیئے گئے تھے۔ جس سے یہود ونصاریٰ کو دھوکا لگ گیا اور وہ ان کو مصلوب یا مقتول سمجھنے لگے۔ ورنہ وہ آخر وقت تک زندہ رہے اور ستاسی برس بعد اپنی طبعی موت مرے۔

ج...... شبہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹانی کئی وجہ سے درست نہیں ہے:

ا...... پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ لکن عطف مفرد اور عطف جملہ میں نفی اور اثبات کے درمیان واقع ہوتا ہے اور اس طرح کہ جس حکم کی متبوع یعنی معطوف علیہ میں نفی ہوتی ہے اسی کا معطوف میں اثبات ہوا کرتا ہے اور عطف جملہ میں اگرچہ ہر جملہ بجائے خود مستقل ہوتا ہے۔ لیکن

جس طرح عطف مفرد میں حکم معطوف اور معطوف علیہ میں بصورت نفی اور اثبات ایک ہی ہوتا ہے اور محکوم علیہ یا جس کے ساتھ حکم کا تعلق ہو وہ متغائر اور بدلا ہوا۔ ایسے ہی عطف جملہ میں جملہ معطوفہ کے اندر وہی حکم یا فعل ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں ہے۔ البتہ متعلق حکم کا ہر ایک جملہ میں الگ الگ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے اگر شبہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی گئی اور ان کو مشبہ اور مقتول مشبہ بہ کہا گیا تو معطوف اور معطوف علیہ دونوں میں محکوم اور محکوم علیہ اور متعلق حکم ایک ہی ہو جائیں گے اور اس صورت میں لکن متناقضین کے درمیان واقع ہوگا جس میں سے ایک کو صادق اور دوسرے کو کاذب کہنے کی وجہ سے کلام میں کذب لازم آئے گا اور اگر معطوف میں حکم سابق کی تقدیر فرض نہ کی گئی تو لکن عاطفہ کا لانا صحیح نہ رہے گا۔ چونکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کو مشبہ اور مقتول کو مشبہ بہ کہنا بھی درست نہیں ہے۔ پھر قتل کو مشبہ بہ کہنا تو اور بھی جہالت ہے۔ کیونکہ تشبیہ تشریک امر لامر فی صفتہ کا نام ہے۔ جب معنے وصفی مشبہ بہ ہو تو وجہ شبہ کیا چیز ہے۔ دوسرے ذات اور فعل کے درمیان کبھی تشبیہ نہیں ہوسکتی۔ امام رازیؒ آیت ''انما یعمر مساجد اللّٰہ (التوبہ:۱۸)'' کے تحت میں لکھتے ہیں کہ: ''فظاهر اللفظ يقتضى تشبيه الفعل بالفاعل والصفة بالذات وانه محال فلا بدمن التاويل''

(تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۱۲)

۲..... مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام ص ۳۷۸، خزائن ج ۳ ص ۲۹۴ پر) لکھا ہے کہ:

''منشاء ماصلبوہ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خداتعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا۔''

جب ماصلبوہ کے معنے مرزا قادیانی کے خیال میں یہ ہوئے کہ یہود نے مسیح علیہ السلام کو بذریعہ صلیب قتل نہیں کیا تو لکن کی رعایت کرتے ہوئے اگر معطوف میں صاحب کا ثبوت اس معنے سے لیا جائے کہ ان کو سولی پر چڑھایا گیا، ایذا اور تکلیف دی گئی، ادھ مویا بنایا گیا۔ مگر بالکل مارا نہ گیا۔ جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو اس صورت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں میں ایک حکم نہیں ہوگا۔ بلکہ معطوف علیہ میں صلب کے معنے دھار پر مارنا اور معطوف میں محض سولی پر چڑھانا ہوں گے اور وہ دونوں بالکل الگ الگ ہیں اور اگر صلیب کے دونوں جگہ ایک ہی معنے کئے گئے اور متعلق کو نہ بدلا تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو عقلاً محال ہے۔ اس لئے یہی کہنا پڑے گا کہ صلب کے معنے مارنے کے ہیں۔ مگر اس حکم کی نفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کی گئی اور لکن کے بعد اسی کا اثبات دوسرے کے لئے ہوا اور اس میں کوئی تعارض نہیں اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

۳...... حرف لکن جس شبہ یا وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے وہ شبہ جملہ سابقہ سے مسند الیہ اور فعل کے متعلق میں پیدا ہوتا ہے۔ نفس فعل یا جملہ میں نہیں ہوتا۔ علامہ جامی لکھتے ہیں کہ: ''ومعنے الاستدراك وقع تو هم يتولد من الكلا م المتقدم فاذاقلت جاء نى زيد فكانه توهم ان عمرا ايضاً جاًك كما بينهما من الالفة فرفعت ذالك الوهم بقولك لكن عمراً لم يجى (شرح جامى)''

لہٰذا پہلے جملہ کے نفس فعل میں شبہ پیدا کر کے سب کی نفی کرنا لکن کی وضع کے خلاف ہے۔

چونکہ حضرت عیسیٰ کا مقتول ثابت کرنا یہودیوں کا مقصود اصلی تھا۔ اس لئے ''انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله'' میں قتل کا دعویٰ کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو لقب اسم اور معنے وصفی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تاکہ متعلق فعل کے سمجھنے میں کسی طرح خفا باقی نہ رہ جائے۔ اگر نفس قتل کا ثابت کرنا مدنظر ہوتا اور متعلق کی تعیین اور تخصیص کی طرف زیادہ توجہ نہ ہوتی تو بجائے متعلق کے تاکیدات ذکر کرنے کے فعل کی تاکید بیان کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس دعوے کی وماقتلوه وماصلبوه سے تردید کرتے ہوئے مطلق فعل قتل اور صلب کی نفی نہیں کی۔ بلکہ متعلق فعل کی جو ان کا اصل دعوے تھا تردید کی ہے۔ اگر نفس فعل کی نفی کرنی مقصود ہوتی تو قتل اور صلب کے متعلق کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ عام کی نفی سے خاص کی نفی پر استدلال کرنا کافی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی توجیہہ اصل فعل کی نفی کرنے کی وجہ سے غلط اور خلاف مقصود ہے۔

۵...... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کے علاوہ ہر قسم کی اذیت اور تکلیف پہنچائی گئی تھی۔ تذلیل اور اہانت کے علاوہ صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور ادھ مویا بنا کر نیچے اتار لیا تھا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ بجائے دعویٰ قتل پر لعنت کرنے کے ان افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ پر یہودیوں کی مذمت کرتا اور محض انا قتلنا کے کہنے پر لعنت کا اظہار نہ کرتا۔ ایسی اہم بات کو چھوڑ کر صرف دعویٰ قتل کو لعنت کا سبب قرار دینا اس امر کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ قتل وصلب اور ان کے اسباب اور ذرائع میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش نہیں آئی۔

٦...... اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المائدہ۱۱۰) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسانات کا بیان کرتے ہوئے: ''اذكففت بنى اسرائيل عنك'' کو بھی ذکر کیا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ

یہودیوں کے ہاتھوں سے مشبہ بالمقتول یا ادھ مویا بنائے گئے تھے تو بنی اسرائیل سے بچالینے کو احسانات کے ضمن میں ذکر کرنا ہرگز صحیح نہیں تھا۔

۷...... اگر مرزا قادیانی کی رائے میں یہودی حضرت عیسیٰ کے پکڑنے، مارنے پیٹنے اور سولی پر چڑھا کر اپنے خیال میں ان کو قتل کر دینے میں کامیاب ہوگئے تھے تو آیت: ''مکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:۵٤)'' میں اللہ کا اپنی تدبیر کو یہودیوں کے مقابلہ میں غالب فرمانا صحیح نہیں رہتا۔ اور نہ: ''اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ'' کا تعلق ''مکر اللّٰہ یا خیر الماکرین'' کے ساتھ درست ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت کو جھوٹا قرار دینا ملحد اور بددین ہی کا کام ہے۔

۸...... رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ میں سے کسی شخص نے اس آیت کی یہ تفسیر نہیں کی ہے۔ یہ مرزا قادیانی کی خانہ ساز تفسیر ہے جو تحریف قرآنی اور بالرائے ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۹...... تمام یہودی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مار دیئے گئے اور ان کو زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ نصاریٰ کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن وہ ان کے مقتول ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آسمانوں پر چلے جانے کے قائل ہیں۔ مسلمان اور نصاریٰ کی قدیم جماعتوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے اور سولی دینے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ البتہ ان کی جگہ ایک اور شخص کو جو انہی کا ہم شکل تھا سولی دی گئی۔ (دیکھو ترجمہ سیل صاحب)

غرض جو فرقہ حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھنے کا قائل ہے وہ ان کے قتل ہونے اور صلیب پر مر جانے کا بھی قائل ہے اور جس نے حضرت عیسیٰ کے متعلق صلیب کا انکار کیا ہے وہ یہودیوں کے ہاتھوں میں ان کے پکڑے جانے سے بھی منکر ہے۔ ان تینوں جماعتوں میں اس بات کا کوئی شخص بھی قائل نہیں کہ صلیب پر تو ضرور چڑھائے گئے۔ لیکن اس پر مرے نہیں۔ البتہ زخمی ہوگئے تھے۔ علاج کرنے سے اچھے ہوگئے۔ یہ واقعہ مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے ہی گھڑ لیا۔ قرآن اور لغت عربی میں قیاس تو چلاتے ہی تھے۔ اب تاریخی واقعات بھی ان کی جنبش قلم کے رہین منت ہونے لگے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ سولی دیئے جانے کے وقت وہاں موجود تھے ان پر تو مصلوب کا مرنا پوشیدہ نہیں رہا۔ مگر مرزا قادیانی کو دو ہزار برس کے بعد پنجاب کے ایک گاؤں میں ان کا سانس چلتا ہوا نظر آنے لگا۔ پھر ان سے کوئی پوچھے کہ جب آپ کے نزدیک یہود و نصاریٰ کا

تواتر قابل سند ہے تو صلیب پر مرنے کے تواتر کو کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا۔

۱۰...... پھر کیا کسی تاریخ یا صحیفہ آسمانی سے یہ بات پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی نبی نے قوم کی ایذا اور تکلیف سے تنگ آ کر تبلیغ کا کام چھوڑ دیا اور ستاسی برس گمنامی میں چپ چاپ گزار کر عالم بالا کو رخصت ہو گئے ہوں۔ بڑی حیرت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بنا کر بنی اسرائیل اور یہود کی طرف بھیجے گئے۔ مگر وہ ان سے منہ چھپا کر مشرکین کی اصلاح کے لئے کشمیر میں آ کودے۔ پھر خدا تعالیٰ بھی ان سے اس حرکت پر کسی قسم کا کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام پر قوم سے کچھ دن کے لئے الگ ہو جانے کی وجہ سے کیا ہے اور نہ وہاں کے باشندے اس نووارد مہمان کے نام اور پتہ اور اس کے مذہب سے واقف ہوں۔

س...... القاء شبہ علی الغیر دھوکا دہی اور ظلم ہے اور نیز کسی صحیح روایت سے اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں۔ مفسرین نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا ہے وہ نصاریٰ کی تعلیم سے لیا ہے۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت جزوی اس شخص میں پیدا کی گئی جو نشان دہی کے واسطے یہودیوں کو چڑھا کر لایا اور حضرت عیسیٰ کو پکڑنے کے لئے اندر مکان میں داخل ہوا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالینا اور ان کی جگہ اس آدمی کو یہودیوں کی نظر میں مشتبہ بنا کر پھنسا دینا جو ان کے نقصان کے درپے تھا آیت: ''لا یحیق المکر السیئ الا باھله (فاطر:۴۳)'' اور چاہ کن را چاہ درپیش جیسے ضابطہ کے موافق اور عین انصاف ہے۔ نیز توریت میں کئی جگہ لکھا ہے کہ اشرار نیکوں کی جان کا فدیہ ہوا کرتے ہیں۔ اس حکم کا یہ تقاضا تھا کہ ایسا مجرم حضرت عیسیٰ کے بدلے دار پر کھینچا جائے۔ (ذکر فی عقیدۃ الاسلام ص۱۲۱ طبع دیوبند)

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک ہم شکل آدمی کو قتل کرانے سے نصاریٰ کی اس جماعت پر بھی رد کرنا مقصود تھا۔ جو ان کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا بیٹا تجویز کرنے والی تھی۔ تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص تکالیف اور مضرتوں سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ خدا بھی کسی طرح نہیں ہوسکتا اور ایسا کرنے میں کسی قسم کی تلبیس یا دھوکا دہی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اصل واقعہ کے جاننے والے حواری موجود تھے۔ جنہوں نے رفع آسمانی کے بعد اصلیت کو لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور اس شبہ کا ازالہ کر دیا۔ چنانچہ انجیل برنباس میں جو ایک حواری کی ہے اور مصنف فوٹیس نے رسولوں کے سفرنامہ سے اس خیال کی تردید حواریوں سے نقل کی ہے۔ اسی وجہ سے شروع میں بعض نصاریٰ کے فرقوں کا یہی خیال رہا ہے جو آج مسلمانوں کا ہے۔

رہا یہ خیال کہ اس میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر

نصاریٰ سے ماخوذ ہے بالکل غلط ہے۔علامہ سیوطی ؒ نے درمنثور میں نسائی اور ابن کثیر وابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے اور (ابن جریر ج۶ص۱۹) نے ابی مالک سے عبد بن حمید اور ابن منذر نے شہر بن حوشب سے ان من اہل الکتاب کے تحت میں اس اثر کو نقل کیا ہے۔(درمنثور ج۲ص۲۴۱) حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطیؒ نے ابن عباسؓ کے اثر کی تصحیح اور توثیق بھی کی ہے:

''ففی الدر المنثور اخرج عبدبن حمید والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباسؓ قال لماارادالله ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج الی اصحابه ...... ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء (درمنثور ج۲ص۲۳۸ وللنسائی تفسیر مفرد رواه حمزه عنه قال ابن کثیر بعد ماذکر اسناد ابن ابی حاتم وهذا اسناد صحیح الی ابن عباسؓ ورواه النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویه بنحوه ابن کثیر ج۲ص۳۹۸)''

اگر چہ حافظ ابن کثیر اور علامہ سیوطی جیسے ثقات کی توثیق وتصحیح کے بعد اس اثر کے وقف ورفع میں بحث کرنی فضول ہے۔کیونکہ صحابی کا وہ قول جس کی تردید کسی آیت یا حدیث سے نہ ہوتی ہو ماننا ضروری ہے۔جیسا کہ ابن عابدین نے شامی نے لکھا ہے کہ:''ان قول الصحابی حجةیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شئی اخر من السنة (درالمختار ج۱ص۵۷٤)'' مگر اصول حدیث کے قاعدہ سے یہ اثر حکم میں حدیث مرفوع کے ہے۔کیونکہ صحابی کا وہ قول جس میں قیاس اور اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے۔علاوہ ازیں مقدمہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کئی مرتبہ قرآن مجید اول سے آخر تک حضور نبی کریم ﷺ کو سنایا اور مضامین کے متعلق استفسار کیا ہے۔اس لئے ابن عباسؓ نے اس جگہ جو کچھ فرمایا ہے وہ یقیناً رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی فرمایا ہے۔اس کو نصاریٰ کی تعلیم سے ماخوذ بتانا دروغ بافی اور سراسر ناانصافی ہے۔نصاریٰ کا عام خیال اور مشہور عقیدہ تو ان کے مصلوب ہو جانے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے متعلق ہے۔اگر ابن عباسؓ کو اسرائیلیات ہی لینی ہوتی تو یہود اور نصاریٰ کی مشہور بات لیتے۔جیسا کہ مرزائیوں نے موجودہ اناجیل اربعہ اور اسرائیلی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کو ترک کیا ہے اور صلیب کا عقیدہ اسلام میں جاری کرنا چاہا ہے۔پھر حضرت عیسیٰ کے قتل وصلب کی نفی اس توجیہہ پر موقوف نہیں ہے۔دیگر توجیہات سے بھی یہ غرض حاصل ہورہی ہے۔اگر القاء شبہ کا ثبوت یقینی نہ ہو تب بھی مرزا قادیانی کے بیان کردہ غلط معنے لینے جائز نہیں ہیں۔

س...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا واقعہ بہت مشہور ہے اور جو چیز تواتر سے ثابت ہو اس کا انکار کرنا جائز نہیں۔

ج...... صلیب کے وقت یہودیوں کی بہت تھوڑی جماعت وہاں موجود تھی۔ نصاریٰ یا حواریوں میں سے ایک آدمی بھی اس وقت حاضر نہ تھا۔ اس لئے یہ خبر متواتر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جس خبر کی شہرت اور تواتر کی انتہاء قلیل افراد پر نکلتی ہو وہ متواتر نہیں کہلاتی:

''ان الحاضرين فى ذالك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهه على الجمع القليل جائز والتواتر اذا نهتى فى آخر الامر الى الجمع القليل لم يكن مفيد اللعلم'' (تفسير كبير ج٨ص٧٥ تحت آيت انى متوفيك)

''فان الاناجيل التى بأيدى اهل الكتاب فيها ذكر صلب المسيح وعندهم انها ماخوذة عن الاربعة مرقس ولوقاو يوحنا ومتى لم يكن فى الاربعة من شهد صلب السميح ولا من الحواريين بل ولا فى اتباعه من شهد الصلب وانما الذين شهدوا الصلب طائفة من اليهود''

(الجواب الصحيح ج١ص٣١٣)

۲...... اگر تواتر بھی ہے۔ وہ واقعہ صلیب میں ہے حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے میں کوئی تواتر نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائیت کے شروع میں فرقہ بی سی لی دین رسیر نہتین اورکاباکریشن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے منکر تھے۔ (راجہ بیل صاحب)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ نصرانیت صحیح طور پر رفع آسمانی سے تین سو برس تک رہی۔ بعد میں بگڑ گئی۔

۳...... یہودیوں کو حضرت عیسیٰ کے متعلق خود اشتباہ واقع ہوگیا تھا۔ جس شخص کو انہوں نے سولی دی تھی۔ اس کو یقینی طور پر عیسیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:''ان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ۰ مالهم به من علم الااتباع الظن (النساء:۱۵۷)''

تواتر میں جو ایقان ویقین ہونا چاہئے اس کے یہاں یہودی خود متردد ہیں:''فاذا جمع هذا لشروط الاربعة اى عدد كثير احالت العادة تواطئهم وتوا فقهم على الكذب ورد ذالك عن مثله من الابتداء الى الانتها وكان مستندا انتها هم الحسن والنضاف الى ذالك ان تصحبه خبرهم افادة العلم لسامعه فهذا هوالمتواتر (شرح النخبه)''

س...... آیت میں قتل اور صلب دونوں کی نفی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔
ج...... اگرچہ صلب بھی قتل کرنے کی ایک صورت ہے اور قتل کی نفی سے صلب کی نفی ہوجاتی ہے۔ لیکن عرف میں قتل اسی پر بولا جاتا ہے جو سولی کے بغیر ہو۔ اس لئے اگر ایک کو ذکر کیا جاتا تو دوسرے کی نفی رہ جاتی اور مقصد حاصل نہ ہوتا۔
۲...... ماقتلوہ یہود کے دعویٰ قتل کی تردید ہے اور ماصلبوہ میں نصاریٰ کا رد ہے۔
۳...... یہودی پہلے قتل کرتے اور پھر سولی پر لٹکایا کرتے تھے۔ قرآن عزیز میں ان دونوں باتوں کی تردید کردی۔ تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے میں بالکل ناکامیاب رہے۔

آیت نمبر ۷...... ''وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه (نساء:۱۵۷)''

تحقیق معنے بل

لفظ بل لغت میں اعراض اور اضرار کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جس کے معنے نہ چنانست ہیں (صراح) مفرد اور جملہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ مفرد میں کبھی صرف اضراب کے لئے اور کبھی اضراب کے ساتھ ترقی کے واسطے آتا ہے: ''واما للترقى فلاينا فى الحروف العاطفة فانه اذا قيل ماراء يت زيداً الا مير بل السطان فانها للترقى''
(حاشیہ عبدالرحمٰن علی شرح الجامی ص۳۹۱)

اور جملہ پر داخل ہوکر تنہا اضراب کے واسطے کبھی نہیں آتا۔ بلکہ اضراب کے ساتھ ابطال یا انتقال یا تاکید کے معنے دیتا ہے۔ یعنی جملہ اولیٰ کو رد کرنے یا ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے یا ماقبل کی مابعد سے تاکید اور موافقت بیان کرنے کے واسطے آتا ہے۔ علامہ عبدالحکیم فرماتے ہیں:

''وامافى عطف الجملة على الجملة فللا ضراب امابا بطال نحو قالوا تخذ الرحمن ولداً سبحانه بل عبادا مكرمون وامابا نتقال من غرض لے آخر نحو قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلے بل تؤثرون الحيواة الدنيا وهى فى ذالك كله حرف ابتداء لاعاطفة على الصحيح كذافى المغنى فلذالم يتعرض له الشارح ويجوزان يوافق مابعد ها لما قبلها اثباتا ونفياً قال الله انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم تجهلون وقوله تعالىٰ

ام یقولون افتراہ بل ھو الحق من ربك'' (تکملہ عبدالغفور ص٥٤٧)

''وبل یکون فی الجملة للابطال والانتقال''

(بحرالعلوم علے مسلم الثبوت)

''بل ھو حقیقة فی الاعراض وھو متنوع تارة یکون لجعل الاول مسکوتا اومقرر الابطال الاول نفسه اوغرضه'' (بحرالعلوم علی السلم)

''قالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانه بل عباد مکرمون ''میں بل کے مابعد عبودیت ذکر کرنے سے دعوئ ولدیت کی جو عبودیت کے منافی اور بل کے ماقبل مذکور ہے تردید ہوگئی۔ گویا بل کا تعلق مقولہ کے ساتھ ہے نہ قول کے ساتھ۔ کیونکہ قول کا واقع ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس کو باطل نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر بل کو انتقالیہ لیں تو پھر قول ہی سے تعلق ہوگا۔

''قال العلامة الصبان قوله نحوو قالو أتخذ الرحمن ولدا سبحانه الخ۰ قبل فی نحوذالك للاضراب الابطال بناء علی ان المضرب المقول بالمیم اما اذا کان المضرب عنه القول فلا ضراب انتقال اذ الاخبار بصدور ذالك منھم ثابت لایتطرق الیه الابطال''

معلوم ہوا کہ بل ابطالیہ میں بعینہ جملہ سابقہ کا باطل کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ کبھی جس غرض سے وہ جملہ بیان کیا جاتا ہے اس غرض کی تردید کرنی مقصود ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ بحرالعلوم سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ یہاں بھی دعوئ ولدیت کرنے کی وجہ سے اس جملہ کی حکایت کی گئی ہے اور پھر اسی کی بذریعہ بل تردید فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح: ''افلم یکونوا یرونھا بل کانوا لایرجون نشورا (فرقان:٤٠)'' میں عبرت کے دیکھنے کی تردید ہے۔ عدم روئیۃ کی جو ماسبق جملہ کا مفاد ہے۔ تردید نہیں ہے۔ بعینہ'' وماقتلوہ یقینا بل رفعه اللّٰه الیه ''میں بھی بل سے دعوئ قتل کا ابطال ہے جو ماقتلوہ کہنے کا سبب ہے۔ عدم قتل کی نفی نہیں ہے۔ اگرچہ بل انتقالیہ پہلے کی طرح جملہ اولیٰ کو باطل کرنے کے واسطے نہیں ہوتا۔ مگر اس کے ماقبل اور مابعد کی غرض ضرور بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے بل دونوں صورتوں میں متغائرین کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ بل ابطالی میں تغائر معنوی اور انتقالی میں بلحاظ غرض تغائر اور اختلاف ہوا کرتا ہے۔ البتہ جس وقت بل کا مابعد ماقبل کے موافق ہو تو پھر جملتین میں اختلاف نہیں ہوتا۔

(تاج العروس شرح قاموس ج۱۴ص۶۸) میں مبرد وغیرہ سے منقول ہے کہ جملہ میں بل استدراک مع الاضراب کے لئے آتا ہے اور ایسا ہی صبان سے مروی ہے:''قال الصبان وقد

عد فی المغنی من الامور التی اشتهرت بین المعربین والصواب خلافها قولهم بل حرف اضراب قال وصوابه حرف استدراك واضراب فانها بعد النفی والنهی بمنزلة لکن سواء''

چونکہ بل ماقتلوہ میں نفی کے بعد آیا ہے۔اس لئے مذکورہ بالا تحقیق کی رو سے بھی وہ لکن کی طرح متغائرین کے درمیان واقع ہونا چاہئے۔

استدلال

اگر بل آیت میں جملہ پر داخل ہونے کی وجہ سے ابطالیہ ہے تو بل ابطالیہ میں مابعد بل سے بعینہ ماقبل کی یا اس کی غرض کی تردید کی جاتی ہے اور بل اس طرح سے متغائرین کے درمیان واقع ہوا کرتا ہے مگر یہاں بل سے پہلے عدم قتل مذکور ہے جس کا باقی رکھنا ضروری ہے۔اس لئے رفع سے عدم قتل کی تردید نہیں ہوگی۔ بلکہ قتل مسیح کے دعویٰ کا ابطال ہوگا جو ماقتلوہ کی غرض اور اس کے بیان کرنے کا سبب ہے:''بل رفعه الله الیه رد وانکار لقتله واثبات لرفعه''

(بیضاوی ج۱ ص۲۱٦ وابوالسعود ج۲ ص۲۰۲)

لیکن اثبات رفع سے قتل کی تردید اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ رفع سے رفع جسمانی مراد لیں۔کیونکہ رفع روحانی یا رفع درجات اور قتل میں کوئی منافاۃ نہیں ہے۔چنانچہ شہید میں دونوں جمع ہیں۔اس لئے آیت میں رفع سے رفع جسمانی ہی مراد لینا چاہئے۔تاکہ بل ابطالیہ کا لانا صحیح ہوسکے اور رفع اور قتل کا باہمی مقابلہ درست ہو۔اگر بل کا تعلق نفی اور عدم قتل کے ساتھ کیا جائے تو بل انتقال کے واسطے ہوگا۔لیکن پھر بھی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف انتقال کرنا رفع جسمانی ہی کی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے۔رفع روحانی وغیرہ لے کر نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ماقتلوہ کی غرض قتل کی تردید اور رفعہ سے رفع آسمانی کا اثبات مقصود ہے اور یہ دونوں الگ الگ دو غرضیں ہیں۔مگر رفع درجات کی صورت میں ایسا نہیں ہوسکتا۔کیونکہ مرزاقادیانی کے نزدیک ماقتلوہ سے قتل لعنت کی نفی اور علو مرتبت کا اثبات مقصود ہے اور یہی رفعہ اللہ الیہ کی غرض ہے۔اس لئے رفع سے رفع روحانی وغیرہ مراد لے کر بل انتقالیہ لانا صحیح نہیں ہوتا۔

۲...... چونکہ مخاطب کے اعتقاد کے خلاف کسی حکم کا بیان کرنا قصر قلب کہلاتا ہے اور ماقتلوہ یقیناً میں بھی یہودیوں کے اعتقاد کے خلاف قتل مسیح کی تردید کی گئی ہے۔اس لئے ماقتلوہ قصر قلب ہے۔لیکن قصر قلب میں اعتقاد مخاطب کے خلاف حکم بیان کرنے کے باوجود مخاطب کے عقیدہ کی صراحتاً نفی کرنی ضروری ہے۔مثلاً جو شخص خلاف واقع زید کے بیٹھنے کا یقین

رکھتا ہے اور اس کے قائم ہونے کا قائل نہیں ہے تو اس کے خیال کی تردید کرنے کے لئے زید قائم لا قاعد کہا جائے گا۔ اگرچہ صرف زید قائم کہنے سے بھی اعتقاد مخاطب کی ضمناً نفی ہو جاتی ہے۔ مگر لا قاعد کہہ کر اس کی صراحتاً نفی کرنی تقویت حکم کے لئے لازمی ہے۔ اسی طرح ماقتلوہ سے یہودیوں کے عقیدہ کی تردید کر کے مزید تقویت کے واسطے رفع کو ذکر کرنا ضروری ہے اور رفع سے رفع جسمانی مراد لینا اور بوجہ منافاۃ قتل کی نفی کرنا لازمی ہے۔

۳...... چونکہ بل اضراب مع الاستدراک کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لئے قتل کی نفی کرنے سے جو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر قتل نہیں کئے گئے تو واقعہ صلیب کے بعد کیوں دفعتاً غائب اور لاپتہ ہو گئے ہیں۔ وہم کو بل سے دور کرتے ہوئے بتادیا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھالئے گئے۔ اس لئے اس واقعہ کے بعد ان کے متعلق دنیا کی خبریں منقطع ہو گئیں۔ رفع درجات یا رفع روحانی لینے سے یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ستاسی سال تک زندہ رہنے کے باوجود وہم سابق کو دور کرنے کے واسطے یہ کہنا کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فوراً خبر اس لئے منقطع ہو گئی تھی کہ وہ ستاسی برس زندہ رہ کر اپنی طبعی موت مر گئے تھے کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

۴...... احادیث متواترہ اور تمام امت کا متفقہ فیصلہ اہل عقل کے نزدیک اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ محض رفع درجہ یا رفع روحانی مراد نہیں۔

۵...... وماقتلوہ کی ضمیر بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اس لئے جو شئے قتل کا مفعول بنے گی۔ وہی چیز رفع کا بھی مفعول ہوگی۔ ورنہ مابعد بل کا ماقبل سے کوئی تعلق نہ رہے گا اور ایسا ہونا بل کے ابطالیہ یا انتقالیہ وغیرہ ہونے سے مانع ہے۔ ظاہر ہے کہ قتل جسم مع الروح پر واقع ہوتا ہے۔ اس لئے رفع بھی مع الروح کے لئے ہوگا: ''رفع عیسیٰ الی السماء ثابت بهذه الآية'' (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۱۰۳)

۶...... ماقتلوہ سے قتل لعنت کی تردید ہے جو بحکم توریت مصلوب کے لئے لازمی ہے اور رفع سے عزت کی موت کا اثبات ہے جو پہلے مضمون کی منافی ہے۔ اس لئے بل ابطالیہ کا لانا صحیح ہے۔ علاوہ ازیں اگر جملتین کی غرض ملعونیت کی نفی کرنا ہو تو پھر بھی بل کا لانا تاکید اور اظہار موافقت کے لئے درست ہے۔

ج...... ماقتلوه سے قتل لعنت کی نفی کرنا اور رفع سے رفع روحانی اور عزت کی موت مراد لینا کئی وجہ سے غلط ہے:

۱...... صلیبی موت مطلقاً نہ توریت میں لعنت کا سبب ہے اور نہ قرآن اور حدیث میں۔ جہاں بھی ہے مجرم کا جرم لعنت کا سبب ہے۔ توریت کی ۲۲ اور ۲۳ دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ صلیب پر مرنے والا وہی شخص ملعون ہے جو کسی گناہ اور جرم کے پاداش میں صلیب پر مارا گیا ہو۔ ہر مصلوب لعنت کا مستحق نہیں ہے۔ توریت میں ہے کہ: ''اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت میں لٹکا دے۔ تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تیری زمین جس کا وارث تیرا خداوند خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جائے۔'' (توریت آیت ۲۲، ۲۳، استثناء باب ۲۱)

تیئسویں آیت میں وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے کے فقرہ میں وہ کا اشارہ اسی مجرم کی طرف ہے جو اس سے پہلے بائیسویں آیت میں مذکور ہے۔ اگر ہر مصلوب کی ملعونیت ثابت کرنی مقصود ہوتی تو یہ فقرہ اس طرح ہوتا کہ جو شخص پھانسی دیا جاتا ہے وہ خدا کا ملعون ہے۔ اس کے علاوہ وہ جو موصول ہے اور پھانسی دیا جانا اس کا صلہ ہے۔ چونکہ موصول پر حکم لگانے سے پہلے صلہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مصلوب ہونے کے متعلق وہی علم ہوگا جو بائیسویں آیت سے حاصل ہو رہا ہے۔ بائیسویں آیت میں مجرم کا اپنے گناہ کی سزا میں مصلوب ہونا مذکور ہے۔ اس لئے یہاں بھی وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے اس سے مجرم ہی مراد ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ساحروں کو فرعون نے سولی دے کر مارا۔ مگر وہ سب کے سب مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ ایک بھی ملعون نہ تھا۔ سورہ طٰہٰ میں ہے کہ: ''ولاصلبنکم فی جذوع النخل (طه:۷۱)'' ''فرعون نے اپنا ارادہ پورا کیا اور ان سب کو دار پر کھینچ دیا۔''

''قال ابن عباسؓ کانوا فی اول النهار سحرة وفی آخرها شهداء (تفسیر کبیر ج۲۲ ص۸۸ تحت آیت انه لکبیرکم الذی علمکم السحر۰طه:۸۱)''
اسی طرح صحیحین میں حضرت خبیبؓ کا جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں سولی پر مارا جانا مذکور ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فی الواقع غیر مجرم تھے۔ اس لئے ان کا سولی دیا جانا لعنت کا سبب نہیں ہوسکتا۔

۲...... رفع قتل کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مقتول ہونا لعنت کا سبب نہیں

ہے۔ ورنہ شہداء اور وہ انبیاء علیہم السلام جو یہودیوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے عیاذاً باللہ! اس سزا کے مستحق ہوں۔

۳...... اگر یہودیوں کی نظر میں لعنتی ثابت کرنا ہوتا تو بجائے انا قتلنا کے انا صلبنا کہتے اور ماقتلوہ کی جگہ ماصلبوہ ذکر کیا جاتا۔ جس سے یہودیوں کے خیال کی پوری پوری تردید ہو جاتی یا ماھو ابملعون بل رفعہ کہہ کر صاف لفظوں میں یہودیوں کا رد کیا جاتا۔ لہٰذا یہودیوں کا قتل مسیح پر زور دینے اور اللہ تعالیٰ کا ان کی تردید میں قتل مسیح ہی کی تردید کرنے سے ظاہر ہے کہ یہودیوں نے نہ کبھی لعنتی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اس کے رد میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔

۴...... اگر ماقتلوہ کو قتل لعنت کی نفی کے لئے خاص کرلیں تو قتل کی ایک قسم قتل رفعت باقی رہ جائے گی جو ماقتلوہ کی نفی میں داخل نہ ہوگی۔ اس وقت یہ معنے ہوں گے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی موت تو نہیں مارا مگر عزت کی موت ضرور مارا ہے۔ اس صورت میں انا قتلنا کی تردید نہ ہوگی۔ بلکہ تاکید ہوگی۔

۵...... پھر رفعہ سے موت طبعی مراد لے کر رفع اعزازی کا ارادہ کرنا اور اس کو لعنت کی ضد قرار دینا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہر طبعی موت رفع درجہ کو مستلزم ہو۔ بہت سے کافر اپنی طبعی موت مرے ہیں۔ مگر درجہ کسی کا بھی بلند نہیں ہوتا۔ لہٰذا رفع کے معنے اعزازی موت کرنا غلط ہے۔

۶...... اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رسول ہونا اور دنیا اور آخرت میں ذی وجاہت ہونا مسلم ہے تو ضمنی تردید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

۷...... اور جبکہ یہود ونصاریٰ کے خیال میں ان کی صلیبی موت یقینی ہے تو ان کو مشابہ بالمقتول ثابت کر کے لعنت کی نفی کرنی بالکل غیر مفید چیز ہے۔ اس تردید کا فائدہ تو اس وقت ہوتا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھری کی طرح صلیب اپنا کام نہ کرتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحیح سالم اوپر سے اترتے۔ بلکہ ان کا مشابہ بالمقتول ہونا یہودیوں کی تصدیق کرے گا اور قرآن کا دعویٰ ان کے مقابلہ میں بے دلیل ہوگا۔ اگر یہودیوں کے مقابلہ میں طبعی موت کا ذکر کرنا مدنظر ہوتا تو بجائے رفعہ اللہ کے اماتہ اللہ کہنا زیادہ مناسب ہوتا۔

۹...... اگر رفع سے رفع روح یا رفعت مرتبہ مراد ہو تو قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹانی بالکل ناجائز ہو جائے گی۔ باوجودیکہ اس ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی طرف لوٹانا بالاتفاق جائز ہے۔ زائد از زائد اولیٰ یا غیر اولیٰ کہہ سکتے ہیں۔ مگر نفس جواز میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔

۱۰۔۔۔۔۔ رفع درجات موت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بغیر موت وارد ہونے کے بھی درجات بلند ہوسکتے ہیں۔ اس لئے جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور رفع درجات اور عدم قتل دونوں باتیں ان پر صادق آئیں۔ لہٰذا رفع درجات اور طبعی موت میں تلازم سمجھتے ہوں گے۔ رفع کا ترجمہ عزت کی موت کرنا بالکل غلط ہے۔

۱۱۔۔۔۔۔ بل رفعه اللّٰہ الیہ میں فعل ماضی کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کی سعی کی جارہی تھی۔ اس وقت رفع ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تو ستاسی برس کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ اس کو بل کے برابر اور ساتھ ذکر کرنا ہرگز جائز نہیں۔

س۔۔۔۔۔ اگر اعلیٰ درجہ مراد لیں تو کان اللّٰه عزیز حکیما سے اپنی ذات اور حکمت کا اظہار کرنا بے موقعہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے درجات بلند کرنا معمولی بات ہے۔ تعجب اور حیرت کی جگہ نہیں ہے جس کو دور کرنے کے واسطے قدرت کا اظہار کرنا ضروری ہوتا۔

ج۔۔۔۔۔ ’’والمراد من العزة كمال القدرة ومن الحكمة كمال العلم فنبه بهذا على ان رفع عيسىٰ من الدنيا الى السموات وان كان كالمتعذر على البشر لكنه لاتعذر بالنسبة الى قدرتي والى حكمتي (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۰۳)‘‘

س۔۔۔۔۔ سفر دانیال میں من العبد العتیق کی نویں فصل میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے جائیں گے۔

ج۔۔۔۔۔ سفر دانیال میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کے قتل کرنے کی سعی کی جائے گی۔ مگر وہ بچالئے جائیں گے اور قتل واقع نہ ہوگا۔ اس کا ترجمہ قتل کئے جائیں گے کرنا تحریف ہے۔ پھر قتل کا ثبوت تو مرزا قادیانی کے لئے بھی غیر مفید ہے۔

س۔۔۔۔۔ ’’بل رفع اللّٰه اليه يحتمل رفعه الى السماء ورفعه من حيث التشرف‘‘ (مفردات راغب برحاشیه نهاية ابن اثیرج ۲ ص ۸۰)

ج۔۔۔۔۔ راغب اصفہانی نے بطور کنایہ رفع آسمانی اور رفع درجہ دونوں کا ارادہ کیا ہے۔ محض رفعت مرتبہ مراد نہیں لی۔ یہی وجہ ہے کہ رفع آسمانی اور رفع تشریفی کو واؤ جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے اور تردیدیہ کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع آسمانی بمنزلہ معراج کے تھا جس میں رفع درجہ بھی پایا جاتا ہے۔

۲...... اگر رفع سے محض رفعت مرتبہ ہی مراد ہو۔ تب بھی موت ثابت نہیں ہوتی اور بل کا ذکر کرنا صحیح نہیں رہتا۔

س...... رفع الی السماء رفع درجات کو مستلزم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کافر کے حق میں فرماتا ہے: ''فلیمدد بسبب الی السماء '' نیز انسان کے لئے آسمان پر جانے کو جائز سمجھنا کافروں کا عقیدہ ہے۔ بقولہ تعالیٰ: ''او ترقی فی السماء (بنی اسرائیل:۹۳)''

ج...... رفع الی السماء ہر جگہ رفع منزلت کو نہیں چاہتا اور نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں رفع درجہ رفع مکانی اور صعود آسمانی سے جدا نہیں ہے۔ لہٰذا جن آیتوں میں رفع الی السماء رفع درجہ کو مستلزم نہیں وہ کفار اور مجرموں کا ذکر ہے۔ نیکوں میں رفع مکانی رفع درجہ کو مستلزم ہے۔ چنانچہ بڑے درجہ کے جنتیوں کے مقامات عام جنتیوں کے مقابلہ میں اونچے اور بلند ہوں گے۔ قرآن شریف میں ہے کہ:

''اولائك یجزون الغرفة بما صبروا (فرقان:۷۵)'' ''اعلی مواضع الجنته '' (بیضاوی) اسی طرح رفع آسمانی کو کافروں کا عقیدہ بتانا بالکل غلط ہے۔ دراصل کفار نے نبوت کی سچائی پر اپنے خیال میں رسول اللہ ﷺ سے بعض نشانات کا مطالبہ کیا تھا۔ جن میں سے ایک نشان یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ خود آسمان سے ایک کتاب لے کر آئیں۔ خداتعالیٰ نے اس قسم کے بے جا مطالبات کی مذمت کی ہے۔ رفع آسمانی کے جواز یا عدم جواز کی تردید نہیں کی۔ اگر کافروں کا ذکر کرنا ہی عدم جواز کی دلیل ہے تو انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ: ''وقالوا ما لهذا الرسول یأكل الطعام ویمشی فی الاسواق ۰ لولا انزل الیه ملك فیكون معه نذیرا ۰ اویلقیٰ الیه كنز اوتكون له جنة یاكل منها (فرقان:۷،۸)'' لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا، پینا، فرشتوں کا آپ ﷺ کے پاس آنا اور مال دولت اور باغات کا ہونا ناجائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ کفاروں نے نبوت کا معیار اپنے خیال میں یہی تجویز کیا تھا۔ جس کی تردید خداتعالیٰ نے ''كیف ضربوا لك الامثال فضلوا (فرقان:۹)'' ہی سے کی۔ مگر اس سے چیزوں کے ملنے کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح ''هل كنت الا بشراً رسولا ۰ (بنی اسرائیل:۹۳)'' میں انبیاء علیہم السلام کے اختیار کی نفی ہے۔ یعنی وہ کسی نشانی کے لانے میں خودمختار نہیں ہیں۔ نہ یہ کہ قدرت الٰہی کے ماتحت رفع آسمانی ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں رفع آسمانی کا جواز کافروں تک کے لئے ثابت ہے: ''ولو فتحنا علیهم باباً من السماء فظلوا فیه یعرجون ۰ لقالوا انما سكرت

ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (حجر:۱۴، ۱۵)

س…… جب بندہ کے لئے رفع کا لفظ استعمال ہوتو اس جگہ رفع درجات مراد ہوتا ہے۔خصوصاً جب اللہ کی طرف منسوب ہو۔

ج…… یہ قاعدہ غلط اورمن گھڑت ہے۔اس جگہ قرآن اورحدیث سے چندمثالیں دی جاتی ہیں۔جن میں رفع کا مفعول انسان ہےاورپھر رفع مکانی مراد ہے۔

ا…… ’’ورفع ابویه علی العرش (یوسف:۱۰۰)‘‘

۲…… ’’فرفع الی رسول اللّٰه لصبی (مشکوٰۃ، ص۱۵۰)‘‘

۳…… ’’رفعت الیه امراۃ الصبیا‘‘ اس بحث کا یہ فائدہ بیان کرتے ہیں کہ:’’المراد الرفع الیٰ موضع لا یجری فیه حکم غیر اللّٰه تعالیٰ‘‘

(تفسیر کبیرج ۱۱ص۱۰۲)

س…… شخص سے کبھی محض روح اور کبھی جسم مراد ہوتا ہے۔مثلاً زید نیک ہے یا روح زید سیاہ ہے یعنی جسم۔اسی طرح ماقتلوہ میں جسم اور رفعہ میں روح مراد ہے۔

ج…… اگر دونوں جملوں میں ضمیر سے ایک ہی چیز نہ لی گئی تو بل کالانا صحیح نہ ہوگا۔کیونکہ ماقتلوہ میں جسم مع الروح مراد ہے۔یہی رفعہ میں بھی ہوگا۔

۲…… افعال حسیہ میں مفعول سے جسم مع الروح اورغیر حسیہ میں روح بالذات اورجسم بالطبع مراد ہوتا ہے۔چونکہ آیت میں افعال حسیہ ہی مذکور ہیں۔اس لئے دونوں جگہ جسم متعلقاً بالروح ہی مراد ہے۔

۳…… روح اورجسم کے تعلق منقطع ہونے پر زید کی روح کو زید کی نعش کہا جاتا ہے۔فقط زید نہیں بولا جاتا۔اس لئے رفعہ کی ضمیر سے روح عیسیٰ لینا جائز نہیں۔

س…… ’’ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰه اموات (البقرہ:۱۵۴)‘‘ میں احیاء کا مبتدا ہم محذوف ہے۔اس کا مرجع من ہے مگر من سے جسم اورہم سے غیرجسم مراد ہے۔

ج…… آیت میں بل کا لفظ مفرد کے لئے جس کا معطوف علیہ اموات ہے۔لہٰذا جواموات کا مبتدا ہے وہی احیاء کا بھی ہےاوروہ ’’ھم‘‘ ہے جس سے دونوں مراد ہیں۔

۲…… عطف مفرد میں نفیاً واثباتاً حکم ایک ہونا چاہئے۔مسند الیہ کا ایک ہونا ضروری نہیں۔نحو ماجاءنی زید بل عمرو یعنی جاءنی عمرو اب اگر آیت میں ھم کی مراد مختلف ہوتو کوئی حرج نہیں۔پھر بل رفعہ کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں۔کیونکہ وہاں بل جملہ پر داخل ہے۔

س…… رفع الی السماء سے ابنیت کی تائید ہوتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حیی قیوم ماننا پڑتا ہے۔ نیز اتنی لمبی عمر ہونے سے رسول اللہ ﷺ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

ج…… یہ جاہلانہ خیال ہے۔ اگر آسمان پر رہنے سے ابنیت ثابت ہوتی ہے تو فرشتے عیاذاً باللہ بالاولیٰ بنات اللہ ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام بلکہ شیطان بھی آسمانوں پر رہتا تھا وہ بھی ابن اللہ ہوا۔ (معاذ اللہ)

دوسرے شیطان اور فرشتوں سے زیادہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر نہیں ہے۔ اس قاعدہ کے موافق وہ بھی حیی قیوم ہونے چاہئیں اور زمین، آسمان، چاند، سورج تو بدرجہ اولیٰ حیی قیوم ہوں گے؟۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! پھر عمر کے لمبے اور دراز ہونے سے افضلیت کیونکر ثابت ہوگئی؟۔ عمر بزرگی بعقل است نہ بسال۔ شیطان کی عمر مرزا قادیانی سے بہت زیادہ ہے تو کیا مرزائی جماعت اس کو مرزا قادیانی سے افضل کہنے کے واسطے تیار ہے؟۔ ایک عیسائی انگریز نے شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حضرت عیسیٰ کی فضیلت پر یہ شعر پڑھا:

کسے بگفت کہ عیسیٰ زمصطفیٰ اعلیٰ است
کہ اوبزیر زمیں وآں باوج سماست

شاہ صاحب نے فی البدیہہ یہ شعر جواب میں ارشاد فرمایا: شعر

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب برسر آب وگہر تہ دریاست

س…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بغیر کھانے پینے کے ہزار ہا سال سے کس طرح زندہ ہیں۔ اگر کھانا کھاتے ہیں تو قضائے حاجت کہاں کرتے ہیں۔ پھر اس قدر عمر ہو جانے کے بعد ان کا دنیا میں آنا ہی بے کار ہے۔ جیسا کہ آیت ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق سے ظاہر ہے۔

ج…… جس طرح پے در پے بلا کھائے روزہ رکھنے پر نبی عربی ﷺ کمزور نہیں ہوتے تھے اور جب صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر بغیر کھائے پیئے متواتر روزے رکھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے روکتے ہوئے ’’ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (مشکوٰۃ کتاب الصوم ص۱۷۵، بخاری ج۲ ص۱۰۱۲ باب کم تعزیر والادب)‘‘

ارشاد فرما کر اپنے لئے روحانی اور عشق الٰہی کی غذا ملنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی طرح جائز ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روحانی غذا ملتی ہو۔

۲...... رفع آسمانی کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی حالت فرشتوں جیسی ہے۔ جس طرح سبحان اللہ وبحمدہ فرشتوں کی غذا ہے۔ اسی طرح ذکر الٰہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غذا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ: ''فعیسی لما رفع الی السماء صار حاله کحال الملائکة فی زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذمیمة''

(تفسیر کبیر ج۸ ص۷۲، تحت آیت انی متوفیك)

۳...... جب جنت اور اس کی نعمتیں اس وقت بھی موجود ہیں اور آدم علیہ السلام بھی نعماء جنت سے فائدہ اٹھا چکے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھی جنت کی نعمتیں مہیا کردی جاتی ہوں۔ پھر چونکہ جنت کے اطعمہ سے فضلہ تیار نہیں ہوتا سب کا سب جزو بدن بن جاتا ہے۔ اس لئے قضائے حاجت کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر کسی ملحد کے نزدیک جنت کا اس وقت کوئی وجود نہیں اور آدم علیہ السلام کا قیام کبھی جنت میں نہیں ہوا تو ایسا آدمی مسلمان ہی نہیں۔ اس سے ان مسائل میں گفتگو کرنا ہی فضول ہے۔ اسی طرح اگر اس کے خیال میں جنت کے کھانوں سے دنیا کی طرح فضلہ بنتا ہے تو جو جگہ آدم علیہ السلام یا جنتیوں کے لئے ہے وہی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی ہوگی۔

۴...... چونکہ آسمان محل تغیر نہیں ہے۔ وہاں جو چیز بھی ہے وہ ایک ہی حالت پر ہے اور اس جگہ بڑھاپا وغیرہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ حدیث میں حوران بہشتی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے نحن خالدات لانبید! اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اسی عمر میں اتریں گے جس میں مرفوع ہوئے تھے۔ اور جب آسمان پر کسی قسم کا تغیر واقع ہی نہیں ہوتا تو ظاہر ہے عیسیٰ علیہ السلام جس غذا کے ساتھ مرفوع ہوئے تھے وہی باقی رہے گی اور تحلیل نہ ہونے کی وجہ سے بدل ما یتحلل کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔ درحقیقت اس قسم کے شبہات انہی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جو قدرت الٰہی کے منکر اور اسلامی تعلیم کے مخالف ہیں۔ نعوذ باللّٰه من الحاد الملحدین وخرافاتهم!

س...... کسی بشر کا آسمان پر جانا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس کو محال سمجھتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج بھی جسمانی نہیں تھا۔ چنانچہ (حاشیہ ازالہ ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶) میں ہے کہ: ''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (مرزاقادیانی) خود صاحب تجربہ ہے۔''

ج…… جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اس کی صفتوں کوکسی قاعدہ اور ضابطہ کا پابند کرنا ناممکن ہے۔ کثرت سے پیش آنے والے واقعات کو قدرت کا قانون بتانا اور اسی میں اس کو منحصر جاننا بے وقوفی ہے۔ استقراء ناقص اور چند جزئیات کے دیکھ لینے سے قاعدہ کلیہ یا قانون نہیں بنا کرتا۔ انسان کی یہ طاقت ہی نہیں کہ علم الٰہی کا پورا پورا احاطہ کرسکے:''وما اوتیتم من العلم الاقلیلا (بنی اسرائیل:۸۵)''پھر اس کا یہ فیصلہ کس طرح مسموع ہوسکتا ہے کہ عالم اسباب میں جو طریقہ کسی چیز کے متعلق پایا جاتا ہے وہ اسی طرح رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ آج سے بیس تیس برس پہلے بغیر زبان کسی حرف کا تلفظ کرنا خلاف عادت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب گراموفون کے ریکارڈ نے اس کو ممکن بلکہ واقع کر کے دکھادیا۔ جب انسان کو خدا کی عطاء کی ہوئی قدرت اس درجہ حاصل ہے تو قادر مطلق کی قدرت میں کسی کو شک کرنے کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے۔ وہ کسی اسباب عادت کا پابند نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح وہ اشیاء کو بذریعہ اشیاء کے مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح وہ بعض چیزیں ظاہری اور باطنی سبب کے بغیر بھی بنایا کرتا ہے۔ البتہ عالم اسباب میں بذریعہ سبب کے پیدا کرنا کثیر الوقوع ہے اور بغیر کسی سبب کے بنانا بہت کم۔ مگر جو چیز دلیل الوقوع ہو وہ قانون قدرت سے باہر نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کا رفع آسمانی اور معراج جسمانی اور دیگر معجزات انبیاء علیہم السلام سے یہ کہہ کر انکار کرنا کہ ایسا ہونا خدا کی مقرر کردہ عادت کے خلاف ہے اور بموجب فیصلہ آیت:''ولن تجد لسنة الله تحویلا (فاطر:۴۳)''کے یعنی قانون قدرت میں کبھی تغیر یا تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ صحیح نہیں ہوسکتا اور اس کی عدم صحت پر مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں:

۱…… ''انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (یسین:۸۲)''کے موجود ہوتے ہوئے خدا کے افعال کو اسباب ظاہرہ یا خفیہ قلیل الوقوع میں منحصر کرنا شرعاً ممنوع ہونے کے علاوہ دعویٰ بلادلیل ہے۔ اس کا کوئی کام سبب پر موقوف نہیں ہے۔ جس طرح وہ بذریعہ اسباب ظاہرہ یا خفیہ کے کسی شے کو بنایا کرتا ہے اور اسی طرح کسی چیز کو بغیر مطلق سبب کے بھی پیدا کرسکتا ہے۔

مطالبہ: ورنہ بتائیں کہ آدم اور حوا علیہما السلام کا بغیر ماں باپ کے پیدا کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے ظاہر کرنا کس سبب کے ماتحت تھا؟۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا کرنا قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے تو ان کا رفع آسمانی کیوں قانون قدرت کے خلاف ہے؟۔ اگر مرزا قادیانی کے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عیاذاً باللہ! بغیر باپ کے نہیں ہوئی تو آیت

قرآنیہ کا انکار کرنے کی وجہ سے کیوں اس کو خارج از اسلام نہ کہا جائے؟۔

۲...... جب خدا کا ہر فعل کسی نہ کسی سبب کا محتاج ہوا تو وہ مادہ اور صورت کا محتاج ہونے کی وجہ سے خدا کس طرح رہا اور اس میں اور کوزہ گر میں جو کہ آب وگل کا محتاج ہے کیا فرق ہے۔

۳...... پھر اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے مقرر کردہ نظام کو کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ خود بھی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید میں ہے: ''لا مبدل لکلماتہ ''یعنی دوسرا کوئی نہیں بدل سکتا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں بدل سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: (۱)...... ''ولوشاء اللّٰہ لجعلکم امۃ واحدۃ (مائدہ:٤٨)'' (۲)...... ''ولوشاء لھداکم اجمعین (النحل:٩)''(۳)...... ''ولویواخذ اللّٰہ الناس بظلمھم ماترک علیھا من دابۃ ولٰکن یؤخرھم الیٰ اجل مسمیٰ (النحل:٦١)'' ان آیتوں میں موجودہ نظام کے بدلنے کی طاقت رکھنے کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

۴...... آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ عام نہیں ہے۔ بلکہ عذاب کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ جو قومیں مرسلین کی تکذیب کرتی رہی ہیں ان پر ہمیشہ عذاب الٰہی آتا رہا ہے۔ اب بھی اگر اہل مکہ نے ہمارے رسول کی تکذیب کی تو حسب دستور ان پر بھی عذاب نازل کردیا جائے گا۔

۵...... آسمانوں پر جانا بلحاظ انسانی طاقت کے مستبعد ہوسکتا ہے۔ لیکن خدائی قوت کے اعتبار سے بعید نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ اپنی طاقت سے آسمان پر نہیں گئے۔ پھر استحالہ کس بات کا ہے؟۔

مطالبہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہبوط وصعود آسمانی ممکن بلکہ واقعہ ہے تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر کیوں نہیں لے جاسکتے اور اگر کافروں کی طرح فرشتوں کے نزول سے انکار ہے تو پھر خدائی طاقت کے سامنے یہ بات کیا مشکل ہے۔ وہ بغیر جبرائیل علیہ السلام کے بھی ان کو لے جاسکتا ہے۔

جب تخت بلقیس آصف کی قوت علمیہ سے باوجود مسافت بعیدہ کے لمحہ واحدہ میں موجود ہوسکتا ہے اور آج ہوائی جہاز ہزاروں ٹن وزن لے کر انسانی عقل کے زور سے طبقہ زمہریریہ سے اوپر جاسکتا ہے تو رب العزت کا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت کاملہ سے آسمان پر لے جانا کیوں ناجائز اور خلاف عقل ہے۔

اسی طرح معراج جسمانی بھی قانون قدرت یا عقل کے خلاف نہیں ہے۔ جب بالاتفاق روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آسمان پر براق کے ذریعہ تشریف لے گئے جو ایک قسم کا فرشتہ ہی تھا تو استبعاد عقلی اور استحالہ کس بات کا ہے؟ یا تو فرشتوں کے نزول وعروج سے انکار کرنا چاہئے یا یہ ثابت کریں کہ مسلمانوں کے خیال میں رسول اللہ ﷺ بغیر امداد خداوندی اپنی بازوؤں سے اڑ کر یا جست لگا کر آسمان پر پہنچے تھے جو عقلاً محال ہے۔ مگر یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے معراج جسمانی بھی عقل یا نقل کے خلاف نہیں ہوسکتا اور نہ رفع آسمانی کا استحالہ ثابت ہوسکتا ہے۔ قال النووی فی شرح المسلم: ''لم یثبت من دلیل عقلی ولا شرعی استحالة رفع الجسم علی السماء'' اب تک کسی جسم کا آسمان پر اٹھایا جانا عقلاً یا نقلاً محال ثابت نہیں ہوا۔

تحقیق معراج

معراج کی کیفیت اور اس کے واقعہ ہونے کی حالت میں سلف صالحین کی رائے مختلف ہے۔ حسن بصریؒ کے خیال میں یہ واقعہ نیند کی حالت میں ہوا۔ باقی تمام امت کے نزدیک بیداری میں جاگتے ہوئے معراج ہوئی ہے۔ لیکن اس کے بعد اس بات میں اختلاف ہے کہ بحالت بیداری رسول اللہ ﷺ کی محض روح پرفتوح آسمانوں پر گئی اور جسم اطہر خواب گاہ میں بلا روح موجود رہا یا روح اور جسم دونوں کے ساتھ معراج ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت معاویہؓ کا خیال ہے کہ جسد شریف بلا روح خواب گاہ میں موجود رہا اور تنہا روح مقدس، مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کے لئے اوپر اٹھالی گئی تھی۔ مگر دوسرے تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معراج کی رات بیداری کی حالت میں جسم اور روح دونوں سے آسمانوں کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خیال میں یہ ہے کہ روح بحالت بیداری جسم کا تعلق چھوڑ کر آسمانوں پر چلی گئی تھی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایتیں اس پر شاہد ہیں:

۱...... ''حکی عن محمد بن جریر الطبری فی تفسیره عن حذیفةؓ ان قال ذالك رویاء وانه مافقد جسد رسول الله ﷺ انما اسری بروحه وحکی هذا القول ایضاً عن عائشةؓ وعن معاویةؓ (کبیر ج۲۰ ص۱۴۷)''

۲...... ''فعن عائشةؓ انها قالت مافقد جسد رسول الله ﷺ لکن عرج بروحه وعن معاویة انه قال انما عرج بروحه (ابوالسعود ج۵ ص۱۵۵)''

۳...... ''عن عائشة لما اسری بالنبی ﷺ اتی المسجد الاقصی اصبح یحدث الناس بذالك فارتدناس ممن کانوا آمنوا وصدقوه واسعوا بذالك الی ابی بکرؓ فقالو اهل لك فی صاحبك یزعم انه اسری به اللیلة الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال اوقال کذلك قالوا نعم قال لئن قال ذالك لقد صدق قالوا فتصدقه ان ذهب اللیلة الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقه بماهوا ابعد من ذالك اصدقه بخبر السماء فی غدوة اوروحة فلذالك سمی ابوبکر الصدیق''

(ازالة الخفاء بتخریج الحاکم ج۱ ص۲۰۵ طبع لاهور)

اگر معراج ان حضرات کے خیال میں مکاشفہ یا نیند کی صورت میں ہوتی تو وہ یہ نہ کہتے کہ روح اٹھائی گئی اور جسم وہیں موجود رہا۔ بلکہ روح اور جسم دونوں کو موجود مانتے ہوئے خواب یا مکاشفہ کے قائل ہوجاتے اور نہ حضرت عائشہؓ معراج کے متعلق اہل مکہ کا انکار اور تعجب نقل فرماتیں۔ کیونکہ خواب اور مکاشفہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کا انکار کیا جاسکے۔ علاوہ ازیں جب حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ بات ظاہر کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس کی تردید میں یہ آیت پیش کی:''هو یدرك الابصار ولا تدرکه الابصار (انعام:۱۰۳)'' ﴿وہ نگاہوں کو پاسکتا، نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں۔﴾ اور یہ نہ فرمایا کہ یہ تو نیند یا کشف کی حالت تھی۔ اس میں رویت بصریہ کا کیا ذکر ہے۔

معلوم ہوا کہ روحانی معراج نیند یا مکاشفہ کی صورت میں نہیں تھی۔ بلکہ محض روح کے صعود آسمانی کو روحانی معراج کہتے ہیں۔ ایسا ہی علامہ ابوالسعود اور قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ: ''واختلف ایضاً انه فی الیقظة اوفی المنام فعن الحسن انه کان فی المنام واکثر الاقاویل بخلافه والحق انه کان فی المنام قبل البعثة وفی الیقظة بعدها'' (ابوالسعود ج۵ ص۱۵۵)

روحانی کا مقابلہ جسمانی سے کیا ہے اور جسمانی بالاتفاق بیداری میں ہے تو اس کا قسیم روحانی بھی بیداری ہی میں ہوگا۔ بیضاوی نے اس کو بالکل ہی صاف کردیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ:''اختلف فی انه کان فی المنام اوفی الیقظة بروحه اوبجسده والاکثر علی انه اسری بجسده'' (بیضاوی ج۱ ص۴۷۴)

لہٰذا مرزا قادیانی کا معراج کو از قبیل مکاشفات بتا کر حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ

کے قول سے استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔ امت میں سے ایک فرد بھی معراج کشفی کا قائل نہیں ہے۔ کشف میں روح اور جسم دونوں بحالت بیداری اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ صرف ظلمانی حجابات نفس سے دور ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے: ''لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل''

مکاشفہ کے یہی معنے امام رازیؒ کی ایک تحریر سے مستفاد ہوتے ہیں: ''وھو زوال الحجب الجسمانیۃ عن روح محمد ﷺ حتیٰ یظھر فی روحہ من المکاشفات والمشاھدات''
(تفسیر کبیر ج ۲۰ ص ۱۴۸)

اس عبارت میں جسمانی حجابات کے دور ہو جانے کو مکاشفات کا سبب قرار دیا ہے۔ لہٰذا معراج کشفی کے ثبوت میں نہ کوئی شرعی دلیل موجود ہے اور نہ سلف میں سے کسی کا قول اس کی تائید کرتا ہے۔

س ...... معراج کی روایتوں میں کئی قسم کا اختلاف ہے: ۱...... ایک روایت میں بین النوم والیقظۃ اور کہیں ھو نائم فاستیقظ ہے۔ شریک کی روایت میں معراج کا تمام قصہ بیان کرنے کے بعد ثم استیقظت آیا ہے۔ ۲...... جس مکان سے اسراء کی ابتدا ہوئی اس کے متعلق کسی روایت میں بیت ام ہانی اور کہیں بیت رسول اللہ ﷺ اور ایک میں حرم مکہ اور قرآن مجید میں مسجد حرام مذکور ہے۔ ۳...... کہیں ہے کہ معراج بعثت کے بعد ہوئی۔ کسی روایت میں بعثت سے پہلے۔ کہیں نیند میں اور کہیں بیداری کی حالت میں بیان کی گئی ہے۔ ۴...... معراج کی شب انبیاء علیہم السلام منازل آسمانوں پر تمام روایتوں میں ایک جیسے نہیں آئے۔ اس قسم کے تعارض اور اختلافات کی وجہ سے معراج کی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں۔

ج ...... جب تک روایات واخبار میں تطبیق یا ترجیح ممکن ہو محض تعارض یا اختلاف کی وجہ سے روایات ساقط نہیں ہوتیں۔ ایسی صورت میں پہلے تطبیق اور پھر ترجیح کے وجوہ تلاش کرنے چاہئیں۔ اگر یہ دونوں طریقے ممکن نہ ہوں تو پھر روایات پر عمل نہیں ہوتا۔ مگر موجودہ روایات میں تطبیق ممکن ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱ ...... اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ:

الف ...... حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کے وقت حضور ﷺ خواب میں تھے۔ مگر نیند کا غلبہ اچھی طرح نہیں ہوا تھا اور بعد میں بیدار ہو گئے۔ یا جب ام ہانی کے گھر سے چلے۔ نیند کا اثر باقی تھا۔ حرم میں پہنچ کر ہوشیار ہو گئے۔

ب...... معراج کی حدیث بخاری میں متعدد طرق سے آئی ہے۔سوائے شریک کی روایت کے ثم استیقظت کسی روایت میں نہیں آیا۔ایک راوی کی روایت دوسرے ثقہ راویوں کے مخالفت کرنے سے پایہ اعتبار سے گر جاتی ہے۔اسی لئے حافظ محدث عبدالحقؒ نے اس روایت میں شریک کی دس غلطیاں بیان کی ہیں۔منجملہ ان کے ایک غلطی یہ بھی ہے۔(دیکھو حاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوری علی البخاری) دوسرے قاضی عیاض نے شفاء میں اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ واپسی کے بعد آپ مکان پر تشریف لاکر سو گئے اور پھر بیدار ہوئے یا سفر معراج میں تجلیات ربانی کی وجہ سے جو استغراق حاصل ہو گیا تھا وہ دور ہو گیا اور آپ ہوش میں آ گئے۔

۲...... الف...... اصل میں اسراء کی ابتداء مسجد حرام سے ہوئی اور مسجد حرام کا تمام حرم پر اطلاق کیا جاتا ہے ''لان الحرم کله مسجد (ابوالسعود ج ۵ ص ۱۵٤)'' اور زمین حرم میں ام ہانی کا گھر تھا۔رسول اللہ ﷺ نے کبھی ام ہانی کا اور کبھی مجازاً اپنا گھر ارشاد فرمایا ہے۔

ب...... مرقاۃ اور لمعاۃ میں ان تمام روایات کی تطبیق یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز عشاء ام ہانی کے گھر میں جو شعب ابی طالب میں تھا۔استراحت فرماتے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آ گئے۔ان کی آمد پر بیدار ہوئے اور وہاں سے حرم کی طرف تشریف لے گئے۔حرم میں وراء حطیم سے ہوتے ہوئے مسجد کے دروازہ پر پہنچے اور براق پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے: ''انه ﷺ نام عندبیت ام هانی وبیتها عند شعب ابی طالب ففرج سقف بیتها واضاف البیت الی نفسه لکونه یسکنه فنزل فیه الملك فاخرجه من البیت الی المسجد وکان مضطجعاً وبه اثر الناس ثم اخرجه من الحطیم الی باب المسجد فارکبه البراق (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۵۲ باب فی المعراج)''

۳/۴...... معراج کا واقعہ نیند اور بیداری دونوں صورتوں میں آیا ہے۔مگر معراج جسمانی بعثت کے بعد بیداری میں صرف ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی ہے اور باقی خواب میں ہوئی تھیں۔بعثت سے پہلے جو معراج ہوئی وہ ایک خواب تھا جو رسول اللہ ﷺ نے معراج جسمانی سے پیشتر دیکھی تھی۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام بسا اوقات ایک چیز کو اس کے ظاہر ہونے سے پہلے خواب میں دیکھ لیا کرتے تھے۔اس لئے یہ واقع بھی قبل الظہور آپ کو خواب میں دکھایا گیا۔گویا خواب معراج جسمانی مقدمہ اور اس کی تمہید تھی۔شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ:

''وله ﷺ اربعة وثلثون مرة الذی اسری به منها اسراء واحد بجسم والباقی بروحه رویاء رأها...... بهذا ازاد علی الجماعة رسول

اللهﷺ باسراء الجسم واختراق السموات والافلاك حسا وقطع مسافات حقيقة محسوسه“ (فتوحات مکیہ ج۳ص۳۴۳ باب۳۶۷)

”فی البخاری عن شریك بن عبدالله انه قال سمعت انس ابن مالك یقول لیلة اسری برسول اللهﷺ من انه جاءه ثلثة نفرقبل ان یوحی الیه وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ایهم هو قال اوسطهم هو خیرهم فقال آخرهم خذو اخیرهم فکانت تلك اللیلة فلم یرهم حتی اتوه ولیلة اخری فیما یری قلبه وتنام عینه“ (بخاری ج۲ص۱۱۲۰ کتاب التوحید)

معلوم ہوا کہ اول مرتبہ بعثت سے پہلے جو تمام واقعہ خواب میں دیکھا تھا اسی کو بیداری میں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔

علامہ ابوسعود لکھتے ہیں کہ ”والحق انه کان فی المنام قبل البعثة وفی الیقظة بعدها“ (ابوالسعود ج۵ص۱۵۵)

لہٰذا مرزا قادیانی کا اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ معراج بعثت کے بعد نہیں ہوئی اور چونکہ قبل النبوت معراج کا ہونا بدیہی البطلان ہے۔ اس لئے معراج کا واقعہ غلط ہے۔

۵...... لیلۃ المعراج میں انبیاء علیہم السلام کے جو منازل مختلف مروی ہیں وہ تعدد واقعہ پر مبنی ہیں یا ان روایات میں سے جو ارجح ہو اس کا اعتبار کرنا چاہئے اور باقی کو چھوڑ دیں۔ چونکہ مشکوٰۃ کے باب المعراج کی پہلی حدیث تمام روایتوں میں صحیح روایت ہے۔ اس لئے اس پر اعتماد کرنا لازمی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”هذا الترتیب الذی وقع فی هذ الحدیث هوا اصح الروایات وارجحها۔ لمعات“

س...... علامہ ابن قیم معراج کے متعدد ہونے سے منکر ہیں۔ کیونکہ تمام روایتوں میں ابتداء پچاس نماز کی فرضیت اور آخر میں پانچ کا حکم مذکور ہے۔ اگر اس کو تعدد پر محمول کریں تو نسخ میں تکرار لازم آئے گا جو قطعاً ناجائز ہے۔

ج...... پہلے گزر چکا ہے کہ معراج جسمانی بعثت کے بعد صرف ایک مرتبہ ہوئی ہے اور باقی سب نوم کی حالت میں ہیں۔ خواب میں فرضیت کا تعدد اور تکرار مستبعد نہیں ہے۔ (ہکذا مذکور فی فتح الباری)

س...... اس کی کیا دلیل ہے کہ معراج جسمانی روحانی یا نومی نہیں ہے۔

ج...... یادرہے کہ معراج کے جسمانی یا روحانی ہونے کا اختلاف ادلہ شرعیہ پر مبنی ہے۔ فلسفی خیال کی وجہ سے نہیں ہے۔ جولوگ معراج روحی یا نومی کے قائل ہیں ان کا استدلال اس آیت سے ہے: ''وماجعلنا الرویاء التی اریناك الافتنة للناس (بنی اسرائیل: ٦٠)'' کیونکہ رویاء کا لفظ نیند پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اکثر مسلمانوں کے نزدیک معراج جسمانی ضرور واقع ہوئی ہے: ''فی البیضاوی والاکثر علی انه اسری بجسده الی بیت المقدس ثم عرج به الی السموات حتی الی سدرة المنتهی (بیضاوی ج۱ص٤٧٤)'' اور وہ اس خیال کی تائید میں ذیل کے واقعات سے استدلال کرتے ہیں: (۱)...... ''سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (بنی اسرائیل: ۱)'' میں اسراء کا ذکر کرتے ہوئے آیت کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے جو تعجب کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ خواب میں سیر کرنا محل تعجب نہیں ہے۔ (۲)...... لفظ اسراء بیداری میں رات کو سیر کرانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ روحی یا نومی سیر پر نہیں بولا جاتا۔ (۳)...... عبدہ روح اور جسم دونوں پر بولا جاتا ہے۔ قرآن میں جس جگہ بھی آیا ہے مجموعہ ہی مراد آیا ہے۔ تنہا روح یا جسم مراد نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس رات معراج ہوئی اس کی صبح کو قریش نے اس واقعہ کو سن کر انکار کیا اور بیت المقدس کے متعلق آپ ﷺ سے سوالات کئے اور سفر کے دوسرے حالات بھی پوچھے اور بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان مرتد ہوگئے۔ اگر معراج جسمانی نہ ہوتی تو ایک مرتبہ خواب کے بارے میں اس قدر فتنہ اور سوالات کبھی برپا نہ کرتے اور نہ آپ ﷺ کو جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ لوگ مرتد ہوتے۔ جیسا کہ ان حوالجات سے ظاہر ہے:

''روی عن ابن عباسؓ...... فلما خرج (رسول اللّٰه) جلس الیه ابوجهل فاخبره ﷺ بحدیث الا سراء فقال ابوجهل یامعشرکعب بن لوئی بن غالب هلم فحدثهم فمن مصفق ووضع یده علی رأسه تعجباً وانکاراً وارتدناس ممن کان اٰمن به وسعی رجال الی ابی بکر فقال ان کان قال ذالك لقد صدق قالوا تصدقه علی ذالك قال انی اصدقه علی ابعد من ذالك فسمی الصدیق وکان فیهم من یعرف بیت المقدس فاستنعتوه المسجد له بیت المقدس فطفق ینظر الیه وینعته لهم فقالوا اما النعت فقد اصابه فقالو

اخبرنا عن عيرنا فاخبراهم بعد وجمالها واحوالها و قال تقدم يوم كذامع طلوع الشمس يقد مها جمل اورق فخرجو اليشتدون ذالك اليوم نحو الثنية فقال قائل منهم هذه والله الشمس قد اشرقت فقال آخرهذه والله العير قد اقبلت يقدمها جمل اورق كماقال محمدﷺ''

(ابوالسعود ج٥ص١٥٥ واللفظ له،بيضاوى ج١ص٤٧٣)

''عن ابن هريرةؓ قال رسول اللهﷺ لقد رائيتني في الحجر وقريش تسألني عن مسراى فسالتني عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربة ماكربت مثل قط فرفعه الله لي انظر اليه مايسألوني عن شئى الانبأتهم'' (رواه المسلم ج١ص٩٦باب الاسراء)

''عن جابرؓ انه سمع رسول الله يقول كماكذبتني قريش فمت الى الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن آياته وانا انظر اليه (مسلم ج١ص٩٦، بخارى ج١ص٥٤٨ واللفظ له باب حديث الاسراء)''یعنی شب معراج کی صبح کو اہل مکہ نے بیت المقدس کے متعلق جو سوالات کئے۔ میں ان کو سن کر گھبرایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ جس سے میں قریش کے ہر ایک سوال کا صحیح صحیح جواب دیتا جاتا تھا۔

۴...... شیخ محی الدین ابن العربی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ:''ولوكان الاسراء بروحه وتكون روياء راها كما يرى النائم في نومه ماانكره احدولا نازعه احد وانما انكر واعليه كونه اعلمهم ان الاسراء كان بجسمه في هذه المواطن كلها (باب ٣٦٧ج٣ص٣٤٣)''اور ماجعلنا الروياء التي ...... الخ! سے معراج روحانی یا نومی پر استدلال کرنا کئی وجہ سے صحیح نہیں:

۱...... آیت میں فتنہ کا لفظ ہے اور فتنہ یا ابتلاء خواب کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

۲...... رویاء کا لفظ جس طرح خواب کے لئے آتا ہے آنکھوں سے دیکھنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں آیا ہے:

فكبر للروياء وهش فواده
بشر نفساً كان قبل لومها

بخاری میں ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے کہ: ''قال ابن عباسؓ هي رؤياء عين اريها رسول اللهﷺ''

(بخاری ج ۲ ص ۶۸۶، کتاب التفسیر وبخاری ج ۱ ص ۵۵۰ بابُ المعراج)

۳…… بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں رویاء سے حدیبیہ کا خواب مراد ہے جو آپ نے مکہ میں داخلہ کے لئے دیکھا تھا اور یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ملاعلی القاری نے منہاج العلوی میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اسراء کے وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کو اصل واقعہ کی صحیح اطلاع ملی۔ زرقانی مالکی اور قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ معراج کے زمانہ میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں یا بالکل ناسمجھی کا زمانہ تھا۔ اس لئے جمہور کے مقابلہ میں ان کا قول غیر معتبر ہے۔ پھر نوم کے بارے میں ایک دو حدیثیں ملیں گی اور معراج جسمانی کے ثبوت میں احادیث صحیحہ مشہورہ بکثرت موجود ہیں: ''فهو الحديث المروى فى الصحاح وهو مشهور وهويدل على الذهاب من مكة الىٰ بيت المقدس ثم منه الى السموات'' (کبیر ج ۲۰ ص ۱۵۱ تحت آیت سبحان الذى اسرى)

س…… جب لیلۃ المعراج میں باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں آسمان پر تھیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی روح موجود ہونی چاہئے۔

ج…… تمام انبیاء علیہم السلام کا جملہ حالات میں ایک جیسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ معراج ہی کی رات آسمان میں وہ مختلف منازل پر دکھائے گئے ہیں۔ سب کو ایک جگہ نہیں دیکھا۔ پھر ان میں اکثر بنی اسرائیل تھے۔ اس ضابطہ کی رو سے چاہئے تھا کہ رسول خداﷺ بھی بنی اسرائیل ہوں۔ آدم اور ادریس اور ابراہیم علیہم السلام وہاں نہ ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ ان میں سے ایک بھی بنی اسرائیل نہ تھا۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہﷺ بجسدہ شریف موجود تھے تو عیسیٰ علیہ السلام کے مجسم ہونے میں کیا حرج ہے؟۔ رہا یہ سوال کہ بیت المقدس میں روحوں کو نماز کیونکر پڑھائی اور پھر باوجود لطافت کے آسمانوں پر ان کی رؤیت کس طرح ہوئی۔ اس کے متعلق شیخ عبدالحق نے لمعات میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصلی جسم کے ساتھ تھے۔ ورنہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں مثالی جسم کے ساتھ موجود تھیں۔ ممکن ہے کہ بیت المقدس میں بھی تمام انبیاء علیہم السلام اصلی جسم میں تشریف لائے ہوں اور پھر وہاں سے آسمانوں پر اٹھالئے گئے ہوں۔ ایسا علامہ قرطبی سے منقول ہے کہ: ''ثم قيل رؤيتم فى السماء محمولة على رؤية ارواحهم متمثلة الا عيسىٰ لماثبت انه رفع فى جسده وقيل فى ادريس كذالك

واماالـذين صلوا معه فی بیت المقدس تحمل علی الا رواح المتمثله ويحتمل الا جساد يحتمل انه احضرت اجسادهم فی بیت المقدس لملا قاته ﷺ ثم رفعو علی السماء۔ لمعات''

جولوگ معراج روحانی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی روح بھی دیگر انبیاء کی طرح جسم مثالی لطیف میں ظاہر ہوئی تھی۔ حجۃ اللہ البالغہ کی اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے:''انه كان فی برزخ جامع بين الناسوت والمثال''

س...... ''نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔'' (ازالہ ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶) پھر آسمان کا خرق والتیام عقلاً محال ہے۔ اس لئے رفع آسمانی نہیں ہوسکتا۔

ج...... رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں فلسفی خیالات کو پیش کرنا اور اس کو ترجیح دینا زنادقہ کا کام ہے۔ جو شخص حضور علیہ السلام کو صادق ومصدوق اور نبی تسلیم کرتا ہے وہ اس قسم کے استبعادات عادیہ کو اپنی نظر میں وقعت نہیں دیتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قریش کے اس سوال کے جواب میں تصدقہ علی ذالک یہ فرمایا تھا:''انی اصدقه علی ابعد من ذالك'' ایسا ہی آج ایک مسلمان کو ہونا چاہئے تھا۔ مگر افسوس مرزا قادیانی اور اس کے ہم خیال ایک طرف مسلمانی کا دعویٰ کرتے جاتے ہیں اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کو فلسفی خیالات کی وجہ سے رد کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ پھر لطف یہ ہے کہ استبعادات عادیہ کا نام محالات عقلیہ رکھا ہوا ہے۔ رفع آسمانی کو زائد از زائد عادتاً بعید کہہ سکتے ہیں۔ مگر محال عقلی کبھی نہیں کہہ سکتے۔ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ رفع آسمانی کے استحالہ پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی موجود نہیں ہے۔ مرزائی جماعت کرہ زمہریر تک انسان کی رسائی عقلاً ناممکن سمجھتے ہیں اور ایسا ہی خرق والتیام کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ باوجودیکہ اس میں ایک چیز بھی رفع آسمانی کے لئے مانع نہیں ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں:

زمہریر ہوا کے سرد طبقہ کا نام ہے۔ جہاں بخارات متصاعدہ کا صعود ختم ہوجاتا ہے۔ ہوا عناصر اربعہ میں سے ایک بیط عنصر ہے۔ یعنی محض ہیولی اور صورت سے مرکب ہے۔ صاحب نفیسی نے لکھا ہے کہ بسائط میں کیفیت صورت کے تابع ہوتی ہے اور مرکب میں متبوع اسی وجہ سے بسائط میں کیفیت کے باطل ہونے سے اس کی صورت نوعیہ کا ابطال لازم نہیں

آ تا۔ مگر مرکب میں اگر کیفیت باطل ہوگی تو صورت نوعیہ مرکب کی کبھی نہیں رہ سکتی۔

(ماخوذ از مفرح القلوب)

اس لئے اگر آگ کی حرارت اور ہوا کی عارضی سردی جاتی رہے اور ان کی صورت نوعیہ بحالہ باقی رہے تو ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بسائط میں کیفیت صورت نوعیہ سے جدا ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں صورت ناریہ کے قائم رہنے کے باوجود بھی اس کی حرارت جاتی رہی تھی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی زمہریر کی سردی اور کرہ نار کی حرارت باقی نہ رہی ہو تو کوئی استحالہ نہیں ہے۔

۲...... جو بھڑکتی ہوئی آگ میں اور شمع کی لو میں تیزی سے ہاتھ نکالتے ہیں ان پر حرارت کا مطلقاً اثر نہیں ہوتا تو براق جیسی تیز رفتار کی موجودگی میں کہ جس کا منتہاء نظر پر قدم اٹھتا تھا زمہریر یا کرہ نار کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔

۳...... گناہ کا مزاج گرم اور نیکی کا سرد ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں یہ الفاظ فرمایا کرتے کہ: ''اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد اوکما قال (مشکوۃ ص ۷۷ باب مایقرہ بعد التکبیر)'' ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی و پرہیزگار کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آپ ﷺ کی نیکیوں کی سردی کرہ نار پر غالب رہی جس شخص کا ہاتھ برف زدہ ہو اس کو دیر تک آگ میں رکھنے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

۴...... طبقہ زمہریریہ تک پہنچنا تو بجائے خود رہا۔ اس زمانہ کی متمدن قومیں تو فلک قمر تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

۵...... خرق والتیام کے امتناع کے دلائل ہی کمزور ہیں۔ جو شخص خرق والتیام کے امتناع کا قائل ہے۔ وہ قیامت کا بھی ضرور منکر ہے۔ لیکن بایں ہمہ جائز ہے کہ آسمان کے مسامات اس قدر وسیع ہوں کہ اس میں سے ایک انسان بآسانی گزر سکے۔ ایسے بڑے جسم کے لئے اگر اتنا وسیع مسام ہو تو ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جب صحیح حدیث میں آسمان کے لئے دروازہ کا ثبوت موجود ہے۔ (مشکوۃ باب المعراج) تو فلسفی خیال کو تسلیم کرنا اور حدیث کو نہ ماننا کہاں تک جائز ہے۔ کیا مسلمانی اسی کا نام ہے؟۔

مطالبہ: (۱)......سلف صالحین میں سے ایک شخص کا قول ایسا پیش کرو جس نے فلسفی خیالات کی وجہ سے رفع آسمانی یا معراج جسمانی سے انکار کیا ہو۔ (۲)......سلف میں سے کوئی شخص معراج کشفی کا قائل ہو۔ (۳)......اگر ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس جا کر واپس

آنا قانون قدرت کے موافق ہے تو آسمان پر جانا کیوں اس کے خلاف ہے اور اگر یہ واقعہ بھی کشف پر محمول ہے تو اہل مکہ کے جھگڑنے کی کیا وجہ تھی۔

آیت نمبر۸...... ’’وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ۰ ثم یوم القیامة یکون علیهم شهیدا‘‘ (النساء:۱۵۹)

لیؤمنن کی نحوی تحقیق

محض نون تاکید امر نہیں۔ تمنی استفہام وغیرہ کی تاکید کے لئے آتا ہے اور استقبال کا فائدہ دیتا ہے اور جس فعل میں طلب کے معنے نہیں پائے جاتے۔ جیسا کہ مضارع ہے اس میں نون تاکید بغیر لام تاکید کے نہیں آتا۔ لیکن لام تاکید کے ساتھ ہمیشہ استقبال کے لئے آتا ہے۔ ماضی یا حال پر کبھی دلالت نہیں کرتا۔

’’اماالمضارع فان کان حالالم یوکد بهم وان کان مستقبلاً اکد بهما وجوبافی نحوتا الله لاکیدن اصنامکم‘‘ (مغنی ج۲ ص۲۲)

’’واعلم ان الا صل فی نون التاکید ان تلحق باخر فعل مستقبل فیه معنے الطلب کالا مروالنهی والا ستفهام والتمنی والعرض نحواضربن زید او لاتضربن وهل تضربنه ولیتك تضربن مثقله ومخففه واختص بمافیه معنے الطلب لان وضعه للتاکید والتاکید انما یلیق بمایطلب حتی یتجد ویحصل فیغتنم هویوجد ان المطر ولا یلیق بالخبر المحض لانه قد وجد وحصل فلاینا سبه التاکید واختص بالمستقبل لان الطلب انمایتعلق بمالیه محصل بعد یحصل وهو المستقبل بخلاف الحال والماضی لحصولهماؔ المستقبل الذی هوخبر محض لاتلحق نون التاکید باخره الا بعدان یدخل علی اول الفعل مایدل علی التاکید کلام القسم وان لم یکن فیه معنے الطلب لان الغالب ان التکلم یقسد علی مطلوبه (شیخ زاده علی البیضاوی) تختص (نون التاکید) لمستقبل طلب او خبرمفید بتاکید باللام نحولیضربن (متن متین)‘‘

’’نون التاکید یؤکد مستقبلاً فیه معنی الطلب (الی ان قال) واما فی المستقبل الذی هو خبرمحض فلا یدخل الابعد ان یدخل علی اول الفعل مایدل علی التاکید ایضاً کلام القسم نحووالله لاضربن (رضی ص۳٤۱)‘‘

غرض مضارع موکد بلام تاکید ونون تاکید ہمیشہ استقبال کے لئے آتا ہے۔ مگر جس جگہ وہ کسی دوسرے فعل کی خبر واقع ہوا ہے وہاں اس کا مستقبل ہونا اس فعل کے بعد شروع ہوگا جس پر وہ مرتب ہے۔ مثلاً ''ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ (النحل:۹۷)'' میں حیات طیبہ اور پاکیزہ زندگی کا عطا کرنا ایمان اور عمل صالح پر موقوف اور متفرع ہے اور جملہ جزائیہ فلنحیینہ بنسبت جملہ شرطیہ من عمل کے زمانہ آئندہ میں واقع ہے اور اگر وہ کسی شئی پر متفرع نہیں ہے تو وہاں زمانہ تکلم کے بعد استقبال کی ابتداء ہوگی۔

''عن بعضھم ان صیغ الافعال موضوعۃ لازمنۃ التکلم اذا کانت مطلقۃ فاذا جعلت قیود المایدل علی زمان کان مضیھا وغیرہ بالنسبۃ الی زمانہ'' (روح المعانی من الکھف ونحوہ عن ابن الصدر، فتح الباری)

اس لئے لیؤمنن مضارع موکد ہونے کی وجہ سے زمانہ آئندہ پر دلالت کرے گا اور اس کے استقبال کی ابتداء آیت کے نازل ہونے کے بعد سے شروع ہوگی۔

استدلال: ''وان من اہل الکتاب .... الخ'' میں لیؤمنن مضارع موکد ہے جو ازمنہ ثلاثہ میں سے محض استقبال کے لئے آتا ہے۔ چونکہ وہ کسی فعل کی جزا بن کر مذکور نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے زمانہ کی ابتداء آیت کے نازل ہونے کے بعد سے شروع ہوگی جس کے یہ معنے ہوں گے اہل کتاب کے ایمان لانے کا زمانہ نزول آیت کے بعد سے شروع ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت تک ممتد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت ابھی تک وارد نہیں ہوئی۔

س..... مضارع کا صیغہ بحسب تصریح سید السند استمرار کے لئے ہوتا ہے اور استمرار میں ازمنہ ثلثہ داخل ہیں۔ مثلاً ''والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹)'' ''ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ طیبہ (النحل:۹۷)'' ''ولینصرن اللہ من ینصرہ، والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنھم فی الصالحین، کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی''

ج..... سید السند کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مضارع ہر جگہ استمرار کا فائدہ دیتا ہے اور نہ کسی اہل معانی نے ایسا لکھا ہے۔ بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ جب کوئی قرینہ یا مقام استمرار کا تقاضا کرتا ہے تو مضارع میں استمرار تجددی کے معنے کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ''وقد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضی'' بحسب مقامات لفظ قد مضارع میں تقلیل کے واسطے آتا ہے اور سید صاحب نے بھی قد یقصد ہی فرمایا ہے جو قلت

استعمال پر دلالت کرتا ہے۔ اگر چہ امثلہ مذکورہ میں مضارع مؤکد استمرار کے لئے ہے۔ لیکن زمانہ ماضی یا حال کے استمرار کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ استمرار استقبالی کے لئے۔ کیونکہ: ''لنهدينهم فلنحيينه لينصر الله ''اور'' لندخلنهم '' یہ جزاء ہیں۔ اسم موصول متضمن معنے شرط کے جو الذين جاهدوا...... ومن عمل...... من ينصره...... والذين آمنوا میں ہے۔

''اذا تضمن المبتدأ معنى الشرط فيصح الدخول الفافى الخبر وذالك الاسم الموصول بفعل او ظرف (كافيه)'' اولاغلبن نتیجہ یا اثر ہے۔ فعل کتب بمعنے قدر کا فرع کبھی اصل سے اور جزاء شرط سے مقدم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان تمام فعلوں کا زمانہ شرط کے بعد ہوگا اور اسی کی نسبت سے ان کا زمانہ مستقبل سمجھا جائے گا اور ایسا استمرار ہمارے لئے مضر نہیں اور اگر اس کو تینوں زمانہ کے لئے عام کریں اور ان کو فعل شرط پر موقوف نہ رکھیں تو جزاء کا شرط سے اور فرع کا اصل سے مقدم ہونا لازم آئے گا جو اذا وجد الشرط وجد المشروط کے بالکل مخالف ہے۔

۲ علاوہ ازیں ان میں جو کچھ بھی استمرار ہے وہ فعل شرط ہی کی وجہ سے ہے جس طرح کلما دخلت الدار فانت طالق میں طلاق کے واقع ہونے کا استمرار اور دوام محض لفظ کلما کی وجہ سے ہے جو شرط پر داخل ہو کر اس کے دوام اور استمرار کا مقتضی ہے۔ اس طرح یہاں شرط کے ماتحت جزا کا انعقاد ہو رہا ہے۔ مگر لیؤمنن میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کسی فعل پر مرتب یا کسی شرط کی جزاء نہیں ہے۔ اس لئے اس کو امثلہ مذکورہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

س...... ہم نے مانا کہ نون تاکید کا استقبال کے لئے آتا ہے۔ لیکن لام زمانہ حال پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے جائز ہے کہ لیؤمنن میں حال اور استقبال دونوں مراد ہو۔

ج...... لام ابتدائیہ حالیہ نون تاکید کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا۔ نون تاکید کے ساتھ لام تاکید کا آتا ہے جو زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ پہلے مغنی سے نقل ہو چکا ہے کہ لام اور نون ہمیشہ استقبال کا فائدہ دیتے ہیں۔ دونوں جمع ہو کر زمانہ حال کے واسطے کبھی نہیں۔

علامہ عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ: ''ان كان مضارعاً استقباليا يلزم اللام مع كون التاكيد (الى ان قال) وان كان مضارعا حاليا يكون باللام من خير النون'' (تكلمه ص٥٣٦)

س...... علامہ عبدالحکیم نے تکملہ میں لکھا ہے کہ: ''نون التاكيد لايوكد الا مطلوبا والمطلوب لايكون ماضياً ولا حالا ولا خبرا مستقبلا لهذا ليؤمنن''

جملہ قسمیہ اور موکد بنون تاکید ہونے کی وجہ سے انشائیہ ہوا خبریہ نہ ہوا اور انشائیہ پیشین گوئی نہیں بن سکتا۔ اس لئے آیت کو آخری زمانہ میں ایمان لانے پر چسپاں کرنا صحیح نہیں۔ نیز قاضی بیضاوی اور کشاف وغیرہ نے بھی اس کو جملہ قسمیہ لکھا ہے۔

ج...... نون تاکید کا تنہا ہمیشہ امر نہی وغیرہ انشاءات میں آتا ہے۔ فعل مستقبل پر اکیلا کبھی داخل نہیں ہوتا۔ جب آتا ہے لام تاکید کے ساتھ آتا ہے۔ جیسا کہ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی اور رضی شرح کافیہ سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ علامہ عبدالحکیم کی اس عبارت کا یہی مطلب ہے کہ تنہا نون تاکید محض طلب کے واسطے آتا ہے اور طلب انشاءات میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ امر نہی استفہام وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ مستقبل میں نہیں آتا۔ مگر جب نون تاکید کے ساتھ لام تاکید بھی مل جائے تو مضارع پر داخل ہوتا ہے اور وہ جملہ موکد خبریہ ہی ہوتا ہے۔ انشائیہ نہیں ہوتا۔ البتہ محض خبریت نہیں ہوتی۔ بلکہ طلب کے معنے بھی فی الجملہ اس میں موجود ہوا کرتے ہیں۔

(کماقال شیخ زادہ وتکملہ ص۵۳۶ فیمامر)

چنانچہ خود علامہ نے حاشیہ بیضاوی میں لیومنن کے ماتحت بیضاوی کے قول جملہ قسمیہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''انها جملة خبرية موكده بالقسمية الانشائيه فيصح وقوعها صفة بلاتاويل بالخبريه (حاشیہ بیضاوی) معلوم ہوا کہ لیومنن جملہ خبریہ ہے انشائیہ نہیں ہے۔ بیضاوی یا کشاف کے جملہ قسمیہ کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لیومنن فعل قسم یا جملہ انشائیہ ہے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ یہاں فعل اقسم باللہ محذوف ہے اور لیومنن اس کا جواب ہے۔ شہاب علی حاشیہ بیضاوی میں اس کی یہ تقدیر نکالی ہے: ''والتقدير وما احد من اهل الكتاب الا والله ليؤمنن به ''لیکن باوجود جملہ قسمیہ بنانے کے لیومنن کو اس میں بھی خبریہ ہی لکھا ہے:

''احدهما انه صفة لمبتدأ مخدوف والقسم مع جوابه خبرولا يردعليه ان القسم انشاء لان لمقصود وبالخبر جوابه وهو خبر موكد يا لقسم'' (شہاب ج۳ ص۱۹۹)

متن متین میں ہے: ''الرابعة جواب القسم وهو يجاب بالطلب ويسمى استعطافا ويختص بالباء وبالخبر هوالقسم المتعارف''

علاوہ ازیں اگر لیومنن کو اصل اور قسم کو اس کی قید بنا کر جملہ خبریہ نہ بنائیں تو موصوف مقدر کی جملہ قسمیہ صفت نہیں بن سکے گا اور جملہ کی ترکیب صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ صفت جملہ خبریہ ہوتا

ہے انشائیہ نہیں ہوتا۔ پھر لام اسی قسم کے جواب میں آتا ہے جو سوال اور طلب کے واسطے نہ ہو۔ ملا جامی لکھتے ہیں کہ: ''ویتلقی ای یجاب القسم الذی لغیر السوال باالام (الی ان قال) واماقسم السوال فلا یتلقی الابما فیه معنی الطلب نحوباللّٰه اخبرنی وباللّٰه هل قام زید'' (شرح الجامی)

غرض جواب قسم کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ انشائیہ ہی ہوا کرے۔ اسی وجہ سے کبھی جملہ اسمیہ اور کبھی ماضی اور مستقبل وغیرہ قسم کا جواب ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح قضیہ شرطیہ کے اطراف کا شرطیہ ہونا لازمی نہیں ہے کبھی جملہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح جملہ قسمیہ میں جواب قسم کا انشائیہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے لیومنن بالاتفاق جملہ خبریہ ہے۔ انشائیہ نہیں ہے۔

س ..... لیؤمنن به قبل موته میں قبل موته کی ضمیر عام مفسرین نے کتابی کی طرف لوٹانی جائز رکھی ہے۔ قبل موتهم اور لیومنن ضم نون کی قرأت اس معنی کی مؤید ہے۔ جب تک اس احتمال کی نفی اور مسیح کے لئے مرجع کا تعین ثابت نہ کیا جائے گا اس وقت تک اس آیت سے حیات مسیح پر استدلال کرنا جائز نہیں۔

ج..... چونکہ لیومنن زمانہ آئندہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے زمانہ استقبال کی رعایت کرتے ہوئے قبل موته کی ضمیر میں دو ہی احتمال نکل سکتے ہیں:

۱..... ضمیر کا مرجع احد مقدر ہو جو لیومنن کا موصوف ہے۔ یعنی کتابی۔

۲..... بہ کی طرح قبل موته کی ضمیر بھی عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہے۔

اگرچہ اس آیت سے حیات مسیح پر استدلال کرنا دوسری توجیہہ کی صورت میں ہے۔ لیکن اس دلیل کی صحت پہلی توجیہہ کی نفی پر موقوف نہیں ہے۔ جب ایک عبارت کی دو صحیح توجیہیں ہوسکتی ہیں تو ایک توجیہہ کی وجہ سے دوسری توجیہہ کی نفی کرنی یا اس کے مفاد کو تسلیم نہ کرنا جب تک اس کا غلط ہونا ثابت نہ کریں صحیح نہیں ہے۔ زائد از زائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت سے حیات مسیح پر استدلال کرنا مطلقاً اور ہر حالت میں جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلی توجیہہ کی وجہ سے دوسرے صحیح معنے سے استدلال کرنا غلط یا غیر مفید ہے۔

البتہ اگر دوسری توجیہہ میں کوئی ایسا احتمال پیدا ہو جاتا ہے جس کی موجودگی میں وہ توجیہہ کرنی صحیح نہ رہتی تو پھر اس سے استدلال اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدہ سے درست نہ رہتا۔ لیکن جب ہر ایک توجیہہ اپنی جگہ پر درست اور یقینی ہے اور ایک دوسرے پر موقوف نہیں اور ان میں کوئی احتمال خلاف کا بھی نہیں نکلتا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک توجیہہ سے دوسری کی

نفی کردی جائے۔ خصوصاً جبکہ دوسری توجیہہ بنسبت پہلی توجیہہ کے کئی وجہ سے بہتر اور عمدہ ہے۔ اس کو چھوڑ کر پہلی توجیہہ پر اکتفا کرنا کسی طرح درست نہیں۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ نے بھی قبل موته کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع کی ہے اور اسی کو علامہ ابن کثیر اور حافظ ابن جریر نے اختیار کیا ہے:

''وبهذا جزم ابن عباسؓ فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير منه باسناد صحيح ومن طريق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللّٰه انه الان لحيي ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون ونقل عن اكثر اهل العلم ورحجه ابن جرير وغيره''

(فتح الباری ج٦ ص٣٥٧، كتاب الانبياء باب نزول المسيح)

''وان من اهل الكتاب احد الا ليؤمنن بعيسى قبل موت عيسى وهم اهل الكتاب الذين يكونون فی زمانه فتكون الملة واحدة وهی ملة الا سلام وبهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح''

(ارشاد والساری شرح صحيح البخاری مثله وفتح الباری ج٦ ص٣٥٧)

''وهذا القول هو الحق كما سبنينه بعد بالدليل القاطع ان شاء اللّٰه وبه الثقة وعليه التكلان'' (تفسير ابن كثير ج٦ ص٤٠١)

''قال ابن جرير واولى هذه الا قوال بالصحة القول الاول وهوانه لايبقى احد من اهل الكتاب بعد نزول عیسیٰ عليه السلا م الا آمن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ عليه السلا م''

(نقله ابن كثير ج٢ ص٤٠٢ وعقيدة الاسلا م ص١٣٧ طبع ديوبند)

پھر اس سے پہلے جتنی ضمیریں ہیں وہ سب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ اس لئے اس ضمیر کا بھی عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع کرنا بنسبت کتابی کے زیادہ بہتر ہے۔ غرض قول راجع اور صحیح یہی ہے کہ موته کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی جائے۔ اس لئے حیات مسیح پر اس آیت سے استدلال کرنا درست ہے۔

۲...... علاوہ ازیں کتابی کی طرف ضمیر راجع کرنے کی صورت میں بھی اس آیت سے حیات مسیح ہی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یؤمنن بہ سے ایمان صحیح مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام پر مطلقاً یقین رکھنا مراد نہیں۔ ورنہ ہر ایک کتابی پہلے ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی نہ کوئی غلط عقیدہ رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ اور اصلی ایمان وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے۔ یعنی وہ خدا کے بندے ہیں۔ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے۔

ایسا ایمان ہر کتابی کو اس کے نزع کے وقت ملائکۃ العذاب کی سختی کرنے کی وجہ سے حاصل ہوگا۔ مگر چونکہ غرغرہ اور نزع کے وقت کا اقرار یا ایمان معتبر نہیں ہے۔ اس لئے وہ غیر مفید ہے۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ: ''ان النصر انی اذا خرجت روحه ضربته الملائکه من قبله ودبره وقالوا ای خبیث ان المسیح الذی زعمت انه الله وابن الله اوثالث ثلاثه عبدالله وروحه وکلمته فیؤمن حین لاینفعه ایمانه وان الیهودی اذا خرجت نفسه ضربته الملائکة من قبله ودبره وقالوا الی خبیث ان المسیح الذی زعمت انك قتلته عبدالله وروحه فیؤمن به حین لاینفعه الایمان فاذا کان عندنزول عیسی آمنت به احیاء هم کما آمنت به موتا هم'' (درمنثور ج۲ ص۲۴۱)

ملائکۃ اللہ کا اہل کتاب کو مرنے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلط عقیدہ پر متنبہ کرنا عقیدہ کی اصلاح کرنے کی نیت سے نہیں ہے۔ بلکہ جھڑکنے اور غلطی پر مطلع کر کے ان کے دل میں تحسر اور افسوس پیدا کرنے کی غرض سے ہے اور اس قسم کی تنبیہ عام کافروں کو بھی ان کے مرنے کے وقت کی جاتی ہے۔ سورۃ نحل میں ہے کہ: ''الذین تتوفاهم الملائکة ظالمی انفسهم فالقوا السلم ماکنا نعمل من سوء۰ بلیٰ ان الله علیم بما کنتم تعلمون (النحل:۲۸)'' کافروں کو یہ تنبیہ ان کے موت ہی کے وقت کی جائے گی۔ چنانچہ جلالین میں فالقواالسلم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''انقادوا واستسلموا عند الموت'' معلوم ہوا کہ جس طرح مشرکین کو شرک پر نزع کے وقت تنبیہ کی جاتی ہے۔ ایسے ہی اہل کتاب کو ان کے غلط عقیدہ پر متنبہ اور آگاہ کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کو اپنے عقیدہ کی غلطی اور مسلمانوں کے خیال کی صحت کا یقین ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اگر قبل موته کی ضمیر کتابی کی طرف راجع کی گئی تو لیؤمن به سے ایمان صحیح مراد ہونے کی وجہ سے حیات مسیح کا مسلمانوں کی طرح ماننا ضروری ہوگا اور حیات مسیح پر آیت سے مطلقاً استدلال کرنا صحیح سمجھا جائے گا اور اگر اثر کی صحت اور ایمان صحیح مراد لینے سے انکار کیا گیا تو آیت کا

بے فائدہ اور جھوٹا ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ اگر ایمان سے وہی ایمان مراد ہے جو یہود ونصاریٰ کو حضرت عیسیٰ کے متعلق پہلے سے حاصل تھا تو آیت کا ذکر کرنا بے سود ہے اور اگر بالکل مسلمان ہونا مراد ہے تو علاوہ مضر ہونے کے مشاہدہ کے خلاف ہے۔ جس سے آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس لئے نزول عیسیٰ سے پہلے اہل کتاب کا ایمان نزع کے وقت اس قسم کا ہوگا۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ ان کے نزول کے بعد مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب آنکھوں سے دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عقیدہ کی اصلاح کریں گے اور با امر عیسیٰ علیہ السلام، اسلام میں داخل ہوں گے اور اس طرح کلیت اس حکم کی ہر زمانہ کے لئے ثابت ہو جائے گی۔

۳...... دو قرائتیں بمنزلہ دو آیتوں کے ہوتی ہیں اور بموجب ہر قراۃ کے عمل کرنا آیت پر ضروری ہوتا ہے جس طرح ''فاعتزلوا النسآء فی المحیض ۰ ولا تقربوهن حتیٰ یطهرن (البقرہ:۲۲۲)'' یطهرن میں تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ تخفیف کی صورت میں آیت کے یہ معنے کئے گئے ہیں کہ جب عورت کا حیض پورے دس دن میں ختم ہو تو بغیر غسل کرنے کے اس سے مقاربت کرنا جائز ہے اور قرأۃ تشدید کی وجہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر دس دن سے کم میں حیض منقطع ہو تو پہلے غسل کرنا یا کم از کم ایک نماز کا وقت گزارنا ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں ابی کی قرأۃ جمع کی اور قرأۃ متواترہ میں ضمیر واحد غائب کی ہے۔ حیات مسیح پر استدلال قرأۃ متواترہ سے کیا گیا ہے جو بمنزلہ ایک جداگانہ آیت کے ہے اور جمع غائب کی قرأۃ کی وجہ سے ضمیر کتابی کی طرف راجع کی گئی ہے۔ ہر آیت اپنے اپنے معنی پر محمول ہے۔ ایک کو دوسرے کے تابع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تابع ہی کرنا ہے تو قراءۃ غیر معروفہ قرأت متواترہ کے تابع کر کے یہ معنے بیان کرنے چاہئیں کہ ہر کتابی نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نزع کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مسلمانوں کی طرح ایمان لاتا ہے اور بعد نزول عیسیٰ اس زمانہ کے اہل کتاب ان کو آنکھوں سے دیکھ کر اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اس صورت میں دونوں قرأتوں پر عمل ہو جائے گا اور اگر اس کا الٹا کیا گیا تو علاوہ قرأۃ متواترہ کو غیر متواترہ کے تابع کرنے کے، دونوں پر عمل نہیں ہوسکتا۔

۴...... وان من اهل الکتاب میں کلیت حکم کی بیان کی گئی ہے اور جب قضیہ کلیہ کا صدق کسی مدت کے ساتھ مقید ہو۔ جیسا کہ یہاں موت تک اس حکم کے صادق ہونے کی مدت ذکر کی گئی ہے تو ایسی صورت میں جمیع مدت کے ہر جز یا ہر ایک وقت میں کلیہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ایک سال تک تمام شہر کی دعوت کروں گا۔ دعوت کے وقت شہر کے

تمام افراد موجودہ کا مدعو ہونا لازمی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ دعوت کا ارادہ ظاہر کرنے کے وقت جتنے آدمی شہر میں آباد تھے وہ سب ایک سال تک وہاں حاضر رہیں۔ نہ کوئی مرے اور نہ سفر کے لئے باہر جائے اور نہ کوئی بچہ پیدا ہو۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے کسی نہ کسی وقت میں کلیت حکم کی ضرور پائی جائے گی اور اس وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ ضرور ایمان لائیں گے اور ایسا ہی حدیث میں آیا ہے: ''روی انه علیه السلام ینزل من السماء فی آخر الزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیؤمنن به حتیٰ تکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام (رواه ابن جریر عن ابن عباسؓ بسند صحیح ذکره ارشاد الساری ج۲ ص۲۰۲، درالمنثور ج۲ ص۲۴۱ یؤمن به البر و الفاجر)''

الغرض جیسے: ''اذ اخذالله میثاق الذین اوتو الکتاب (آل عمران:۱۸۷) لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جآءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)'' میں اہل کتاب سے مراد وہی اہل کتاب ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک جو اہل کتاب گزر گئے وہ مراد نہیں ہیں اور نہ ان کا اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اس وقت تک زندہ رہنا ضروری سمجھا گیا۔ ایسے ہی یہاں بھی اہل کتاب سے وہی کتابی مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود ہوں گے اور ہر ایک کتابی کا کلیت کے معنے صحیح کرنے کے لئے اس وقت تک زندہ رہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے اور اس شبہ کی وجہ سے کلیت کی نفی کرتے ہوئے اس مفہوم کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ (دیکھو احمدیہ پاکٹ بک)

۵...... آیت میں ایمان لانے کا حکم اہل کتاب کی جنس کے لئے بیان کیا گیا ہے اور جنس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اہل کتاب سے ان کے تمام افراد مراد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بعض افراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں گے۔ جنس پر حکم کرنے کی صورت میں تمام افراد کا احاطہ نہیں ہوا کرتا۔ قرآن مجید میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً:

۱...... ''ویقول الانسان أأ ذا مامت لسوف اخرج حیا (مریم:۶۶)''

یہ مقولہ کافروں کا ہے۔ مگر آیت میں مطلقاً انسان کا بتایا ہے۔ اس لئے لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ حکم آیت میں جنس کے لئے ہے۔ جس میں تمام افراد کا احاطہ ضروری نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام رازیؒ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''ان هذه المقالة لماکانت موجودة فیما هو من

جنسهم صح اسنادها الی جمیعهم کمایقال بنوفلان تتلوا فلانا وانما القاتل رجل منهم'' (تفسیر کبیر ج۲۱ ص۲٤۱)

۲...... ''خلقکم من تراب ''اس میں سب کی پیدائش مٹی سے بتائی ہے۔ باوجودیکہ مٹی سے صرف حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ مگر ایک جنس ہونے کی وجہ سے نسبت سب کی طرف کردی گئی۔

۳...... ''لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین (هود:۱۱۹)'' اس میں اجمعین مذکور ہے جو استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ مگر تمام جن اور انسانوں کا دوزخ میں داخل ہونا ممتنع ہے۔ اس لئے لامحالہ اجمعین کے استغراقی معنے چھوڑ کر جنسی معنے لینے پڑیں گے اور اس طرح اجمعین کا لانا صحیح ہوجائے گا۔ دوسری آیت میں ہے کہ: ''ذرأنا لجهنم کثیراً من الجن والانس (الاعراف:۱۷۹)'' یہی مراد پہلی آیت کی ہے۔ مگر اس کو بصورت جنس بیان کردیا گیا ہے۔

۶...... آیت میں حکم افراد جنسیہ کے لئے نہیں ہے۔ جن کا باقی رہنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک ضروری ہو یا ہر زمانے میں اس کا پایا جانا لازمی سمجھا جائے۔ بلکہ اہل کتاب ہونے کے وصف پر حکم ہے۔ اس صورت میں کلیت حکم کے لئے کل مدت میں سے ایک وقت میں پایا جانا بھی کافی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ایک ماہ تک شہر کے تمام علماء جمع ہوں گے۔ اجتماع کے وقت جو شہر میں عالم ہیں ان کا جمع ہونا ضروری ہوگا۔ ابتدا سے انتہا تک سب کا رہنا لازمی نہیں ہے۔ اسی طرح جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے وقت ہوں گے ان سب کے ایمان لانے سے حکم کی کلیت ثابت ہوجائے گی۔ جس طرح ''القینا بینهما العداوة والبغضأ الی یوم القیامة (مائده:٦٤)'' اور ''وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران:٥٥)'' میں عداوت باہمی فوقیت اور غلبہ یہودیت اور نصرانیت اور تابع ہونے کی صورت کے لئے ہے۔ اسی لئے شروع زمانہ سے قیامت تک تمام افراد کا موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے، اور دھوکا دہی کے کچھ نہیں ہے۔

س...... جب القینا بینهما العداوة! میں یہود و نصاریٰ کے درمیان قیامت تک عداوت ہونے کی اور جاعل الذین اتبعوك! میں متبعین کے منکرین پر غالب رہنے کی خبر دی گئی ہے تو آخر زمانہ میں سب کا مسلمان ہوکر متحد ہونا کیوں کر ہوسکتا ہے۔

ج...... الی یوم القیامة سے قیامت کے نزدیک ہونا مراد ہے۔ بعینہ قیامت

کا دن مراد نہیں۔ حدیث میں ہے کہ:''الجہاد ماض الی یوم القیامة'' باوجودیکہ جن لوگوں پر قیامت قائم ہوگی وہ سب کافر ہوں گے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ:''قال رسول اللہ ﷺ لاتقوم الساعة الا علی شرار الخلق (رواہ مسلم ومشکوٰة ص ٤٨١)'' پھر جہاد کرنے والا کون ہوگا۔ اس لئے الی یوم القیامة سے لامحالہ الی قرب یوم القیامة مراد لینا پڑے گا۔ چونکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی بڑی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس لئے اس وقت تک عداوت یا غلبہ رہنے کو الی یوم القیامة کہنا درست ہے۔

۲...... عداوت ان لوگوں کے درمیان بیان کی گئی ہے جو یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ متصف ہوں اور جب یہودی اور نصرانی ہی نہ رہیں گے تو پھر عداوت کیسی۔ اسی طرح غلبہ متبعین کے لئے ہے۔ روز قیامت سے کچھ پہلے متبعین بھی نہ رہیں گے۔ اسی لئے غلبہ کا سوال بھی باقی نہ رہے گا۔

س...... قبل موته کی ضمیر اگر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی جائے تب بھی کلیت حکم کی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بہت سے یہودی حضرت عیسیٰ سے جنگ کرتے ہوئے بحالت کفر مارے جائیں گے۔

ج...... آیت میں قبل موته ہے۔ عندنزولہ نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پیشتر تمام اہل کتاب ضرور ایمان لے آئیں گے۔

س...... ملل مختلفہ کا ایک ہی ملت ہو جانا آیت''**ولو شئنا لاتینا کل نفس هداها ولکن حق القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین** (السجدہ:۱۳)'' اور''**ولو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة ولایزالون مختلفین الا من رحم ربك** (ہود:۱۱۸،۱۱۹)'' کے خلاف ہے۔

ج...... دونوں آیتوں کا یہ مفاد ہے کہ علم الٰہی میں جن اور انسانوں کے ایک گروہ کا دوزخی ہونا متعین ہے۔ اس لئے شروع دنیا سے لے کر آخر تک سب کے سب مسلمان نہیں ہوں گے۔ بلکہ جہنم میں داخل ہونے کے لئے کفاروں کی جماعتیں بھی ہوں گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کبھی کافروں سے خالی نہ ہوگی۔ ابتدائے دنیا میں سب دین حق کے تابع اور مسلمان تھے۔ اختلاف بعد میں ہوا ہے۔ قرآن میں ہے کہ:''**وماکان الناس الا امة واحدة فاختلفوا** (یونس:۱۹)''

اس لئے جائز ہے کہ آخر میں بھی ابتداء کی طرح سارے مسلمان ہوں۔ لہٰذا اگر

ابتدائے دنیا میں ایک مذہب پر ہونا آیت کے خلاف نہیں ہے تو آخر میں کیوں ہے۔ بینوا فتوجروا

۲...... دوسری آیت میں لا یزالون مختلفین سے مرحومین کا استثناء کیا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ غیر مرحومین میں اختلاف ہوگا مرحومین میں نہیں ہوگا۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مرحومین ہی ہوں گے اور غیر مرحومین سے ایک بھی نہیں رہے گا۔ اس لئے اختلاف بھی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اختلاف غیر مرحومین کے ساتھ تھا۔ جب وہی نہ رہے تو اختلاف بھی نہ رہا۔ جیسا کہ: ''لا یزال بنیانہم الذی بنوا ریبة فی قلوبہم الا ان تقطع قلوبہم (التوبہ:۱۱۰)'' میں ان کی زندگی تک شک کو بیان کیا ہے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو شک بھی نہ رہے گا۔

س...... جب سب مسلمان ہی ہو جائیں گے تو: ''ثم یوم القیامة یکون علیہم شہیدا'' کی رو سے اس کے خلاف گواہی دینے کا کیا مطلب ہے۔

ج...... آیت میں علیٰ ضرر کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ شہادۃ کا صلہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ: ''لتکونوا شہداً علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا (البقرہ:۱۴۳)'' یہاں شہادت سے مخالفت کی گواہی مراد نہیں ہے۔ جس طرح ہر نبی اپنی امت کے نیک و بداعمال کی گواہی دیں گے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قبل النزول اور بعد النزول کے تمام حالات کی شہادت دیں گے۔ قرآن مجید میں ہے کہ: ''فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا (النساء:۴۱)''

س...... تمام اہل کتاب کا مسلمان ہو جانا فلا یؤمنون الا قلیلا کے خلاف ہے۔

ج...... ایمان دو قسم کا ہے۔ ایمان اعتقادی۔ ایمان ذاتی۔ جملہ ضروریات دین کا اقرار اور تمام ان چیزوں کو جن پر ایمان لانا ضروری ہے تسلیم کرنا ایمان اعتقادی ہے اور مومن بہ میں سے کسی چیز کی تصدیق کرنا ایمان ذاتی ہے۔ رسولوں پر ایمان لانے کا یہی مطلب ہے کہ ان کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تسلیم کرے اور ان کی ذات کے متعلق صحیح اعتقاد رکھے۔ مگر نبی عربی ﷺ پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ رسالت کا قائل ہونے کے بعد آپ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو ماننے اور ان کے قطعی فیصلوں کو تسلیم کرے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے اور اسلام کے متعلق ایمان اعتقادی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں ایمان ذاتی مراد ہوا کرتا ہے۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا اقرار کرنا بھی دیگر انبیاء کی طرح ایمان

اعتقادی کا جز نہیں ہے۔ بلکہ ان کی ذات کے متعلق محض صحیح عقیدہ رکھنا کافی ہے۔ اس لئے لیؤمنن بہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے متعلق ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے۔ مگر ایسے ایمان سے ایمان اعتقادی حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے تمام اہل کتاب کے مسلمان ہونے پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ثبوت میں حدیث پیش کی جاتی ہے اور فلا یؤمنون الا قلیلا میں اہل کتاب سے ایمان اعتقادی اور رسول خدا ﷺ پر ایمان لانے کی نفی بیان کی گئی ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایمان رکھنے یا صحیح اعتقاد قائم کرنے کی نفی نہیں ہوتی۔ دونوں جملوں میں محمول مختلف ہے۔ اس لئے ان میں کوئی تعارض نہیں ہوسکتا۔

س…… اس آیت سے پہلے جتنی آیتیں ہیں ان میں اہل کتاب کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ پھر اس میں ان کے ایمان لانے کی مدح کیونکر ہوسکتی ہے۔

ج…… آیات کے درمیان باہمی ارتباط سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا ہے۔ اگر معمولی غور کیا جاتا یا تفاسیر کو اٹھا کر دیکھ لیتے تو یہ شبہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔

نفی قتل اور رفع آسمانی کے ثبوت کے بعد اس آیت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب سے یہ خبر دی گئی کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوا کہ رفع آسمانی کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد ہوا کہ وہ آخری زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور اس زمانہ کے اہل کتاب جو آج تک ان کے معاملہ میں متردد ہیں صحیح خیال قائم کریں گے اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوجائے گا۔

تفسیر رحمانی میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جو لوگ آج ان کے قتل پر فخر کررہے ہیں نزول کے بعد ان کو اپنی غلطی معلوم ہوکر ذلیل ہونا پڑے گا: ''ثم اشار الی من کان قائلاً بقتله سیتذلل به قبل موته'' (تفسیر رحمانی)

بیضاوی وغیرہ نے کتابی کی طرف ضمیر راجع کرنے کی صورت میں یہ ربط بیان کیا ہے:

''وھذا کالوعید لهم والتحریض علی معاجلة الایمان به قبل ان یضطروا الیه ولم ینفعهم ایمانهم'' (بیضاوی ج۱ ص۲۱۶)

س…… کیا آیت کے مندرجہ ذیل معنے بھی ہوسکتے ہیں: ۱…… تمام اہل کتاب واقعہ صلیب سے لے کر قیامت تک حضرت عیسیٰ کے قتل کے متعلق اپنے تردد اور شک میں یقین اور اذعان رکھتے ہیں اور وہ یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو مقتول بالصلب کیا۔ ۲…… اہل کتاب کا ہر فرد حضرت عیسیٰ کے مصلوب یا مقتول ہونے پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا

اورلاتا ہے۔۳..... کوئی اہل کتاب میں سے ایسانہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔'' (ازالہ ص۳۷۲،خزائن ج۳ص۲۹۱)

ج..... مرزائی جماعت کے اس آیت کے صحیح معنے چھوڑ کر قواعد عربیہ اور اصول نحو اور احادیث صحیحہ کے خلاف مختلف تحریفیں کی ہیں اور چھوٹے سے لے کر بڑا تک کوئی بھی اس تحریف میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق نہیں ہے۔لیکن جھوٹ کو کبھی فروغ نہیں ہوتا۔ جتنے معنے بھی گھڑے گئے وہ سب کے سب غلط اور کئی وجہ سے باطل ہیں:

۱..... مضارع موکدہ بلام تاکید ونون تاکید تمام محاورات عرب اور قرآن وحدیث میں زمانہ مستقبل کے لئے آیا ہے۔ ماضی یا حال کے واسطے کبھی نہیں آیا۔مگر مرزائی جماعت نے جتنے معنے بیان کئے ہیں ان سب میں ماضی اور حال کے زمانہ کو داخل کیا ہے۔جو نحوی قواعد کی رو سے بالکل غلط ہے۔اس لئے اس قسم کے معنے بیان کرنے ،قرآن عزیز کی تحریف لازم آنے کی وجہ سے صحیح نہیں۔

مطالبہ:قرآن وحدیث یا محاورات عرب سے کوئی ایسی مثال پیش کر کے انعام حاصل کریں جس میں یقینی طور پر اس طرح کا مضارع موکد زمانہ ماضی یا حال پر دلالت کر رہا ہو اور اس میں شرط وغیرہ پر مرتب ہونے کی وجہ سے استمرار استقبالی نہ پایا جاتا ہو۔

۲..... وہ اپنے شک اور تردد پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ عبارت بھی ایسی ہی مہمل ہے جیسے کوئی کہے۔وہ شخص اپنے شک یا وہم اور تخیل ظن اور یقین پر اذعان اور یقین رکھتا ہے۔ایسا مضمون محاورات مروجہ کے برخلاف ہونے کے باوجود غیر مفید اور لایعنی بھی ہے۔ علاوہ ازیں جب آیت:''ان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ۰ مالهم به من علم الاتباع الظن (نساء:۱۵۷)''

میں ان کا قتل مسیح کے متعلق ظنی اور شکی ہونا ظاہر کیا تھا تو اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر بے فائدہ ذکر ہی کرنا تھا تو اسی کے ساتھ اس ظن پر یقین رکھنے والا بھی کہہ دیا ہوتا۔قتل کی نفی یقینی بیان کرنے کے بعد اس کو علیحدہ ذکر کرنے سے کیا فائدہ تھا۔

۳..... جب نون اور لام تاکید مرزائی خیال میں مطلوب پر داخل ہوتا ہے تو لیومنن بہ کے یہ معنے ہوئے کہ ایمان یہود بالشک والتردد مطلوب خداوندی ہے جو علاوہ غیر مفید ہونے کے بالکل مہمل ہے۔

۴...... ماقتلوه یقینًا میں یقینًا کا تعلق اگر منفی ہے تو یہ معنے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو مقتول کے عیسیٰ یا غیر عیسیٰ ہونے میں ابھی تک شک ہے۔ اس صورت میں یہ جملہ الا اتباع الظن کی تاکید ہوگا اور عبارت کی تقدیر اس طرح ہوجائے گی: ''ماقتلوه متیقنین انه هو بل هم شاکون فیه'' اور اگر نفی یعنی عدم القتل کی قید ہے تو پھر یہ معنی ہیں کہ نہ قتل کرنا ان کے نزدیک یقینی ہے۔ مگر لوگوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل غلط مشہور کردیا: ''قال الجبائی من المعتزلة نقله الرازی'' اور اگر اخبار بالحکم سے تعلق ہے اور بنفسہ حکم سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ معنے ہیں کہ عدم قتل کی خبر اللہ کی طرف سے یقینی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے: ''ان التقین فی الایة وان کان من اخبار اللّٰه لکنه هو فعلهم وانه منصوب بنزع الخافض ای ظن فهوقید لاخبار الحکم الا للحکم نفسه''

(ذکره ابن الحاجب فی شرح المفصل)

اب اگر آیت کے یہ معنی ہیں کہ اہل کتاب کو اپنے شک پر یقین ہے اور بہ کی ضمیر سے اس جملہ میں شک اور اتباع ظن مراد ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب مالهم به من علم سے مطلق اذعان کی نفی کر کے ماقتلوه سے اس کی تائید بیان کردی گئی تھی تو لیؤمنن به سے کسی شے کے متعلق یقین اور اذعان ثابت کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ضمیر مالهم به کو بھی شک کی طرف راجع کرنے سے کوئی شئی مانع نہیں ہے اور اگر قتل پر یقین رکھنا مراد ہے تو قرآن کی آیت ان الذین اختلفوا سے یہ خبر دینا کہ ان کو اس بارے میں تردد ہے غلط پڑے گی اور اگر عدم قتل ان کے نزدیک یقینی تھا جیسا کہ جبائی کہتا ہے تو اس صورت میں قتل پر ایمان رکھنے کی خبر دینے سے کذب اور تناقض لازم آئے گا۔ اور نیز جب انا قتلنا سے ان کے ادعائی یقین کو ظاہر کر کے خدا تعالیٰ نے ماقتلوه یقینا سے تردید کردی تھی تو پھر ان کے علم بالقتل کے دعویٰ کو دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔

۵...... پھر لیؤمنن میں اہل زبان کے خلاف ماضی اور حال کے معنے لے کر بھی ان من اهل الکتاب! کی کلیت مطلقہ صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اہل کتاب کا وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر گزر گیا تھا وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

۶...... محمد علی لاہوری اور بعض قادیانی کہتے ہیں کہ فریقین کی تاریخیں اور ان کی روایات اس امر کی مؤید ہیں کہ آپ کو قتل عیسیٰ کا شروع سے یقین چلا آرہا ہے۔ اس لئے یہی ماننا

چاہیے۔ ورنہ یہ سب باتیں غلط ثابت ہو جائیں گی۔ گویا ان کی نظر میں قران عزیز کی خبر ان کے شک اور تردد کے متعلق اگر جھوٹی ہوتی ہے تو ہو جائے۔ مگر یہود و نصاریٰ کے خرافات اور ان کے مذہبی ڈھکوسلے جھوٹے نہیں ہونے چاہئیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ! شعر:

اگر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد
آہ گر از پس امروز بود فردائے

دراصل ان تمام آیتوں کا ماحاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اگرچہ بظاہر قتل عیسیٰ کے متعلق اپنا اذعان اور یقین ظاہر کرتے ہیں۔ مگر دل سے اس معاملہ میں متردد ہیں اور اسی طرح متردد رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کو دیکھ کر اپنی غلطی کا احساس اور قرآن کی صدق بیانی کا اقرار کریں گے۔

۷...... آخری معنے میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے ایک تعریضی جز، یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طبعی موت پر ایمان لانے سے پہلے معنے بیان کرکے آیت میں قبل الایمان بموتہ کا اضافہ کر دیا۔

مطالبہ: اب جب اہل کتاب کے ہر فرد کے لئے ماذکر پر ایمان لانے کی یہ شرط ہوگئی کہ وہ موت طبعی کا علم ہونے سے پہلے ہو تو کیا اب تک تمام اہل کتاب میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ نیز اگر عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت طبعی کا علم گزشتہ افراد کو ہو چکا تھا تو سب کو اس سے پہلے ماذکر کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلیت کس طرح رہے گی اور اگر ابھی تک ان کو موت طبعی کا علم نہیں ہوا تو بہت سے کتابی اس علم کے حاصل کرنے کے بغیر مر گئے۔ ان میں کلیت کیونکر صادق آئے گی۔ بینوا فتوجروا!

آیت نمبر۹...... ''لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللّٰہ ولا الملائکۃ المقربون'' (نساء: ۱۷۲)

استدلال

اس پر تمام دنیا کا اتفاق ہے کہ تثلیث اور الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے غائب ہونے کے بعد ظاہر ہوا ہے۔ اس پر یقیناً اپنی الوہیت کا انکار اور عبدیت کا اقرار اور تردید نصاریٰ کا موقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا کے قیام میں نہیں ملا۔ لہٰذا ایسا وقت ضرور آنا چاہئے جس میں وہ نصاریٰ کے عقائد باطلہ کی تردید کریں۔ ایسا زمانہ نزول کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں بھی کسر صلیب اور قتل خنزیر

سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور مضارع موکد بلن تاکید بھی جو محض زمانہ استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ اسی غرض سے لایا گیا ہے۔ اگر آئندہ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مقدر نہ ہوتا تو مضارع پر لن تاکید یہ استقبالیہ کبھی داخل نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا اس آیت کی رو سے ضروری ہے۔

آیت نمبر۱۰...... ''اذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبینات فقال الذین کفروا ان هذا الاسحر مبین'' (مائده: ۱۱۰)

فائدہ: منجملہ ان احسانات کے جو قیامت کے روز عیسیٰ علیہ السلام سے بطور امتنان ذکر کئے جائیں گے۔ ایک احسان یہ بھی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے اس وقت روکے رکھا جبکہ تو ان کے پاس معجزات لے کر آیا تھا اور کافروں نے ان کو جادو کہتے ہوئے تجھ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ چونکہ اذ قال اللہ سے اس آیت کا شروع یوم یجمع اللّٰہ الرسل بدل ہے اور اس میں یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اس لئے یہ جملہ احسانات قیامت کے روز بیان کئے جائیں گے ''اذ قال الله'' بدل من یوم لجمع (بیضاوی ج۱ ص۲۵۱ وتفسیر ابی سعود ج۳ ص۹۴)

استدلال

یہ قول قیامت کے دن محل امتنان اور احسانات کے ذیل میں ذکر کیا جائے گا۔ جیسا کہ اذ قال اللّٰہ یاعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیك! سے ظاہر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لینے اور دشمنوں کو ان کے پاس تک نہ جانے دینے کا احسان اس صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے مکروفریب اور دست درازی سے بالکل بچالیا گیا ہو۔ ورنہ اگر سوائے قتل حقیقی کے مارنا پیٹنا ذلیل کرنا وغیرہ سب کچھ ہوا تھا تو احسانات کے ضمن میں کبھی اس کا ذکر نہ ہوتا اور نہ اس کو کف سے تعبیر کیا جاتا۔ کیونکہ کف لغت میں روکنا اور منع کرنا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کا صلہ عن آیا ہو جو بعد اور مجاوزۃ پر دلالت کرتا ہے۔ اس وقت ہانکنے اور چلانے ہی کے معنی آتے ہیں: ''الکف راندن یقال کففته عنه فکف (منتهی الارب ج۴ ص۳۹)'' ...... ''قد کف صاحبه عن مجاوزته الی غیره الی منعه (مجمع البحار ج۴ ص۴۳۰)'' جب ایک سفر میں کافروں نے رسول خدا ﷺ اور مسلمانوں کو دھوکہ سے اذیت اور تکلیف پہنچانی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں کے شر سے بالکل محفوظ رکھا اور یہ آیت بطور امتنان نازل فرمائی: ''یا ایها الذین آمنوا اذکر نعمة اللّٰہ علیکم اذهم قوم ان یبسطوا الیکم ایدهم فکف ایدهم عنکم (مائده: ۱۱)'' اس آیت میں کف کا لفظ آیا

ہے اور ایسے موقعہ پر استعمال کیا ہے جہاں بالکل بچالیا گیا اور دشمنوں کا ہاتھ ان کے قریب تک نہیں پہنچنے دیا۔ بعینہ یہاں بھی بچانے کی ایسی ہی صورت ہوئی اور ان کو یہودیوں کے ہاتھوں میں جانے سے پہلے آسمان پر اٹھالیا۔ اسی لئے نجیتک نہیں کہا جو گرفتاری کے بعد خلاصی کا مقتضی ہے:

''ولما الی عیسیٰ بھذہ الایات البینات قصد الیھود بقتلہ فخلصہ اللّٰہ منھم ورفعہ الی السماء'' (فتح البیان ج۲)

''الی واذکر نعمتی علیك فی کفی ایاھم عنك حین جئتھم بالبراھین والحجج القاطعة علی نبوتك ورسالتك من اللّٰہ الیھم فکذبوك واتھموك بانك ساحر وسعوافی قتلك وصلبك فنجیتك منھم ورفعتك الی وطھرتك من دنسھم وکفیتك شرھم'' (ابن کثیر ج۳ص۲۰۱)

''روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لما اظھر ھذہ المعجزات العجیبة قصد الیھود قتلہ فخلصہ اللّٰہ منھم حیث رفعہ الی السماء''

(تفسیر کبیر ج۱۲ص۱۲۷ واللفظ لہ ومثلہ فی الخازن ج۱ص۵۳۹)

س...... اگر رفع آسمانی ہوا ہوتا تو وہ بھی اس جگہ ضرور ذکر کیا جاتا۔

ج...... جب اس آیت میں رفع آسمانی کی طرف اشارہ ہے تو لفظ رفع کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں رفعت مکانی رفع درجہ کو مستلزم نہیں ہے۔ دوسرے دشمنوں سے بچالینا اصلی احسان ہے اور جس جگہ حفاظت کی گئی وہ اس کا نتیجہ ہے۔ اصل احسان کے ذکر کرنے کے بعد فرع کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

آیت نمبر۱۱...... ''وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بھا واتبعون ۰ ھذا صراط مستقیم (زخرف:۶۱)'' ''تحقیق عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے آنے کا علم ہیں۔ لہٰذا قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے: علم سے مراد مایعلم بہ یاما یحصل بہ العلم ہے۔ قال ابوالسعود وتسمیة علما لحصولہ بہ''

(ج۸ ص۵۲)

استدلال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے قیامت کے قریب ہونے کا علم اس صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جبکہ آخری زمانہ میں ان کا نزول مان لیا جائے اور جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے بموجب اس کے قیامت کی دس بڑی نشانیوں میں سے اس کو بھی ایک نشانی تسلیم کریں۔

س...... انہ کی ضمیر قرآن کی طرف بھی راجع کی جاتی ہے۔لہذا نزول عیسیٰ پر اس آیت سے استدلال کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

ج...... اس میں کوئی شک نہیں کہ انہ کے مرجع میں مختلف احتمالات نکل سکتے ہیں اور ہر ایک احتمال اپنی جگہ پر صحیح بھی ہے۔لیکن اس سے مطلقاً اور ہر حالت میں نزول مسیح پر استدلال نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس خاص صورت میں جبکہ انہ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی جائے۔نزول مسیح پر استدلال کیا گیا ہے۔جب تک اس احتمال کا غلط ہونا ثابت نہ کیا جائے گا اس وقت تک اس توجیہہ سے نزول عیسیٰ پر استدلال کرنا منع نہیں ہوسکتا۔زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت سے ہر ایک توجیہہ پر استدلال نہیں ہوسکتا۔لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ آیت سے کسی توجیہہ پر بھی نزول مسیح کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔پھر یہ توجیہہ تمام توجیہوں میں اعلیٰ اور افضل توجیہہ ہے۔

’’قال ابن کثیر انه لعلم للساعة تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذالك مابعث به عیسیٰ علیه السلام من احیاء الموتی وابراء الاکمه والابرص وغیر ذالك من الاسقام وفی هذا نظر وابعد منه ماحکاه قتاده من الحسن البصری وسعید بن جبیران الضمیر فی انه عائد علی القرآن بل الصحیح انه عائد علی عیسیٰ علیه السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذالك نزوله قبل یوم القیامة قال اللّٰه تبارك وتعالیٰ وان من اهل الکتاب ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام ثم یوم القیامة یکون علیهم شهیدا ویؤید هذا المعنے القرأة الاخریٰ وانه لعلم للساعة ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة‘‘ (ابن کثیر ج۷ص۲۱۷)

’’ای خروج عیسیٰ ابن مریم قبل یوم القیامة هکذا روی عن ابی هریره عن ابن عباس وابی العالیه وابی مالك وعکرمه وحسن وقتاده وضحاك‘‘ (ابن کثیر ج۷ص۲۱۷)

’’اخرج الهریابی سعید بن منصور ومسدود وعبدبن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قوله انه لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامة‘‘ (درمنثور ج۶ص۲۰)

اور ایسا ہی ابوہریرہ، مجاہد اور حسن سے عبدبن حمید اور ابن جریر نے نقل کیا ہے (روح

المعانی ج۲۵ص۸۷) میں ہے: ’’(وانه) اے عیسیٰ علیه السلام لاللقرآن‘‘

علاوہ ازیں جب آیت میں ام ھو۔ان ھو۔ جعلناہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس ضمیر کو بھی انہی کی طرف لوٹانا اولیٰ نہ ہو اور آیت کا سیاق وسباق بھی اسی کا مقتضی ہے۔لہٰذا افضل اور ارجح توجیہہ کو مرجوح اور غیر اولیٰ احتمال کی وجہ سے ترک کرنا صحیح نہیں۔اس لئے نزول مسیح پر استدلال بالکل درست ہے۔

۲...... اس آیت میں دوسری قرأت عین اور لام کے زبر کے ساتھ آئی ہے:

’’القرأة الاخری وانه علم للساعة ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة (ابن کثیر ج۷ص۲۱۷)‘‘ ......’’قرئ لعلم ای علامة (ابوالسعود ج۸ص۵۳ بیضاوی ج۲ص۲۹٤)‘‘ اور دو قرائتیں بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں۔لہٰذا بموجب اس قراۃ کے نزول مسیح پر اس آیت سے استدلال کرنا مطلقاً جائز ہے۔دیکھو ارجلکم میں زبر اور زیر کی دو قرائتیں آئی ہیں۔زبر سے خف کی صورت میں مسح اور زبر سے بغیر خف کے پاؤں کا دھونا ثابت کیا گیا ہے۔

س...... قیامت کا علم سوا خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں دیا گیا۔قرآن مجید میں ہے:

’’الیه یرد علم الساعة‘‘......’’عنده علم الساعة‘‘ پھر عیسیٰ کو قیامت کے جاننے کا ذریعہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

ج...... قیامت کے واقع ہونے کا خاص اور متعین وقت اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو حاصل نہیں۔البتہ اس کی آمد کی نشانیاں اور قریب ہونے کی علامتیں رسول خدا ﷺ کو معلوم تھیں۔ایسی نشانیوں میں دس بڑی نشانیاں رسول خدا ﷺ نے امت کی آگاہی کیلئے بیان فرمائی ہیں۔جن میں سے ایک بڑی نشانی عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہے:’’قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم‘‘(مشکوۃ ص۴۷۲ باب العلامات بین یدالساعة وذکر الدجال)

اس قسم کی علامتیں قیامت کے خاص دن کو نہیں بتاتیں۔البتہ وقت کے قریب ہونے پر یقیناً دلالت کرتی ہیں:

’’نزول من اشراط الساعة یعلم به دنوها‘‘ (بیضاوی ج۲ص۲۹٤)

’’ثم المراد بذالك نزوله قبل یوم القیامة‘‘ (ابن کثیر ج۷ص۲۱۷)

الیه یرد علم الساعة وغیرہ میں قیامت کا معین دن مراد ہے۔اس کا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے، قیامت کے قریب ہونے کا علم ہوتا ہے۔

ولا تعارض بينهما اسی واسطے یرد ملم الساعة میں اتصال پر دلالت کرنے کے لئے حرف جر یعنی لام کو حذف کر دیا اور انه لعلم للساعة میں بعد اور دوری پر دلالت کرنے کے لئے حذف نہ کیا۔

س...... جو واقعہ ہزار سال بعد ہونے والا ہے۔اس کی اتنی مدت پہلے خبر دینے کی کیا ضرورت تھی۔

ج...... چونکہ ایمان بالغیب ہوتا ہے۔ اس لئے وقت سے پہلے ہی ذکر کرنا چاہئے۔ پھر یہ اعتراض تو انبیاء علیہم السلام اور قرآن عزیز پر بھی وارد ہوتا ہے۔جنہوں نے قیامت کی آمد جنت ودوزخ اور حشر ونشر کی بہت مدت پہلے خبر دی ہے۔ ہر ایک نبی اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈراتا رہا۔ اس پر بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ نیز رسول خدا ﷺ بھی اس ملحدانہ اعتراض سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے قیامت کے بڑے بڑے نشانات بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام کی آمد بھی ہے۔

س...... نزول عیسیٰ بجسدہ العنصری اس وقت قابل تسلیم ہے۔ جبکہ ان کا صعود جسمانی مان لیا جائے اور وہ زیر بحث ہے۔

ج...... اول تو رفع جسمانی قوی اور مستحکم دلائل سے پہلے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ جب آیت مذکورہ میں کوئی قرینہ نزول بجسدہ العنصری کے مراد لینے سے مانع نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس سے انکار کیا جائے اور انشاءاللہ عنقریب بروزی نزول کی تردید کی جائے گی جس کے بعد بعینہ نزول سے انکار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

آیت نمبر۱۲...... ’’ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذرية‘‘ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے اہل وعیال بھی تجویز کئے۔

استدلال

ہر شخص جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں اور دنیا کے گزشتہ قیام میں ان کا نکاح نہیں ہوا اور اس آیت کے فیصلہ کے موجب بیوی بچے ضرور ہونے چاہئیں۔ اس لئے آخری زمانہ میں ان کا بعینہ آکر نکاح کرنا اور بچوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اس آیت کے مفہوم میں وہ بھی دوسرے رسولوں کی طرح داخل ہوسکیں۔ حدیث میں ہے: ’’قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له‘‘

(مشكوة ص۴۸۰ باب نزول عيسىٰ عليه السلام)

باب۲......حیات مسیح کا ثبوت حدیث سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت آسمان پر زندہ موجود ہونا اور آخری زمانہ میں زمین پر اترنا احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ حدیث کے متواتر ہونے پر علامہ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی و دیگر علماء کبار کی شہادتیں موجود ہیں:

۱...... ''قد تواترت الا حادیث من رسول اللہﷺ انه اخبر بنزول عیسی علیه السلام قبل یوم القیامة اماماً عادلاً حکماً مقسطاً۰ ابن کثیر ج۷ ص ۲۱۷'' علامہ نے (سورۃ نساء ج۲ ص۴۰۲) کی تفسیر میں بھی تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

۲......''الا حادیث الواردة فی نزوله متواتره'' (کتاب الاذاعه)

۳......''قدذکر الحافظ فی الفتح الباری ج٦ ص٣٥٨ تواتر نزوله علیه السلام عن ابی الحسن الآبری''

۴......''قد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ حسب ما اوضح ذالك الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ماورد فی المنتظر والدجال والسمیح وغیره فی غیره وصحح الطبری هذا القول و ورد بذالك الا حادیث المتواتره'' (فتح البیان ج٢ ص٣٤٤)

۵......''یجئ آخر الزمان لتواتر خبر النزول''

(مجمع البحار ج١ ص٥٣٤)

علاوہ ازیں دیگر صحاح کی کتابوں کو چھوڑ کر محض جامع ترمذی میں نزول مسیح کی حدیث پندرہ طریقوں سے آئی ہے اور قاضی شوکانی نے اپنے رسالہ التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجال والمسیح میں ۲۹ حدیثیں صحیح اور حسن بیان کی ہیں

علاوہ احادیث متواترہ کے آثار صحابہ اور تابعین بھی کثرت سے آئے ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ اطلاعاً کچھ ذکر اجماع کی بحث میں آئے گا۔ اگرچہ اس اجمالی بیان کے بعد اس مختصر رسالہ میں احادیث نزول کا تفصیل سے ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ مگر ایسی حدیثیں جن میں رفع الی السماء یا نزول من السماء کی قید ہے یا حیات اور عدم موت کا ذکر ہے یا مرزائیوں نے شبہات عقلیہ کی وجہ سے ان روایات کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اس قسم کے حدیثیں معلومات کو اضافہ کرنے اور تحقیق حق کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔

وہ حدیثیں جن میں رفع الی السماء کی تصریح ہے

ا...... ''(فی الدر المنثور ج۲ ص۲۳۸) اخرج عبدبن حمید والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویه عن ابن عباسؓ قال لما اراداللّٰه ان یرفع عیسیٰ علیه السلام الی السماء خرج الی اصحابه (الی ان قال) ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء''

۲...... ''عن ابن عباسؓ فاجتمعت الیهود علی قتله فاخبره اللّٰه بانه یرفعه الی السماء ویطهره من صحبة الیهود'' (رواه سنن النسائی ج٦ ص٤٨٩ حدیث ١١٥٩١ وابن ابی حاتم وابن مردویه ذکره فی السراج المنیر) ''علامہ ابن کثیر نے اس حدیث میں ابن ابی حاتم کی سند سے صحیح کہا ہے۔

۳...... ''قال ابن کثیر بعد ماذکر اسناد ابن ابی حاتم وهذا اسناد صحیح الی ابن عباسؓ ورواه النسائی عن ابی کریب بنحوه وکذا رواه غیر واحد من السلف'' (ابن کثیر ج۲ ص۳۹۸)

۴...... ''عن ابن عباسؓ فالقی اللّٰه عزوجل علیه شبیه عیسیٰ علیه السلام ورفع الی السماء''

۵...... ''وعنه ایضاً فرفعه جبرئیل من تلك الروزنة الی السماء''

(ذکره ابوالسعود ج۲ ص٤٢ تحت آیت مکرو ومکراللّٰه)

س...... یہ تمام روایتیں ابن عباسؓ نے یہود ونصاریٰ کی تعلیم سے لی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے۔

ج...... رفع کے متعلق ابن عباسؓ نے جو کچھ فرمایا ہے اس وقت یہود ونصاریٰ میں سے کوئی جماعت بھی اس کی قائل نہیں تھی۔ دونوں جماعتیں صلیب پر مارے جانے کی قائل ہیں۔ لہٰذا ابن عباسؓ کی یہ روایت اہل کتاب کے عقائد پر مبنی نہیں ہوسکتی۔ چونکہ ایسے حالات قیاساً دریافت نہیں ہوسکتے۔ اس لئے وہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ (دیکھو شرح نخبة الفکر)

غالب گمان بھی یہی ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ قول رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ کیونکہ ابن عباس نے کئی مرتبہ قرآن مجید از اول تا آخر رسول خدا ﷺ سے سمجھ کر پڑھا ہے۔

(دیکھو مقدمہ ابن کثیر)

وہ حدیثیں جن میں نزول مسیح من السماء کی قید ہے

۱..... ''روی اسحق بن بشر وعساکر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فعند ذالك ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء''

(کنزالعمال ج ۱۴ ص ۶۱۹ حدیث نمبر ۳۹۷۲۶)

۲..... ''عن ابی هریرةؓ انه قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم''

(البیهقی فی کتاب الاسماء والصفات باسناد صحیحه ص ۴۲۴)

احمد، بخاری، مسلم نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اگرچہ اس میں من السماء کا لفظ نہیں ہے۔ مگر مراد ان کی بھی یہی ہے۔ جیسا کہ علامہ بیہقی روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''رواه البخاری فی الصحیح عن یحیی بن بکیر واخرجه مسلم ومن وجه اخر عن یونس وانما اراد نزوله من السماء بعد الرفع الیه ''یعنی اس روایت کو بخاری اور مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔ لیکن اس میں من السماء کا ذکر لفظوں میں نہیں آیا۔ مگر مراد یہی ہے۔ مرزائی جماعت نے اپنی سوء فہمی سے رواہ البخاری کا یہ مطلب سمجھ لیا ہے کہ بیہقی نے یہ روایت صاحب مشکوٰۃ کی طرح صحیح بخاری سے نقل کی ہے۔ اپنی مستقل سند سے روایت نہیں کی۔ چنانچہ احمدیہ پاکٹ بک والا لکھتا ہے کہ:

''رواہ البخاری، بخاری میں راوی اور الفاظ سب موجود ہیں۔ مگر من السماء نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث کا حصہ نہیں۔''

ج..... گویا اس کے متعلق بیہقی نے یہ حدیث اپنی سند سے روایت نہیں کی۔ بلکہ بخاری اور مسلم سے نقل کی ہے اور نقل میں بھی حدیث سے کام لیا۔ اپنی طرف سے من السماء کا لفظ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر دیا اور ''من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار (مسلم ج۱ ص۷)'' جیسی وعید کی پرواہ نہ کی۔ نعوذباللّٰه من سوء الفهم وقلة التدبر!

دراصل علامہ بیہقی کی غرض اس عبارت کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ چونکہ زیادتی ثقہ کی معتبر اور قابل استناد ہوتی ہے۔ اس لئے جن روایتوں میں من السماء کی قید نہیں آئی وہاں بھی یہی مراد ہے۔ نیز انما اراد کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے۔ بخاری، مسلم، یحییٰ بن بکیر اور یونس کی طرف نہیں لوٹتی۔ اسی لئے واحد غائب کا صیغہ بیان کیا ہے۔ جمع یا تثنیہ کا نہیں کیا۔

س..... درمنثور میں سیوطی نے جو روایت بیہقی کی نقل کی ہے۔ اس میں من السماء

کا لفظ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ لفظ حدیث کا جز نہیں۔ چنانچہ (درمنثور ج۲ص۲۴۲) پر ہے:
''واخرج احمد والبخاری ومسلم والبیھقی فی الاسماء والصفات قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم''

ج...... علامہ جلال الدین سیوطی حدیث کا وہ حصہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو ان سب میں مشترک ہے۔ چونکہ من السماء کی زیادتی میں بیہقی متفرد اور اکیلے ہیں اور بخاری، مسلم اور احمد کی طرف اس لفظ کی نسبت نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا اور باقی تمام حدیث مشترک تھی اس کو بیان کر دیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ من السماء کی قید غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بجائے حذف کرنے کے صاف لفظوں میں اس قید کا غیر معتبر ہونا ظاہر کر دیا جاتا۔

وہ حدیثیں جن میں عدم موت یا عدم فنا اور حیات کا ذکر ہے

۱...... ''روی ابن جریر وابن ابی حاتم عن الربیع ان النصاریٰ اتوا رسول اللہ ﷺ فخاصموہ فی عیسیٰ علیہ السلام وقالوا من ابوہ وقالوا علی اللہ الکذب والبھتان فقال لھم النبی ﷺ الستم تعلمون انہ لایکون ولد الاوھو یشبہ اباہ قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربنا حی لایموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء قالوا بلی...... الخ'' (درمنثور ج۲ ص۳)

جب علماء نصاریٰ نجران سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے بارے میں مناظرہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی الوہیت کی تردید کرتے ہوئے ان ربنا حی لایموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء فرمایا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ کی موت واقع ہوچکی ہوتی تو یاتی مستقبل کا صیغہ کبھی استعمال نہ کرتے بلکہ مات فرماتے:

۲...... ''عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (درمنثور ج۲ ص۳۶، رواہ ابن کثیر عن ابن ابی حاتم من آل عمران ابن کثیر ج۲ ص۴۰ وذکرہ فی النساء من طریق آخر موقوفا علیہ فھو مرفوع وموقوف علیہ واخرج ابن جریر مرفوع علیہ)''

۳...... ''اخرج الحاکم فی آخر حدیث الملاقات مع عیسیٰ لیلۃ الاسراء بعدقولہ فیما عھد الیّ فذکر من خروج الدجال فاھبط فاقتلہ ولا

اتـرکـکم یتامیٰ انی اتی الیکم بعد قلیل واما انتم فترونی الیّ اناحی ''یہ حدیث مفصلاً اس طرح آتی ہے۔

''(اخـرج احمد ج۱ص۳۷۵ واللفظ له وابن ابی شیبه ابن ماجه ص۲۹۹ ابن المنذر والحاکم ج۲ص۱۴۱،۱۴۰ وصححه وابن مردویه والبیهقی فی البعث والنشور) عن رسول اللهﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ علیهم السلام فتذاکروا امرلساعة فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لاعلم لی بها فردوا امـرهم الی موسیٰ فقال لاعلم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال اما وجبتها فـلا یـعـلـم احـد الا الله تـعالیٰ وفیما عهد الیّ ربی عزوجل ان الدجال خارج ومـعی قضیبان فاذا رأنی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکم الله اذا رانی حتـی ان الـحـجـر والشـجـر یـقول یامسلم ان تحتی کافراً فتعال فاقتله قال فیهلکهم الله (قـد ذکـره الـحـافـظ فی الفتح ج۱۳ص۷۹ قبل ذکر الدجال وسکت علی تصحیح الحاکم ایاه)''

س...... جب دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھتے ہی رانگ یا نمک کی طرح پگھل جائے گا تو معلوم ہوا کہ آنے والے مسیح کے پاس دھاری دار آلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ روحانیت اور قلم سے اپنے دشمنوں کو زیر کرے گا۔

ج...... اس کا جواب (مسلم ص۳۹۲ کتاب الفتن وشراط الساعة) کی روایت میں موجود ہے:''فیـنـزل عیسـی بـن مـریم فامهم فاذا رأه عدو الله ذاب کما یذوب الـمـلـح فی الماء فلوترکه لانذاب حتیٰ یهلك ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربة'' (مشکوٰة فی الملاحم ص۴۶۶)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کا تو یہی اثر ہوگا کہ وہ نمک یا رانگ کی طرح پگھل جائے اور یہ لفظ حقیقت پر محمول ہے۔ لیکن پگھلنے سے پہلے اس کو اپنے خنجر سے ہلاک کردیں گے۔ تاکہ لوگ خون آلود خنجر کو دیکھ کر اطمینان حاصل کرسکیں اور حدیث میں بھی قضیبان سے دو باریک تلواریں یا خنجر ہی مراد ہے۔ قلم یا روحانی تلوار مراد نہیں ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

''وعـلـیـه مـمـصـرتـان وبیـده الحربة و بمایقتل الدجال (رواه ابو السعود ج ۸ ص ۵۳ زیر آیت وانه لعلم للساعة وتفسیر کبیر ج ۲۷ ص۲۲۲)''

!!...... "لیهلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة اولیثنیهما" (رواه مسلم ج ۱ ص ۴۰۸ باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

۱۲...... "(اخرج الحاکم ج۳ ص ۴۹۰ باب هبوط عیسیٰ علیه السلام و قتل الدجال) عن ابی هریرةؓ و صححه قال قال رسول الله ﷺ لیهبطن ابن مریم حکما عدلا و اماماً مقسطا و یسلکن فجاً حاجاً او معتمراً اوبینتهما اولیاتین قبری حتی یسلم علیّ ولاردن علیه"

س...... مواقیت احرام میں سے فج الروحاء کسی میقات کا نام نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں۔ لہٰذا اہلال اور تلبیہ سے تبلیغ دعوت اسلام اور فج روحاء سے پنجاب مراد ہے۔

ج...... مواقیت سے احرام باندھنے کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو بغیر احرام باندھے میقات سے گزرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص میقات سے پہلے کسی جگہ سے احرام باندھ کر چلے تو وہ ناجائز ہے۔ اس لئے روحاء سے احرام باندھ کر چلنا خلاف شرع نہیں ہے جس کا ترک کرنا لازم ہو۔

۲...... درحقیقت حدیث کے یہ معنی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام تلبیہ پکارتے ہوئے فج روحاء سے گزریں گے۔ فج روحاء مدینہ سے بدر کی طرف ایک گھاٹی کا نام ہے: "فج الروحاء مسلکه ﷺ الی بدر" (مجمع البحار ج ۴ ص ۱۰۶)

بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کنوئیں کا نام ہے اور مدینہ سے ۲۸ میل فاصلہ پر ہے:

"وهی الی المدینة اقرب یقال هومنها علی ثمانیة و عشرین فرسخا"

(مسباح المنیر)

اس لئے ابتداء احرام کی اہل شام کے میقات سے ہوگی اور روحاء کے راستہ سے مکہ میں داخل ہوں گے۔ (ولا حرج فیه)

پھر فج بمعنی راستہ یا گھاٹی ہے: "وهو الطریق الواسع (مجمع البحار ج ۴ ص ۱۰۵)"...... "ویطلق ایضاً علی المکان المنخرق بین الجبلین (مجمع البحار ج ۴ ص ۱۰۵)" اور فج الروحاء کے معنی روحاء کا راستہ یا گھاٹی ہوئے۔ مگر روحاء کے معنی درمیان دو آبہ یا کثرت انہار وغیرہ کے کس جگہ لکھے ہیں؟۔ جس سے پنجاب کے معنی سمجھ لئے گئے اور اگر اس کو راحت سے گھڑا گیا ہے تو علاوہ قیاس فی اللغتہ کے بدر والی جگہ کا نام تو فج الروحاء ہونا

ہی نہ چاہئے۔ کیونکہ وہاں نہ دریا اور نہ نہریں ہیں اور نہ کسی قسم کی سرسبزی۔

۱۳...... ''عن ابی هریره ان النبی ﷺ قال الانبیاء اخوة العلات امهاتهم شتی ودینهم واحد وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لا نه لم یکن بینی وبینه نبی وانه خلیفتی علی امتی وانه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض و علیه ثوبان ممصران کأن راسه یقطرو ان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیه ٠ ویدعوا الناس الیٰ الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام (رواه ابن ابی شیبه ج۸ ص٦٦٥ حدیث نمبر ۷۲ باب ماذکر فی فتنة الدجال، مسنداحمد ج ۲ ص٤٠٦، ابو داؤد ج۲ ص۱۳٥ باب خروج الدجال و ابن جریر ج۳ ص۲۹۱، زیرآیت یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك، ابن حبان ج۹ ص۲۸۹ ، ۲۹۰ باب ذکر البیان ان عیسیٰ ابن مریم اذانزل یقاتل الناس علی الاسلام)''

۱۴...... ''قال رسول ﷺ لن تهلك امة انا اولها وعیسیٰ آخرها (صححه فی الدرالمنشور ج۲ ص۲٤٥ وفی روایة برحاشیه احمد منتخب کنزالعمال ج٦ص۳۰ وابی نعیم والمهدی اوسطها کنز العمال ج١٤ ص٢٦٦ حدیث نمبر۳۸٦۷۲، الحاوی للفتاوی ج۲ ص٦٤ وحسنه فی الفتح ومن خصائل اصحاب النبی ﷺ قال فی التفسیر رواه النسائی)''

س...... (مستدرک کی ج ۳ ص ۴۹۴، ۴۹۵ حدیث نمبر ۴۲۲۹) ذکر خالد بن سنان کی روایت میں ہے کہ خالد بن سنان رسول اللہ ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان نبی ہوئے ہیں اس لئے لم یکن بینی وبینه کہنا درست نہیں۔

ج...... (درمنثور ج۲ ص۲۴۷) میں ''رسلا لم نقصصهم ٠ النساء: ١٦٤ '' کے تحت میں ذہبی کا قول نقل کر کے اس حدیث کی تضعیف کی ہے: ''قال الذهبی منکر'' اسی وجہ سے تلخیص المستدرک میں یہ روایت مذکور نہیں ہے۔

۱۵...... ''قال رسول الله ﷺ اذبعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء مشرقی دمشق بین مهرو زتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذا طاطأ راسه یقطرو اذا رفعه لحدرمنه مثل جمان کاللؤلؤ فلا یمحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه

حتیٰ یدرکه باب الد فیقتله (رواہ فی المشکوٰۃ ص ٤٧٣ باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال مسلم ج ٢ ص ٤٠١ باب ذکر الدجال)''

س...... عیسیٰ علیہ السلام کے سانس سے کافروں کا مرنا بتارہا ہے کہ آنے والا مسیح کافروں کو حجت اور دلیل سے ہلاک کرے گا۔ خنجر یا تلوار سے قتل نہیں کرے گا۔

ج...... آلات حرب میں سے یہ بھی ایک آلہ ہوگا۔ کفار کے ہلاک کرنے کا انحصار محض اسی آلہ پر نہیں ہے۔ بذریعہ سانس کے وہ ہی ہلاک ہوں گے جن پر عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پڑے گی اور نظر کے ساتھ ساتھ وہ ان کے سانس کو محسوس بھی کریں گے۔ جیسا کہ لفظ یجد من ریح نفسه الامات اوراذاراہ عدو اللّٰہ لذاب کمایذوب الملح فی الماء یا اذاراء نی لذاب کمایذوب الرصاص سے مستفاد ہورہا ہے۔ کیونکہ اس میں ریح نفس کے پانے اوران کو دیکھنے کی شرط مذکور ہے۔ لہٰذا جن کافروں پر حضرت عیسیٰ کی نظر نہ پڑے گی اور نہ وہ ان کو دیکھیں گے یا درخت اور پتھر کے پیچھے چھپ جائیں گے یا باوجود ان تمام شرائط کے پائے جانے کے حضرت عیسیٰ ان کو خنجر سے ہلاک کرنا چاہیں گے ایسے تمام کافر تلوار یا نیزہ وغیرہ ہی سے قتل کئے جائیں گے۔ وہاں حجت اور دلیل کوئی کام نہ دے گی۔ پھر ایک آدمی کافروں کے اتنے بڑے لشکر کو تنہا سانس کے اثر سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کا لشکر ہوگا جن کے سانس میں یہ تاثر نہ ہوگی۔ ان کو دشمنوں کا مقابلہ کے لئے آلات حرب کی لازمی طور پر ضرورت پڑے گی۔ لہٰذا حدیث کے کسی لفظ سے حرب وضرب کے آلات کی نفی کرکے اس سے حجت اور دلیل کو ثابت کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

۱۶...... ''عن عبداللّٰہ بن عمرؓ وقال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی الارض فتزوج ویولدویمکث خمساواربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکروعمر (رواہ الجوزی فی کتاب الوفاء ص ٨٣٢ باب فی حشر عیسیٰ بن مریم مع نبینا مشکوٰۃ ص ٤٨٠ باب نزول عیسیٰ علیه السلام)''

۱۷...... ''اخرج البخاری فی تاریخ والطبرانی عبداللّٰہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰہ ﷺ و صحابیه فیکون قبره رابعاً (درمنثور ج ٢ ص ٢٤٦، مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٠٩، اخرج الترمذی عنه ج ٢ ص ٢٠٢

باب فضل النبی ﷺ مشکوۃ ص۵۱۵ باب فضائل سید المرسلین ﷺ قال مکتوب فی التورات صفة محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معه)''

س...... عینی کی یہ روایت قیل یدفن فی الارض القدس کہ وہ بیت المقدس میں دفن کئے جائیں گے اس حدیث کی معارض ہے۔

۲...... یدفن معی میں معیت زمانی تو مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ معیت مکانی کا ارادہ کرنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ قبر شریف میں آپ کے ساتھ مدفون ہونا غیر معقول امر ہے۔

۳...... اگر قبر سے بتاویل بعید مقبرہ مراد لیں وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ترمذی میں ابو بکرؓ سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ نبی کی روح اسی جگہ دفن کی جاتی ہے جہاں وہ مدفون ہونا پسند کرتے ہیں اور یہاں یہ بات ممکن نہیں ہے۔

ج...... عینی کی روایت بمقابلہ بخاری کے ضعیف ہے۔ اسی لئے اس کو علامہ عینی نے تمریض کے صیغے قیل سے بیان کیا ہے۔ تعارض اس وقت مضر ہوتا ہے جب دونوں روایتیں ایک درجہ کی ہوں قوت اور ضعف کی صورت میں قوی کو ضعیف پر ترجیح ہوا کرتی ہے۔ تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوا کرتی۔

۲...... فی قبری یا معی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعینہ قبر شریف میں حضور ﷺ کے پہلو بہ پہلو مدفون ہوں گے۔ بلکہ اس کے قریب جگہ میں دفن ہونا مراد ہے: ''(فی قبری) ای فی مقبرتی وعبر عنها بالقبر لقرب قبره بقبره فکانهما فی قبرا واحد (مرقاۃ ج۱۰ ص۲۳۳) قال ابو مودود قدبقی فی البیت موضع قبر (مرقاۃ ج۱۱ ص۶۷ ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲ باب ماجاء فی فضل النبی)'' علاوہ ازیں ایک روایت میں موضع قبر آیا ہے: ''عن عائشةؓ قلت یا رسول اللّٰه انی اری انیٰ عیش بعدك فتاذن لی ان ادفن الی جنبك فقال وانیٰ لك بذلك الموضع مافیه الاموضع قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ ابن مریم (کنز العمال ج۱٤ ص۶۲۰ حدیث نمبر۳۹۷۲۸ مختصر ابن عساکر ج۲۰ ص۱۵٤)'' قرآن میں ہے: ''ولا تقم علی قبره (توبه: ۸٤)'' اس میں علی قبرہ کے معنی بعینہ قبر پر کھڑا ہونا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک کھڑا ہونا مراد ہے۔ اسی طرح لیا تین قبری میں موضعاً قریبا من قبری کا ارادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا فی قبری میں بھی فی مکان قریب من قبری مراد ہے۔

(ب)...... قبر سے بطور استعارہ مقبرہ مراد ہے اور وجہ استعارہ کی پہلے معلوم ہوچکی ہے۔

۳...... (ترمذی ج۱ ص۱۹۸ ابواب الجنائز) کی حدیث اس طرح ہے:''عن عائشةؓ قالت لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا فی دفنه فقال ابو بکر سمعت من رسول الله ﷺ شیئا مانسیته قال ما قبض الله نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه فدفنوه فی موضع فراشه ''یعنی خدا کا پیغمبر جس موضع میں دفن ہونا پسند کرتا ہے وہیں ان کی روح قبض کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس دفن ہونے کی ہر مسلمان کو تمنا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو بدرجہ اولیٰ اس کی خواہش ہوگی۔ اس لئے جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوگا۔ وہ قبر شریف پر حاضر ہوں گے اور حضور کو سلام کریں گے۔ جیسا کہ: ''لیاتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه (مستدرك حاكم ج ۲ ص ٤٩٠ باب هبوط عیسیٰ علیه السلام)'' سے ظاہر ہے اور قاعدہ مقرر کے موافق وہیں انتقال ہوگا اور حضور ﷺ کے پہلو میں قریب ہی دفن کر دیئے جائیں گے اور بہت ممکن ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی درخواست پر مقام تیہہ سے نکال کر پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے موافق بیت المقدس سے قریب کر دیا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آرزو پر ان کو قبر مبارک کے نزدیک کر دیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئی اپنی حقیقت پر محمول ہے اور اس میں کسی قسم کی تاویل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۸...... ''(اخرج ابن حبان فی صحیحه ج ۹ ص ۲۸٦ باب ذکر قدر مکث الدجال فی الارض عندخروجه من وثاقه) عن ابی هریرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ینزل الله عیسیٰ بن مریم فیؤمهم فاذارفع راسه من الرکعة قال سمع الله لمن حمده قتل الله الدجال واظهرالمؤمنین''

۱۹...... ''عن جابر سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تنزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعالیٰ صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة''

(رواه مسلم ج۱ ص ۸۷ باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعة نبینا)

۲۰...... ''عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی

بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیرویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی یکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة فاقروااما شئتم وان من اهل الکتاب (بخاری ج۱ ص ٤٩٠ باب نزول عیسیٰ بن مریم، مسلم ج۱ ص۸۷ نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعة نبینا ﷺ)''

۲۱...... ''عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة''
(رواہ مسلم ج۱ ص۸۷ باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعة نبیناﷺ)

نزول کا معنی

س...... نزول سے مراد آسمان سے اترنا یا نازل ہونا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں اس لفظ کے وہی معنی ہیں جو مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہیں:

۱...... ''انزل لکم من الانعام (زمر:٦)'' ۲......''انزلنا الحدید (الحدید: ۲۵)'' ۳......''انزلنا الیکم لباسا (اعراف: ۲٦)''

۴...... ''نزل النبی من الانبیاء تحت شجرة (کنزالعمال ج۵ ص۳۹۲ حدیث نمبر ۱۳۳۸۳)'' اس قسم کی اور بہت سی مثالیں قرآن مجید وحدیث مبارکہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے حدیث میں نزول مسیح سے ظلی اور بروزی نزول مراد ہے۔ حقیقی طور پر اترنا مراد نہیں۔

ج...... نزول کے کسی ایک معنی سے اس لئے انکار کر دینا کہ اس کا استعمال دوسرے معنوں میں قلت یا کثرت کے ساتھ آ رہا ہے جہالت اور نادانی ہے۔ مجاز یا مشترک کے قرائن ترجیح میں سے کوئی قرینہ قلت یا کثرت استعمال کا نہیں ہے۔ لفظ زکوٰۃ قرآن اور حدیث میں کثرت سے صدقہ فرضیہ کے لئے آیا ہے۔ مگر اس کا استعمال طہارۃ نماز، برکت، صلاحیت وغیرہ بھی بدستور صحیح ہے۔ قرآن میں ہے:''خیر امنه زکوٰة ای اسلاماً وقیل صلا حاً (ورحماً) ای رحمة لوالدیه (مجمع البحار ج۲ ص ٤٣٤، مازکی منکم ماطهر...... ذلکم ازکی ای انمی واعظم برکة'' مجمع بحارالانوار ج۲ ص ٤٣٤) اسی طرح نزول مختلف معنوں کے لئے استعمال کیا گیا۔ قرآن وحدیث اور محاورات عرب میں اوپر سے نیچے اترنے کے معنوں میں بھی کثرت سے آیا ہے:

”(۱)...... انا انزلناه فی لیلة القدر (القدر:۱) (۲)...... ونزل به الروح الامین (الشعراء:۱۹۳) (۳)...... بالحق انزلناه و بالحق نزل (الاسرا: ۱۰۵) (٤)...... لما نزلت بنو قریظة ای نزلت من الحصن علی حکم سعد (مجمع البحار ج ٤ ص ۷۰۸) (٥)...... بکتباك الذی انزلت (مقامات) (٦)...... تنزل الملائکة والروح (القدر: ٤)“

دراصل جب ایک لفظ مختلف معنوں کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے تو اس لفظ سے ایک خاص معنی کا ارادہ کرنے کے لئے ہمیشہ کسی نہ کسی قرینہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ خواہ وہ قرینہ اس عبارت میں موجود ہو یا کوئی خارجی قرینہ وہاں پایا جاتا ہو۔ جب تک تعین اور تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہ ہوگا۔ مشترک کو کسی خاص معنی کے لئے متعین کر لینا یا حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ حدیث نزول سے نزول حقیقی مراد لینے کے متعدد قرینے موجود ہیں:

(۱)...... قرآن مجید کی وہ آیتیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اب تک زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۲)...... احادیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی وہ صفتیں بیان کی ہیں جو ان کے سوا کسی غیر میں نہیں پائی جاتیں۔ ان سے حقیقی نزول کے معنی مستفاد ہوتے ہیں۔

(۳)...... بغیر نکاح کرنے کے دنیا سے چلے جانا اور باوجود یہ کہ ہر ایک رسول کے بیوی بچے ہونے اس آیت کی رو سے ضروری ہیں: ”ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذریة“ (الرعد: ۳۸)

(۴)...... اپنے گزشتہ قیام میں حج نہ کرنا باوجود یہ کہ بیت اللہ کی زیارت کرنی بھی نبی عربی ﷺ کے ارشاد گرامی کے بموجب ضروری ہے۔

(۵)...... قرآن کی کسی آیت اور حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے بروزی یا ظلی نزول کی طرف معمولی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔

(۶)...... ظلی نزول ماننے کی وجہ سے صریح نصوص میں باوجود دلیل شرعی کے اپنی رائے سے تاویل کرنی لازم آتی ہے جو تحریف ہے اور اس طرح دین کی ہر ایک بات کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

(۷)...... صحیح حدیث میں رفع الی السماء اور نزول من السماء عدم موت اور رجوع الی الدنیا کی قید صراحۃً موجود ہے۔

(۸) ..... (مستدرک ج ۳ ص ۴۹۰، حدیث ۴۲۱۸) کی صحیح حدیث میں بجائے لینزلن کے لیهبطن ابن مریم حکما عدلا مذکور ہے اور ہبوط اوپر سے نیچے اترنے پر بولا جاتا ہے۔ "هبط هبوطا فرود آمد از بانـد (منتهی الارب ج ٤ ص ٣٤٦)" معلوم ہوا کہ نزول کے معنی اس جگہ فرود آمدن ہی کے ہیں۔

س ..... ظلیت اور بروزیت کا مطلقاً ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بروزیت کو تسلیم کرلیا جائے تو کیا حرج ہے۔ مثلاً ۱..... "نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین ۰ علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لاتعلمون (واقعه ٦٠، ٦١)" ۲..... "ضرب الله مثلا الذین آمنوا امرء ة فرعون ۰ اذ قالت رب ابن لی عندك بیتاً فی الجنة ونجنی من فرعون و عمله ونجنی من القوم الظالمین ۰ ومریم ابن عمران التی احصنت فرجها (تحریم ١٢)"
اس آیت میں ہر مومن کو فرعون کی عورت اور مریم کی مثل کہا ہے۔ جب مریم کا کوئی مثل ہو سکتا ہے تو ابن مریم کا کیوں نہیں ہو سکتا۔

(۳) ..... وہ آیتیں جن میں نبی عربی ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کو ان افعال کی وجہ سے مخاطب بنایا ہے جو ان کے آباؤ اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کئے تھے۔ ان کا مخاطب بنانا اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان میں اور ان کے آباء میں مماثلت اور بروزیت کا اقرار کیا جائے۔

(۴) ..... علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس حدیث میں امت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثل کہا ہے۔

(۵) ..... فتوحات میں شیخ اکبر اور دیگر صوفیاء بروز کے قائل ہیں۔

ج ..... صوفیاء کی اصطلاح میں بروز کے یہ معنی ہیں کہ کسی کی قوی یا کامل روح دوسرے آدمی کے بدن میں تصرف کرے اور اس کو اپنے افعال کا آلہ کار یا اپنی صفات کا مظہر بنا لے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ناقص درجہ کی روح کامل کی روح سے استفاضہ کرے جس طرح بعض جنات کا اثر بدن انسانی میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح بروز میں ایک روح دوسرے میں متصرف ہوتی ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری نے (اقتباس الانوار ص ۵۱) میں لکھا ہے: "بروز آں رانامند که روحانیت کمل در بدن کاملی تصرف نماید وفاعل افعال اوشود" یہ

وہی شیخ محمد اکرم ہیں جن کی نسبت مرزا قادیانی نے (ایام الصلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۲، ۳۸۳) پر یہ لکھا ہے: ''شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ''

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''در بروز تعلق نفس به بدن دیگر از برائے حصول نیست بلکه مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مران بدن را...... چنانچه جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کندو در شخص اوبروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون وبروز لب نهے کشایند (مکتوبات امام ربانیؒ ج ۲ ص ۱۶۵ مکتوب نمبر ۵۸)'' پھر اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نزد فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ هم ساقط تراست زیراکه...... بعد از حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے چه'' پھر دو چار سطر بعد لکھتے ہیں کہ: ''افسوس هزار افسوس ایں قسم بظاهر ان خود رابمسند شیخی گرفته اندو مقتدائے اهل اسلام گشته'' (مکتوب امام ربانی ج ۲ ص ۱۶۶ مکتوب نمبر ۵۸)

حافظ کے اس شعر میں بھی بروز کے اس معنی کی طرف اشارہ ہے۔ شعر:

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

اگر مرزا قادیانی کے خیال میں بروز کے یہی معنٰی ہیں تو ایسا بروز ہمارے لئے مضر نہیں اور نہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مماثلۃ یا مساوات کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔ شیخ اکبر فتوحات میں حضرت عیسیٰ کی روح سے فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں۔ مگر مماثلت کے دعویٰ دار نہیں ہیں بلکہ ان کو زندہ آسمان پر تسلیم کرنے اور بعینہ دوبارہ آنے کے معتقد ہیں۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ اجماع کی بحث میں بیان کریں گے۔ قال الشیخ فی الفتوحات ''وهو (عیسیٰ) شیخنا الاول رجعنا علی یدیه وله بنا عنایة عظیمة لا یغفل عنا ساعة''

جن صوفیاء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی توجہ ہوتی ہے وہ عیسوی المشرب کہلاتے ہیں۔ مگر اس حالت کو بروزی نہیں کہتے۔ شیخ نے فتوحات میں اس قسم کے بعض صوفیاء کا تذکرہ کیا ہے اور شیخ نے ساتھ ہی (فتوحات ج ۱ باب ۳۶ ص ۲۲۳، ۲۲۴) میں یہ بھی لکھ دیا کہ زریت

بن برثملا وصی عیسیٰ نے جو ابھی تک کوہ حلوان میں زندہ موجود ہے۔ نضلہ بن معاویہ صحابیؓ کو حضرت عیسیٰ کے آسمان سے اترنے کی خبر دی تھی۔

پھر بروز سے استفاضہ روحی مراد لے کر عیسیٰ علیہ اسلام کے متعلق نزول یا رجوع بروزی معنی کرنے کی وجہ سے صحیح نہیں ہیں:

۱...... رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۰ زیر آیت یعیسیٰ انی متوفیك، تفسیر ابن جریر ج۳ ص ۲۸۹ زیر آیت ایضاً)'' اگر اس میں رجوع سے رجوع ظلی اور بروزی بمعنی افاضہ روحانی مراد ہو تو لم یمت کی قید مرزا کو مضر اور غیر مفید ہونے کے علاوہ بالکل بے فائدہ اور مخل بالمقصود ہو جائے گی۔ کیونکہ استفاضہ روحی فیض پہنچانے والے کی زندگی یا موت میں سے کسی ایک پر موقوف نہیں ہے۔ جنات اور ملائکۃ اللّٰہ کے روحانی تصرفات زندگی ہی میں ہوتے ہیں۔ بعض ارواح کے اثرات مرنے کے بعد بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جب روحانی تصرف دونوں حالتوں میں ہوتا ہے تو لم یمت کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ پھر لم یمت کی تصریح کے بعد روحانی بروز کے ثابت کرنے سے مرزا کا مسیح علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنا بھی درست نہیں رہتا۔

۲...... جس طرح لینزلن فیکم میں مسلمان مخاطب ہونے کی وجہ سے مرزا قادیانی نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ آنے والا مسیح مسلمانوں ہی میں سے ایک فرد ہوگا اسرائیلی مسیح نہ ہوگا۔ اسی طرح راجع الیکم میں یہود مخاطب ہونے کی وجہ سے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ اے یہود آنے والا مسیح یہودی مذہب کا ایک آدمی ہوگا اور عیسیٰ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے عیسیٰ مسیح کہلائے گا اور اصلی مسیح نہیں ہوگا۔ وھو کما تریٰ!

۳...... جب رجوع سے بروزی اور ظلی رجوع مراد ہے تو قبل یوم القیامة کی قید کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ عبث ہے کیونکہ استفاضہ روحی ہر وقت ہو سکتا ہے۔

۴...... جب رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ بہت سے جھوٹے دعویدار مسیحیت کے پیدا ہوں گے اور اسی لئے ان لوگوں کے دھوکے اور کذب سے بچنے کے واسطے آپ نے حضرت عیسیٰ کا حلیہ اور ان کی صفات مخصوصہ تک ظاہر فرما دیں تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے بروز عیسوی کو کسی جگہ بیان نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے بذریعہ رسالت پناہ ﷺ اس سے آگاہ نہیں کیا۔ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں یہ فرماتا ہے: ''وماکان اللّٰہ

لیضل قوما بعد اذھد اھم حتی یبین لھم مایتقون (التوبہ: ۱۱۵) ''تو مسئلہ بروز کا ذکر کرنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے اور اگر بروز سے انتقال روحی مراد ہے تو روح کے منتقل ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱)...... کوئی روح سابق کسی دوسرے جسم کے ساتھ دنیا میں پیدا ہو اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ حیات اور زندگی کا ہو اس کو تناسخ کہتے ہیں۔

(۲)...... ایک جاندار جسم میں روح موجود ہونے کے باوجود دوسری روح اس میں حلول کرے اور اس کے جسم سے وہی تعلق ہو جو اس کی روح کا ہے ایک جسم میں دو روحوں کا حلول کرنا محال ہے۔ اس لئے یہ دونوں احتمال غلط اور شریعت اسلامیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اگر بروز سے وہ مراد ہے جو امام شعرانی نے اہل کشف کے بارے میں (میزان کبریٰ کے ص۱۳) پر لکھا ہے کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔ پھر (ص۴) پر فرماتے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے۔ اس طرح شیخ نے فتوحات میں لکھا ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ (میزان کبریٰ) تو یہ معنی بھی کئی وجہ سے صحیح نہیں۔

(۱)...... اس کا نام کشف وشہود ہے۔ اس کو بروز نہیں کہتے۔

(۲)...... اس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات سے غلامی کا تعلق ہے۔ حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہیں اور گفتگو اس میں ہے۔

(۳)...... صاحب کشف وشہود زیادہ سے زیادہ مجتہدین کے درجہ سے بڑھ سکتا ہے۔ مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۴)...... اس کا کوئی کشف عقاید دینیہ کے مخالف نہیں ہوتا۔

(۵)...... اہل کشف کا کوئی مکاشفہ دوسرے مکاشفہ کے خلاف نہیں ہوا کرتا۔'' قال الشیخ فی الفتوحات فھم علی نورمن ربھم نور علی نور ولو کان من عند غیر اللہ لوجد وافیہ اختلافاً کثیراً (فتوحات) ''مگر مرزا قادیانی کو کبھی کشف میں قبر مسیح گلیل میں معلوم ہوئی اور ایک الہام میں سری نگر میں دکھائی دی اور کبھی بیت المقدس کے کلیسا

عظیمہ میں نظر آئی۔ (دیکھو ازالہ ص ۴۷۳، خزائن ج ۳ ص ۳۵۳، راز حقیقت ص ۲۰، خزائن ج ۱۴ ص ۱۷۲، اتمام الحجہ ص ۲۰، خزائن ج ۸ ص ۲۹۹)

(۶)...... ایک اہل کشف دوسرے اہل کشف کی مخالفت نہیں کیا کرتا۔ مگر مرزا قادیانی باوجود یہ کہ شیخ اکبر اور جلال الدین سیوطی کو اہل مکاشفہ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ (ازالہ ص ۱۵۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۷) پر سیوطی کے صاحب کشف ہونے کا اقرار کیا ہے۔ لیکن ان کے نزول مسیح بعینہ کے عقیدہ کو نہیں مانتے۔

(۷)...... کبھی کسی اہل کشف نے عقلی ڈھکوسلوں کی وجہ سے معجزات یا مافوق العادات باتوں کے ماننے سے انکار نہیں کیا اور مرزا قادیانی رات دن عقلیات کی وجہ سے قرآن و حدیث کا انکار کرتے رہتے ہیں اور اگر مرزا قادیانی سے حضرت عیسیٰ کی صفات میں مماثلۃ یا مساوات کا ہونا مراد ہے تو مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی وہ خصوصیتیں جو احادیث میں مذکور ہیں ان میں سے ایک بھی مرزا نہیں پائی جاتی۔ اگر اسی کا نام مماثلت ہے تو ظلمت و نور، دن و رات، کفر و اسلام سب ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ چنانچہ ذیل کے نقشہ سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو رہی ہے۔

سیرت مسیح علیہ السلام

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے ملک شام میں دمشق کی جامع مسجد میں دو چادریں پہنے ہوئے نماز صبح کے وقت خنجر بکف ظاہر ہوں گے۔ (رواہ احمد ج ۴ ص ۱۸۱، ۱۸۲ و مسلم ج ۲ ص ۴۰۰، ۴۰۱، باب ذکر الدجال و ابن ماجہ ص ۲۹۶، ۲۹۷، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام و ابن خزیمہ والحاکم ج ۵ ص ۵۷۴، ۵۷۵ حدیث ۸۵۲۰ ص ۶۹۲، حدیث نمبر ۸۵۵۵ وابن کثیر ج ۲ ص ۴۱۰)

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ دجال نے بیت المقدس کا محاصرہ کر رکھا ہوگا۔ (رواہ الطبرانی)

۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور اس کا باقی لشکر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا۔ سوائے مذہب اسلام کے دنیا میں کوئی دوسرا مذہب باقی نہ رہے گا۔ (درواہ ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۶۰، باب ماذکر فی فتنۃ الدجال واحمد ج ۲ ص ۴۰۶ تا ۴۳۷ وابن ماجہ ص ۲۹۷، ۲۹۸ وطبرانی کبیر ج ۱۹ ص ۴۴۳ حدیث ۱۰۷۵)

۴...... حرمین شریفین کی زیارت کریں گے اور روضہ اقدس کے قریب کھڑے

ہوکرآنحضرت ﷺ کوسلام دیں گےاورآپ ﷺ ان کے سلام کا جواب ارشادفرمائیں گے۔
(رواہ حاکم ج۳ص۴۹۰ حدیث ۴۲۱۸)

۵...... ظہور کے بعد آپ نکاح کریں گے اور اس بیوی سے آپ کے اولاد ہوگی۔ (مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

۶...... عبداللہ بن سلام سے (ترمذی ج۲ص۲۰۲، باب ماجاء فی فضل النبیؐ وحسنہ) میں روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے روضہ میں مدفون ہوں گے۔

۷...... جس کافر کوان کے سانس کا اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائے گا۔
(مسلم ج۲ص۴۰۱)

۸...... دجال کو باب لد پر قتل کریں گے اوراس کے خون سے بھرا ہوا نیزہ لوگوں کو دکھائیں گے۔ (رواہ مسلم ج۲ص۳۹۲ تا ۴۰۱)

۹...... وہ قرآن وحدیث کے موافق عمل کریں گے۔احکام شرعیہ میں سے کسی حکم کی تردید نہیں کریں گے۔

۱۰...... نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک روایت میں ۴۵ برس تک اور ایک میں چالیس برس تک دنیا میں زندہ رہیں گے۔
(کتاب الوفاء لابن جوزی ص۸۳۲ مسند احمد ج۲ص۴۰۶، مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

سیرت مرزا قادیانی

۱...... مرزا قادیانی پنجاب کے ایک گاؤں ''قادیان'' میں پیدا ہوئے۔تلاش روزگار کے لئے سیالکوٹ کے دھکے کھاتے رہے۔مختار کاری کے امتحان میں ناکامیاب رہنے کی وجہ سے واعظ، مناظر اسلام اور پھر مجدد اور مسیح سب کچھ بن بیٹھے اور قلم ان کی تلوار تھا۔ذیابیطس اور دوران سر آپ کی دو چادریں تھیں۔

۲...... مرزا قادیانی کی آمد اس وقت ہوئی جبکہ ملک شام اور عرب پر بلاشرکت غیرے مسلمانوں کا قبضہ تھا اور کسی قسم کی کوئی جنگ نہ تھی۔

۳...... مرزا قادیانی تین سو دلائل کا حربہ لے کر نمودار ہوئے تھے۔مگر اس دعویٰ کے ۲۳ برس بعد (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵، ۷، خزائن ج۲۱ص۶، ۹) میں اپنی ناکامی کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔''بیشک ہم نے تین سو دلائل دینے کا اور پچاس جز تک کتاب لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔مگر رائے یہی رہی کہ بجائے تین سو دلیلوں کے دو دلیلیں دی جائیں۔

کیونکہ ایک دلیل کی میری پیشگویاں بہت سی دلیلوں کے قائم مقام ہے۔ رہا پچاس جز کا وعدہ سو ہم اب تک پانچ جز لکھ چکے ہیں۔ پانچ اور پچاس میں صرف نقطہ کا فرق ہے۔ اس لئے یہ وعدہ بھی پورا ہوگیا۔" مذاہب باطلہ اس طرح موجود ہیں اور عیسائیوں کی جو مرزائی دجال ہیں روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ چنانچہ سراج الاخبار جہلم نے ۲ دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب کے عیسائیوں کی مردم شماری ۳۷۶۹۵ تھی اور ۱۹۱۱ء میں ۸۱۶۳۰۹۴ ہوگئی۔ یعنی دس سال میں ۲۵۳۹۹ بڑھ گئے۔

۴...... مرزا قادیانی بیت اللہ اور حرم نبوی کی زیارت سے محروم رہے۔

۵...... مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیحیت کے بعد محمدی بیگم کو ہتھیانے کے لئے مختلف تدبیریں کیں۔ مگر ناکامیابی کی حسرت دل میں لئے ہوئے چل بسے۔ دوسرا کوئی نکاح بھی نہیں کیا۔

۶...... مرزا قادیانی پنجاب کے ایک گاؤں میں پڑے ہوئے ہیں۔

۸/۷...... ان میں سے کوئی بات بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔

۹...... مرزا قادیانی رکیک اور بے ہودہ تاویلیں کر کے قرآن وحدیث کی تحریف تردید کر رہے ہیں اور اپنی عقل کو نقلیات پر ترجیح دے کر اسلام میں تبدیلیاں پیدا کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

۱۰...... مرزا قادیانی دعویٰ مسیحیت کے بعد پورے چالیس سال بھی زندہ نہ رہے اور چالیس سال کا الہام ہونے کے باوجود پہلے ہی چل بسے اور ان روایات میں سے کوئی روایت بھی ان پر صادق نہ آئی۔ تلك عشرة كاملة!

خصوصیات زمانہ مسیح علیہ السلام

۱...... امن کا زمانہ ہوگا۔ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ مگر وہ ان کو کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے۔ (رواہ احمد ج۲ ص۴۰۶، ابوداؤد، ابن حبان)

۲...... آپس میں قوموں کی دشمنی اور بغض وعداوت جاتی رہے گی۔

(مسلم ج۱ ص۸۷، باب نزول عیسیٰ بن مریم، مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قدر مال ودولت تقسیم کریں گے جس سے ہر ایک اتنا مالدار ہو جائے گا کہ کوئی زکوٰۃ کا قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔

(مسلم ج۱ ص۸۷، باب ایضاً، بخاری ج۱ ص۴۹۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم)

۴...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے بعد ایک ایسی قوم نکلے گی جس کے مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ ہدایت ہوگی کہ ان سے بچنے کے لئے کوہ طور پر مسلمانوں کو لے کر چلے جائیں۔

(مسلم ج ۲ص ۴۰۱، باب ذکرالدجال)

۵...... زمینی برکتیں اور بارش اس قدر ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت مل کر کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں بیٹھے گی۔ (مسلم ج ۲ص ۴۰۲، باب ذکرالدجال)

خصوصیات زمانہ مرزا

۱...... جور واستبداد کا زمانہ ہے ہر جماعت حکومت کی سختیوں سے تنگ آ کر گلو خلاصی میں لگی ہوئی ہے۔ درندوں اور زہریلے جانوروں کی نقصان رسانی اسی طرح موجود ہے۔

۲...... ہندوستان کے تمام باشندوں خصوصاً مسلمانوں میں دشمنی اور عداوت کی آگ بھڑک رہی ہے اور مرزائی مشن کے ذریعے بغض وحسد اور اختلافات میں اور زیادتی ہو رہی ہے۔

۳...... مسلمان سخت افلاس میں مبتلا ہیں۔ اگر ایک زکوٰۃ دینا چاہتا ہے تو سینکڑوں فقیر اس کے دروازہ پر جمع ہو جاتے ہیں اور مرزا قادیانی تبلیغی چندوں اور کتابوں کی فروختگی سے کافی روپیہ جمع کر لیتے ہیں اور اگر کوئی چندہ دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کا نام مریدوں کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔

۴...... دعویٰ مسیحیت کے بعد کوئی نئی قوم ہندوستان میں ایسی نہیں آئی جس کا مقابلہ کرنا انسانی طاقت سے باہر اور مرزا قادیانی کوہ طور پر گئے ہوں۔

۵...... یہاں دن رات زلزلے قحط سالیاں اور طاعون وغیرہ بیماروں کا تسلط ہے۔

اس بیّن فرق اور ظاہری تفاوت کے باوجود، مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروز اس معنی سے بھی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا بروزیت اور ظلیت کا دعویٰ لغو اور بے ہودہ ہے اور جن آیات سے بروزت اور ظلیت کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ وہ ہرگز صحیح نہیں۔

اگر ہدایت میں لفظ مثل یا کاف تشبیہ کے آنے سے بروزیت ثابت ہو جایا کرتی ہے تو مندرجہ ذیل مثالوں میں بھی مماثلت اور مساوات ہونی چاہئے۔ باوجود کہ وہاں ظلیت کا دعویٰ بداہت عقل کے خلاف ہے۔

۱...... ’’قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی (کھف: ۱۱۰)‘‘اس میں کفاروں کومخاطب کر کے مثلکم کہا گیا ہے۔کیا اس سے کفار مکہ اور رسول اللہ ﷺ میں عیاذاً باللہ مماثلت اور مشابہت ثابت ہوتی ہے؟۔

۲...... ’’قل ارائتم ان کان من عند غیر اللّٰہ وکفرتم بہ وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فامن واستکبرتم (احقاف: ۱۰)‘‘اس میں مثلہ سے مراد توریت ہے۔’’مثل القرآن وھو ما فی التوراۃ من المعانی (بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷)‘‘مگر توریت کوقران کی مثل سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا اور قرآن جیسا سمجھنا جائز نہیں ہے۔

۳...... ’’وللّٰہ المثل الاعلیٰ (النحل: ۶۰)‘‘دوسری آیت میں’’لیس کمثلہ شی (شوریٰ: ۱۱)‘‘ ہے تو کیا دونوں آیتوں میں تعارض ہے؟۔اور اس سے خدا کا کوئی مثل ثابت ہوگیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ پہلی آیت میں مثل سے صفت مراد ہے:’’الصفۃ العلیا وھو انہ لا الہ الا ھو (جلالین)‘‘دوسری میں مماثل کی نفی ہے۔

۴...... ’’ضرب اللّٰہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شی ٔ وھو کل علی مولاہ اینما یوجھہ لایأت بخیر ھل یستوی ھو ومن یا مر بالعدل وھو علی صراط مستقیم (نحل: ۷۶)‘‘جلالین ص ۲۲۳ میں ہے۔دوسری مثال اللہ کی اور پہلی بتوں کی ہے تو کیا اللہ کو رجل عادل کی مثل کہنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ خدا کی مانند اور اس کا ہمتا بن گیا۔

۵...... ’’اولئک کالانعام بل ھم اضل (اعراف: ۱۷۹)‘‘جس طرح انعام کی مثل کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ نوع انسانی سے نکل کر بالکل چوپائے بن گئے۔اس طرح علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی یہ مراد نہیں ہے کہ ان میں انبیاء کی بعینہ صفتیں پائی جانے کی وجہ سے وہ نبی بن گئے ہیں۔پھر اول تو بروزیت قابل اعتبار نہیں۔دوسرے علماء امت میں سے کسی پر آج تک کوئی عیسیٰ کا لفظ اطلاق نہیں کیا گیا۔جن آیتوں سے بروزیت پر استدلال کیا ہے۔ان سے مماثلت فی الجملہ مراد ہے۔مشابہت تامہ اور مساوات کلی مراد نہیں اور جب تک یہ بات ثابت نہ کی جائے۔ایک کا دوسرے پر بعینہ اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔علاوہ ازیں ان آیتوں کے جو مراد ہے اس کو روایت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

’’علی ان نبدیل امثالکم (واقعہ: ۶۱)‘‘میں امثال جمع مثل بالکسر کے ہے یا

مثل بفتحین کی پہلی صورت میں بمعنی اشباهکم اوردوسری میں صفاتکم ہے۔تبدیل اشباہ سے دنیااورآخرت میں اشکال کے مختلف کرنے کی طرف اشارہ ہے یادنیاہی میں بعض کافروں کی صورتیں قردة اورخنازیر میں تبدیل کرنی مراد ہیں۔جیساکہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں اور یا تبدل اشخاص مراد ہے اور ان کو مشارکہ نوعی کی وجہ سے اشباہ کہا گیا ہے۔ان تینوں صورتوں میں نہ استفاضہ روحی ہے اور نہ مماثلت تامہ موجود ہے۔پھر بروزیت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے اور تبدیل صفات میں لڑکپن' جوانی بڑھاپا مراد ہے جس کو بروزیت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے:
''والمعنی علی ان نبدل منکم اشباهکم فنخلق بدلکم اونبدل صفاتکم (بیضاوی ج ۲ ص ۳۵۶)''......''قال الحسنؒ ای نجعلکم قردة وخنازیروقیل المعنی ونشئکم فی البعث علی غیر صورکم فی الدنیا (تفسیر ابی السعود ج۸ ص ۱۹۷)''......''ضرب الله مثلاً اللذین آمنوا امراة فرعون (تحریم: ۱۱)''میں ہرمومن کوآسیہ اور مریم کی مثل نہیں کہا گیا۔ بلکہ ان مسلمانوں کی حالت کو جوکافروں کے درمیان رہتے ہیں امرأة فرعون کی حالت سے تشبیہ دیکر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس طرح امرأة فرعون کو فرعون سے تعلق ہونے کے باوجود علو درجہ اور ثواب اخروی میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔اس طرح ایسے مؤمنوں کے درجہ اور ثواب میں کافروں میں رہنے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔اس کو بروزیت سے کوئی تعلق یالگاؤ نہیں ہے۔

''شبه حالهم فی ان وصالة الکافرین لاتفرهم بحال آسیةؓ ومنزلتها عندالله مع انها کانت اعدی اعداء الله (بیضاوی ج ۲ ص۳۸۶)''مریم کاذکر پاک دامن بیوگان اور بےشوہرعورتوں کی تسلی کے لئے کیا ہے۔کیونکہ ان کو پاک دامنی ہی کی وجہ سےاس زمانہ کی عورتوں پرفضیلت بخشی گئی تھی:''عطف و مریم بنت عمران علی امراة فرعون تسلیة للارامل'' (بیضاوی ج۲ ص۳۸۶)

علامہ ابوالسعود نے اس قسم کی مثال کے لئے اس سے پہلی آیت میں یہ ضابطہ بیان فرمایاہے:''ضرب المثل فی امثال هذه المواقع عبارة عن ایراد حالة غریبه لیعرف بها حالة اخری مشاکلة لها فی الغرابته''

(تفسیر ابی السعود ج۸ ص۲۶۹)

بنی اسرائیل کے اباؤاجداد کے افعال ابناء کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ:
''خلقکم من تراب (الروم: ۲۰)''میں تمام بنی آدم کومٹی سے بنانا ظاہر کیا گیا ہے باوجود یہ

کہ مٹی سے محض آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ مگر باپؑ کا فعل مجازاً بیٹے کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ اس لئے ان آیات میں ابناء کو مخاطب بنا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں فاعل کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے مجاز فی الاسناد ہے مجاز فی الظرف نہیں ہے۔ اگر مجاز فی الظرف ہوتا تو فی الجملہ مماثلت پر آیات سے استدلال کرنا صحیح تھا۔ اس لئے ان آیات کو مماثلت سے کوئی تعلق نہیں۔

س...... مرزا قادیانی نے (ایام الصلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۳) پر شیخ محمد اکرم صابری کی کتاب اقتباس الانوار سے نقل کیا ہے کہ مہدی بروزی طور پر عیسیٰ بھی ہوں گے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''**بعضے برانند** که روح عیسیٰ در مهدی بروز کند و نزول عبارت از همیں برو زست مطابق حدیث لامهدی الاعیسیٰؑ بن مریم''

ج...... شیخ نے اس قول کو رد کرنے کی غرض سے اپنی کتاب میں لکھا ہے مگر مرزا قادیانی نے اس قول کو تو نقل کر دیا مگر اس کی تردید ذکر نہ کی۔ اس عبارت کے بعد جس کو مرزا قادیانی نے حذف کر دیا یہ ہے: ''وایں مقدمه بغایت ضعیف است (اقتباس الانوار ص ۵۲)'' پھر صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں: ''**یك فرقه** برآں رفته آندکه مهدی آخرالزمان عیسیٰ بن مریم است وایں روایت بغایت ضعیف است زیراکه اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناهﷺ و رود یافته که مهدی از ازبنی فاطمه خواهد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتداء کرده نماز خواهد گذارد و جمیع عارفاں صاحب تمکین بریں متفق اند چنانچه شیخ محی الدین بن عربی قدس سره درفتوحات مکی مفصلانوشته است که مهدی آخر الزماں ازاں رسولﷺ من اولاد فاطمه زهرا ظاهر شود''

معلوم ہوا کہ یہ حدیث غایت درجہ کی ضعیف ہے اور صحیح اور متواتر حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسی وجہ سے ابن ماجہ (ص ۲۹۲) سے اس روایت کو نقل کرنے کے باوجود نزول مسیح عینہ کی حدیث ذکر کی ہے۔

۲...... مہدی سے معنی وصفی ہدایت یافتہ مراد ہے۔ محض مہدی مراد نہیں۔ جیسا کہ **لامومن الاتقی** میں مومن سے کامل الایمان مطلوب ہے۔ چنانچہ یہ معنی کنز العمال کی اس حدیث میں بالکل ظاہر ہیں: ''**عن عبدالله** بن مغفل ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته اماماً مهد یا حکما عدلا (کنز العمال ج ۱۴ ص ۳۲۱ حدیث

نمبر۳۸۸۰۸ المعجم الاوسط ج۳ ص۷۷حدیث نمبر ۴۵۸۰) من ابی هريرة مرفوعاً يوشك من عاش منكم ان يلقى عيسىٰ بن مريم اماماً مهد يا حكما عدلا (احمد ج۲ ص۴۱۱)'' نیز حدیث میں خلفاء راشدین کو بھی مہدیین کہا گیا ہے۔(ابن ماجه ص۵ باب اتباع سنة الخلفاء راشدين المهديين، ترمذی ج۲ ص۹۶ باب الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة)

۳...... پھر حدیث میں لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم ہے۔لا عیسیٰ الامهدی نہیں ہے۔یعنی اگر نفی ہوتی تو مہدی کی ہوتی ہے۔حضرت عیسیٰ کا بعینہ نازل ہونا ہر حال میں ثابت ہے۔زیادہ سے زیادہ حدیث کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ مہدی کی صفت بھی عیسیٰ ہی میں ہوگی۔لیکن اس روایت کے یہ معنی نہیں کر سکتے کہ مہدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بروزی طور پر ظہور ہوگا۔

س...... حدیث میں مسیح علیہ السلام کے دو حلیے مذکور ہیں۔معلوم ہوا کہ ایک حلیہ عیسیٰ علیہ السلام کا اور دوسرا ان کے بروز کا ہے۔

ج...... حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ تین قسم کا آیا ہے:

۱...... ''فاما عيسىٰ فاحمر جعد عريض الصدر''

(بخاری ج۱ ص۴۸۹ باب قول الله واذكر فى الكتاب مريم)

۲...... ''اذا رجل آدم كا حسن مايرى من آدم الرجال تضرب لمته بين منكبيه رجل الشعر'' (بخاری ج۱ ص۴۸۹)

۳...... ''رجل مربوع الى الحمرة والبياض (احمد ج۲ ص۴۰۶ و ابن ابی شیبه ج ۸ ص ۶۶۰ باب ماذكر فی فتنة الدجال و ابن حيان ج۹ ص ۲۹۰ باب ذكر البيان بان الامام هذه الامة عنه نزول عيسىٰ بن مريم)''

اس قاعدہ سے چاہئے کہ بجائے دو مسیح کے تین مسیح ہوں۔دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق دو قسم کے الفاظ ہیں:

۱...... ''كانه من رجال شنؤة'' (بخاری ج۱ ص۴۸۹)

۲...... ''كانه من رجال الزط'' (ص۴۸۹)

بعض روایات میں ہے:''امـا موسىٰ فجعدوروى انه رجل الشعر (مجمع بحار الانوار ج۱ ص ۳۶۰) اس لئے موسیٰ بھی دو ہی ہونے چاہئیں۔رسول خدا ﷺ کے حلیہ

میں بھی الفاظ مختلف آئے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی متعدد نہیں۔ درحقیقت ان روایات کو اختلاف پر محمول کرنا اور ان میں تضاد سمجھنا ہی غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل حلیہ وہی ہے جو احمد کی روایت میں آیا ہے۔ چونکہ حمرت اور سفیدی آپ کے حلیہ شریف میں غالب تھی۔ اس لئے کہیں آنحضرت ﷺ نے احمر فرمادیا اور کبھی حمرت اور بیاض کی طرف مائل ارشاد فرماتے ہوئے گندمی رنگوں میں کھلا ہوا رنگ کہہ دیا۔ چیز ایک ہی ہے تعبیریں مختلف ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد اور گٹھے ہوئے بدن کے تھے۔ اس لئے ایک جگہ ''مربوع مرد میانہ (منتهی الارب ج۲ ص۸۹)'' مذکور ہے اور ایک روایت میں جعد ٹھوس اور گٹھا ہوا بدن آیا ہے: ''الجعد فی صفات الرجال یکون مدحاً وذما فالمدح ان یکون شدید الاسرو الخلق (مجمع البحار ج۱ ص۳۵۹)'' لہٰذا جعد سے بالوں کی جعووت مراد نہیں ہے۔ بلکہ جعد البدن مراد ہے اور اس کو رجل الشعر سے منافاۃ نہیں: ''اما موسیٰ فجعد اراد جعودة الجسم وهو اجتماعه واكتنازه لا ضد سبوطة الشعر لانه او وی انه رجل الشعر وکذافی وصف عیسیٰ'' (مجمع البحار ج۱ ص۳۶۰)

س...... مسلم کی روایت امامکم منکم سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح آپ کی امت کا ایک آدمی ہوگا۔ اسرائیلی نہ ہوگا۔ کیونکہ: ''کیف اذا نزل ابن مریم فیکم امامکم منکم'' میں عطف تفسیری ہے۔

ج...... اس جملہ میں واؤ حالیہ ہے اور عطف تفسیری نہیں ہے۔ کیف جو استفہام کا فائدہ دے رہا ہے۔ واؤ حالیہ ہی کی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے۔ عطف تفسیری میں درست نہیں ہوسکتا اور اگر واؤ کو تفسیری کے لئے مان لیا جائے تو پھر امامت سے امامت کبریٰ اور حکومت مراد ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود شریعت محمدیہ کے پیرو اور اس کے موافق فیصلہ کرنے والے ہوں گے: ''ذکر سیوطی فی رسالته الا علام لبحکم عیسیٰ علیه السلام، ان عیسیٰ حین ینزل قرب القیامة یحکم بشریعة نبیناﷺ''
(الحاوی للفتاوی ج۲ ص۱۵۵)

یہ امر محل تعجب ہے۔ لیکن امامت صغریٰ مراد لے کر عطف تفسیری کی صورت میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دوسری روایات میں وامکم منکم اور فامکم منکم ہے جس کے معنی امکم رجل منکم ہوئے اور وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ امامت کرائیں گے تم

کو عیسیٰ علیہ السلام تمہارے میں سے ایک فرد بن کر۔ یعنی شریعت محمدیہ کے موافق نماز ادا کریں گے۔ اس میں امام اور عیسیٰ کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔

س...... نزول کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''فاقروء ان شئتم وان من اهل الكتاب ليؤمنن به قبل موته'' حدیث کا جز نہیں ہے۔ یہ ابوہریرہؓ کا اپنا قول ہے۔

ج...... یہ جملہ یہاں آیت کی تفسیر میں اگرچہ موقوفاً آیا ہے۔ لیکن (درمنثور ج۲ ص۲۴۲) میں ابن مردویہ کی روایت سے مرفوعاً مروی ہے۔ طحاوی نے سورالہرۃ کے باب میں ابن سیرین سے نقل کیا ہے۔ ان حديث ابى هريره كله مرفوع!

نیز امام احمد نے (مسند احمد ج۲ص۲۹۰،۲۹۱) حنظلہ الاسلمی عن ابی ہریرۃ اس روایت کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے: ''وتلا ابو هريرة وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا۰ فزعم حنظله ان اباهريرة قال ليؤمنن به قبل موت عيسىٰ فلا ادرى هذا اكله حديث النبى ﷺ او شى ء قاله ابو هريرة (تفسير ابن كثير ج۲ ص۴۰۴)'' یعنی حنظلہ کو موتہ کی ضمیر جو عیسیٰ کی طرف لوٹائی گئی ہے۔ اس کے مرفوع یا موقوف ہونے میں تردد ہے۔ آیت کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ واللہ اعلم!

س...... نزول کی حدیث میں بڑا اختلاف ہے۔ کسی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ امام مہدی کے اقتداء کریں گے۔ کہیں ہے کہ نزول کے بعد ے سال رہیں گے اور کسی جگہ ہے کہ ان کے ٹھہرنے کی مدت ۴۰ اور ۴۵ سال ہوگی۔ ان اختلافات کے بعد یہ روایتیں قابل احتجاج نہیں ہیں۔

ج...... اختلاف روایات کا اس جگہ مضر اور مانع استدلال ہوتا ہے۔ جہاں روائتوں میں تطبیق یا ترجیح نہ ہو سکے اور حدیث نزول میں تطبیق نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے۔ امامت کے متعلق اختلاف روایات کی یہ وجہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت صبح کی نماز کی اقامت ہو رہی ہوگی اور امام مہدی مصلے پر کھڑے ہوں گے۔ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ان کو امامت کے لئے آگے بڑھانا چاہیں گے۔ لیکن وہ اس وقت کی امامت سے انکار کرتے ہوئے ''تكرمة الله هذه الامة (مسلم ج۱ ص۸۷ باب نزول عيسىٰ بن مريم)'' کہہ کر امام مہدی کی اقتداء کرلیں گے۔ اس کے بعد دوسرے اوقات میں

امامت کبریٰ کے ساتھ ساتھ امامت صغریٰ کے خدمات بھی انجام دیں گے۔ اس لئے بعض حدیثوں میں نزول کی حالت کو ذکر کر دیا اور کسی روایت میں نزول کے بعد کے واقعات بیان کر دیئے گئے۔ اگر چہ بظاہر بادی النظر میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ مگر واقع اور نفس الامر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہ روایت مکمل تفصیل کے ساتھ نعیم بن کعب سے اس طرح مروی ہے: ''یحاصر الدجال المؤمنین بیت المقدس فیصیبهم جوع شدید حتی یأکلوا اوتار قسیهم فبینما هم کذالك اذ سمعوا صوتافی الغلس فاذا عیسیٰ علیه السلام قد نزل و تقام الصلوٰة فیرجع امام المسلمین فیقول علیه السلام تقدم فلك اقیمت الصلوٰة فیصلی بهم ذلك الرجل تلك الصلوٰة ثم یکون عیسیٰ الامام بعده''

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صبح کی نماز کو امام مہدی کے پیچھے ادا کرنا (مسند احمد ج۳ص ۳۶۸، مسلم ج اص ۸۷ باب نزول عیسیٰ میں جابر سے اور ابن ماجہ ص ۲۹۷، ۲۹۸ باب فتنہ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم ج۵ص ۶۷۵ حدیث نمبر ۸۵۶۰ میں ابوامامہ سے اور تفسیر ابن کثیر ج۲ ص ۴۰۸) میں عثمان میں ابی العاص سے ثابت ہے۔

اسی طرح جن روایتوں میں ٹھہرنے کی مدت سات سال آئی ہے۔ اس سے جنگ کا زمانہ اور بحالی امن کی مدت مراد ہے اور باقی مدت جنگ ختم ہونے کے بعد کی ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ رفع آسمانی کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ سال کی تھی اور ۷ سال نزول کے بعد قیام فرمائیں گے۔ اس لئے کل مدت زمین پر ٹھہرنے کی چالیس برس ہوگی۔ ۴۵ سال کی روایت اس درجہ قوی نہیں ہے جو پہلی دو روایتوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے ان کو اس روایت پر ترجیح دی جائے گی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ۵ سال اسلام کے غلبہ کے ہوں گے اور پھر دنیا میں کفر والحاد عام ہو جائے گا۔ اس زمانہ کو بھی مجازاً عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ کہہ دیا گیا۔ واللہ اعلم!

س...... اگر وضع جزیہ سے مراد جزیہ کو موقوف کر دینا ہے تو اس شریعت کو منسوخ ماننا پڑے گا۔ اس لئے یہ معنی کرنے چاہئیں کہ آنے والا مسیح بالکل جہاد نہ کرے گا۔ اس لئے کسی پر جزیہ بھی قائم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں یضع الجزیة کے بجائے یضع الحرب آیا ہے۔

ج...... یہ محض وہم ہے جو سوء فہمی سے پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت جزیہ کا اٹھ جانا اسی

شریعت کا حکم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اس حکم کے وضع کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ نبی عربی ﷺ ہی نے اس حکم کو اس وقت کے لئے رکھا تھا۔ البتہ اجراء اس کا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا جس طرح آپ ﷺ نے خیبر فتح کرنے کے بعد وہاں کے رہنے والے یہودیوں سے کہا تھا اضعکم ماوضعکم اللہ میں تمہیں خیبر میں رکھتا ہوں جب تک خدا تعالیٰ تمہیں رکھنا چاہے۔ ساتھ ہی ’’اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرة العرب (کنز العمال ج٤ ص٣٨٢ حدیث نمبر ١١٠١٥ ومثله مشکوٰة ص٣٥٥)‘‘ کے ماتحت یہ بھی فرمادیا کہ خیبر کے رہنے والے یہودی ایک دن خیبر سے نکالے جائیں گے۔ چنانچہ جب اس وصیت اور پیشگوئی کو حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں پورا کرنا چاہا تو یہودیوں نے کہا کہ ابو القاسمؐ نے ہمیں رکھا تھا اور اے عمرؓ تو نکالتا ہے تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے تمہیں رہنے کی اجازت دی تھی۔ مگر تمہارے نکالے جانے کے متعلق بھی فرمایا تھا۔ یعنی جلا وطنی میرے حکم سے نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ ہی کا ارشاد تھا۔ البتہ اس کا اجراء عمرؓ کے ہاتھ ہوا۔

وضع الجزیہ یا وضع الحرب کے یہ معنی سمجھنا کہ وہ ابتداء سے جہاد نہ کریں گے غلط ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جنگ کریں گے جب تمام ادیان باطلہ یہودیت اور نصرانیت مٹادی جائے گی اور سوائے اسلام کے کچھ نہ رہے گا تو اس وقت نہ کسی سے لڑنے کی ضرورت رہے گی اور نہ کوئی کافر ذمی رہے گا جس پر جزیہ قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں وضع جزیہ کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں جس سے وضع جزیہ کی مراد اچھی طرح واضح ہو رہی ہے: ’’یضع الجزیة ویدعو الناس الی الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام (رواہ احمد ج٢ ص٤٠٦)‘‘

حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت اجماع امت سے

تمام صحابہؓ، تابعینؒ، آئمہؒ، مجتہدینؒ، صوفیاؒ، محدثینؒ، مفسرینؒ، فقہا، علماء کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخر زمانہ میں بجسدہ الشریف زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کرنے کے بعد اپنی طبعی موت مریں گے۔ امت میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس بارے میں اختلاف کیا ہو۔ البتہ رفع کی کیفیت میں اختلاف ہے کہ بیداری یا نیند کی حالت میں مرفوع ہوئے یا پہلے مردہ بنا کر اٹھایا اور پھر آسمان پر ان کو زندہ کر دیا گیا۔ امام مالکؒ اور علامہ ابن حزم اندلسیؒ رفع کے وقت موت کے قائل ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو آسمانوں پر دوبارہ زندہ کر دیا گیا اور وہ اس وقت تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور دجال کو قتل کرنے کے لئے قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ مرزا

قادیانی نے علماء اسلام میں سے جس شخص کی طرف موت کے عقیدہ کی نسبت کی ہے اس میں یا تو نقلاً خیانت کی اور اس شخص کے مذہب کو پورا نقل نہیں کیا یا سوء فہم اور قلت تدبر کی وجہ سے غلط سمجھ گئے اور باوجود حیات کا عقیدہ ہونے کے موت کے عقیدہ کی ان کی طرف نسبت کر دی۔

۱...... ''نزول عیسی وقتله الدجال حق و صحیح عند اهل السنة للاحادیث الصحیحة فی ذالك ولیس فی العقل ولا فی الشرع مایبطله فوجب اثباته (نووی شرح مسلم ج۲ ص۴۰۳) ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نزول اور ان کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت کے نزدیک احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ عقلاً یا نقلاً کوئی شے اس کے خلاف نہیں آئی۔

۲...... ''انه یحکم بشر عنا و وردت به الا حادیث وانعقد الاجماع ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے اور شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔

۳...... ''اجمعت الامة علی ان عیسیٰ حی فی السماء سینزل الی الارض الی اخر الحدیث الذی صح عن رسول اللّٰه ﷺ فی ذالك''

(النهر الامادمن البحر)

۴...... ''اجمع الامة علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء وانه ینزل فی آخر الزمان''

(بحر محیط ج۲ ص۴۵۶ کتاب التفسیر)

۵...... ''الاجماع علی انه حی فی السماء'' (وجیز ج۱ ص۲۴۴)

(نمبر۳،۴،۵) اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ آخری زمانہ میں اتریں گے اور ایسا ہی احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

۶...... ''قال الحافظ بن حجر فی (التلخیص الحبیر ج۳ص۴۶۲ من کتاب الطلاق) اما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انه رفع ببدنه حیا و انما اختلفوا هل مات قبل ان یرفع اونام فرفع قال فی (الفتح ج۶ ص۲۶۷، من باب ذکر ادریس) لان عیسیٰ ایضاً قد رفع وهو حی علی الصحیح ''تمام مفسرین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ زندہ مرفوع ہوئے یا رفع کے وقت مردہ تھے اور پھر زندہ

کر دیئے گئے یا نیند کی حالت میں رفع کیا گیا۔ **صحیح بات یہی ہے کہ زندہ بیداری کی حالت میں اٹھائے گئے۔**

۷...... **''قد اجتمعت الامة علی نزوله ولم یخالفه احد من اهل الشریعة سوی الفلاسفة الملاحدة ممن لایعتد بخلافه ولیس ینزل بشریعة مستقلة عدالنزول ولا کانت النبوة قائمة به (عقیده السفارینی)** ''بددین فلسفیوں کے علاوہ کسی نے حضرت عیسیٰ کے بعینہ نزول سے انکار نہیں کیا۔

۸...... **''وانه لا خلاف انه ینزل فی اخر الزمان (فتوحات ج۲ ص۳ بـاب ۷۳)** ''صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور دیگر علماء امت میں سے جن مشہور علماء اور صوفیاء نے حضرت عیسیٰ کے رفع آسمانی اور نزول جسمانی کا اقرار کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ابو بکرؓ عمرؓ علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباسؓ سعد بن ابی وقاصؓ ابو ہریرہؓ عبداللہ بن سلامؓ ربیع، انسؓ ابو موسیٰؓ حاطب بن ابی بلتعہ، ابی بن کعبؓ جابرؓ ثوبانؓ عائشہؓ تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ اربعہ، ابن سیرینؒ حسن بصریؒ قتادہؒ مجاہدؒ ابی العالیہؒ عکرمہؒ ضحاکؒ بخاری، مسلمؒ ترمذیؒ ابوداؤدؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ بیہقیؒ طحاویؒ احمدؒ ابونعیمؒ ابن ابی حاتمؒ عبدالرزاقؒ ابن جریرؒ ابن ابی شیبہؒ ابن حبانؒ ابن مردویہؒ سیوطیؒ مسند بزارؒ ذھبیؒ ابن حجر عسقلانیؒ قسطلانیؒ عینی، محمد ابن اسحاقؒ صاحب مشکوٰۃؒ کنز العمالؒ شوکانیؒ ابن قیمؒ علامہ ابن تیمیہؒ ملا علی القاریؒ عبدالحق محدث دہلویؒ شاہ ولی اللہؒ شیخ اکبر، شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ محمد اکرم صابری صاحب اقتباس الانوار وغیرہم **رحمهم الله تعالی علیهم!**

اور تفاسیر متداولہ میں سے تفسیر ابن کثیرؒ مدارکؒ تفسیر کبیرؒ ابوالسعودؒ روح المعانیؒ معالم، خازنؒ کشافؒ بحر محیطؒ فتح البیانؒ جمل، وجیزؒ جلالینؒ تفسیر ابن جریرؒ جامع البیانؒ بیضاویؒ قنویؒ درمنثورؒ سواطع الالہامؒ تفسیر مظہری وغیرہا میں ان علماء اور فضلاء میں سے جن کی طرف مرزا قادیانی نے یا ان کے متعلقین نے موت کے عقیدہ کی جھوٹی نسبت کرتے ہوئے نقل میں خیانت یا ان کی عبارتوں کو غلط جامہ پہنایا ہے۔ اس جگہ ان کی وہ تحریرات پیش کی جائیں گی جن سے حضرت مسیح کے متعلق ان کا عقیدہ صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے صحابہؓ میں عام پریشانی رونما ہوئی تو حضرت عمرؓ بھی فرط غم سے تلوار کھینچے ہوئے یہ کہتے پھر رہے تھے: **''من قال ان محمد اقد مات قتلته بسیفی هذا، انما رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم (الفرق بین الفرق ص۱۲)''**

ازالۃ الخفاء میں یہ الفاظ ہیں: ''ان محمد رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم وسیعود الینا حیا (ازالۃ الخفاشاہ ولی اللہ)'' یعنی جو شخص یہ کہے گا کہ محمد ﷺ کی وفات ہوگئی میں اس تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ وہ تو عیسیٰ بن مریم کی طرح مرفوع ہوئے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد زندہ تشریف لائیں گے: ''چوں آنحضرت ﷺ از عالم دنیا برفیق اعلی انتقال فرمود تشویشها وبے شمارے خاطر مردم راه یافت ظن بعضے انکه این موت نیست حالیتست که عند الوحی پیش می آیدو گمان بعضے آنکه موت منافی مرتبه نبوت ست (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۲۵)'' اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور اس غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ایها الرجل اربع علی نفسك فان رسول الله ﷺ قدمات الم تسمع الله یقول انك میت وانهم میتون وما جعلنا لبشر من قبلك الخلدا فان مت فهم الخالدون'' پھر عام مجمع کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ''ایها الناس ان كان محمد الهكم الذی تعبدون فان الهكم قدمات وان الهكم الذی فی السماء فان الهكم لم یمت وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۲۰ کنز العمال ج۷ ص۲۳۴، ۲۳۵ حدیث نمبر۱۸۷۵۸)'' یعنی اے عمرؓ ٹھہر اور ان کو ناحق تکلیف میں نہ پھنسا۔ رسول اللہ ﷺ کا یقیناً انتقال ہوگیا اور قرآن میں بھی آپ ﷺ کے مرنے کے متعلق پہلے سے یہ خبر دی گئی ہے۔ اے لوگو اگر محمد ﷺ تمہارے خدا تھے تو ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ یاد رکھو! تمہارا خدا وہ ہی ہے جو زمین آسمان کا مالک ہے اور جس کو کبھی موت آنے والی نہیں ہے۔ محمد ﷺ بھی مثل دوسرے رسولوں کے ایک رسول ہیں۔ کیا تم ان کی وفات پر دین الٰہی کو چھوڑ دو گے۔ اگر ایسا کرو گے تو تم خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔

حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا ''من قال ان محمد اقدمات قتلته بسیفی هذا'' اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے خیال میں رسول اللہ پر موت وارد نہیں ہوئی تھی بلکہ حضرت عیسیٰ کی طرح رفع ہوا تھا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ان کے نزدیک بصورت موت ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی عدم وفات کو رفع عیسیٰ کے ساتھ کبھی تشبیہ نہ دیتے۔ موت وارد نہ ہونے کی صورت میں حیات کا قائل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موت اور حیات دو متضاد چیزیں ہیں جن کے درمیان کوئی تیسری شے نہیں ہے۔ ان کی حیات ہی کے ثابت کرنے میں تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ میں وجہ مشبہ مشترک ہوتا

ہے۔ ہر چیز میں مشبہ کا مشبہ بہ کے ساتھ شریک ہونا ضروری نہیں۔ زید کالاسد میں محض شجاعت اور بہادری میں اشتراک ہے۔ شیر کی دم میں کوئی شرکت نہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات کو حیات مسیح سے تشبیہ دی ہے۔ کیفیت رفع سے تشبیہ نہیں دی۔ چنانچہ ازالۃ الخفاء کی اس عبارت سے یہ بات بالکل ظاہر ہورہی ہے: ''وظن بعضے آنکه ایں موت نیست حالتست که عندالوحی پیش می آید'' پھر حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا وسیعود الیناحیا اس کی مؤید ہے۔

چونکہ عام صحابہؓ کا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا اور آپ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ ہیں اور یہ خیال کسی حد تک صحیح نہیں تھا۔ اس لئے ابوبکر صدیقؓ نے اس عام غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے قرآن کی وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں جن میں حضور ﷺ کی موت کو صراحتاً ذکر فرمایا گیا تھا۔ صرف اسی پر اقتصار کیا اور اس عقیدہ کی دوسرے جز یعنی حیات مسیح کی کوئی تردید اشارتاً یا کنایتاً نہیں فرمائی جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حیات مسیح کا عقیدہ صحابہؓ کے درمیان بالکل مجمع علیہ تھا اور آیت: ''ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افامات'' سے یہ سمجھنا کہ حضرت ابوبکرؓ نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنے کے لئے پیش کی ہے کئی وجہ سے غلط ہے:

۱..... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابوبکرؓ کے خیال میں ہوتی تو اتنا لمبا خطبہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کا رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رفع روحانی بالموت ہوا ہے۔

۲..... الرسل سے تمام رسول مراد لے کر موت عیسیٰ پر استدلال کرنا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے۔ جبکہ لام جمع استغراقی مان لیا جائے اور یہ ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت: ''اذ قالت الملائکة یامریم ان الله یبشرك (آل عمران: ٤٥)''...... ''واذا قالت الملائکة یامریم ان الله اصطفاك (آل عمران: ٤٢)'' میں لام جمع پر داخل ہے۔ مگر استغراق مراد نہیں ہے۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

۳..... حضرت ابوبکرؓ کا اس آیت کو تلاوت کرنا افان مات اورقتل انقلبتم کی غرض سے ہے اور اس سے آنحضرت کی وفات پر استدلال کرنا مقصود ہے یا اس پوری آیت سے ان لوگوں کی تردید کرنی مطلوب ہے جو رسالت اور موت میں منافات سمجھتے تھے۔ چونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ اس لئے بعض رسولوں کی موت سے ان کے اس عقیدہ کی کوئی

رسول نہیں مرتا تردید ہوگئی۔لہٰذا کلیتہً استغراق بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

غرض اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تمام صحابہؓ کا حیات مسیح پر اتفاق تھا حضرت عمرؓ کے اس عقیدہ کو پیش کرنے پر جماعت صحابہؓ میں سے کسی نے اس جز کا انکار نہیں کیا اور اسی کا نام اجماع ہے۔ثم اجماعهم (الصحابه) بنص البعض و سكوت الباقين عن الرد (الاصول) دوسری دلیل صحابہؓ کے درمیان حیات مسیح پر اجماع ہونے کی یہ ہے کہ جنگ قادسیہ میں نضلہ بن معاویہ الانصاری تین سو سواروں کے ساتھ کوہ حلوان پر گئے۔وہاں زریت بن برثملا سے ملاقات ہوئی جو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری تھے۔انہوں نے بیان کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع آسمانی کے وقت میری درازی عمر کی دعا کی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ میرے نازل ہونے تک اسی جگہ موجود رہنا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں سلام پہنچانے کی ہدایت کی۔حضرت نضلہ نے اس واقعہ کی اطلاع سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت میں پہنچائی۔انہوں نے حضرت عمرؓ کو بذریعہ قاصد کے اس کی خبر دی۔حضرت عمرؓ نے جواباً سعدؓ کو لکھا کہ تم اپنی تمام جمعیت کو لے کر اس پہاڑ پر جاؤ اور انہیں میرا سلام پہنچا دو۔حضرت سعدؓ چار ہزار کی جمعیت لے کر وہاں پہنچے۔مگر آپ کا کوئی پتہ یا نشان نہ ملا۔

(فتوحات ج۱ص۲۲۳ صحح بالكشف ازالة الخفاء مقصد دوم ص ۱۶۷، ۱۶۸)

چار ہزار صحابہؓ کی یہ جماعت تھی اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں رہنے والے ان کے علاوہ تھے جن کے سامنے نزول مسیح من السماء کا ذکر آیا۔کسی نے اس کی تردید نہ کی۔بلکہ ملنے کی کوشش کر کے اس کی مزید تائید کر دی۔علاوہ ازیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو خط میں لکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری کسی پہاڑ میں زندہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منتظر بیٹھا ہوا ہے۔اس کے بعد مرزا قادیانی کا (ازالہ اوہام ص۳۰۲، خزائن ج۳ص۲۵۴، ۲۵۵) میں یہ کہنا کوئی اثر نہیں رکھتا۔

''غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ظاہر کر گئے ہیں۔''

کیونکہ اجماع سکوتی میں نام بنام ہر ایک کو بتانا شرط نہیں ہے۔جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ایک کا ذکر کرنا اور باقی کا سکوت کرنا کافی ہے اور یہ بات یہاں موجود ہے۔پھر اجماع میں ایک ہی

مجلس کا ہونا بھی کوئی شرط نہیں ہے۔علماء عصر میں سے جن کو اس کے متعلق خبر پہنچے وہ بلا انکار اس کو تسلیم کرلیں تو اجماع نہ ہوگا؟۔

''اعلم ان الاجماع فی اللغة العزم والاتفاق یقال اجمع فلان علی کذا ای عزم علیه واجمعوا علی کذا اتفقوا علیه واما فی الاصطلاح فهو اتفاق علماء کل عصر من اهل السنة ذوی العدالة والاجتهاد علی حکم (فصول شرح الاصول) ذالك ان یتکلم البعض بحکم الحادث و یکست سائرهم بعد بلوغهم و بعد مضی مدة التامل''

مطالبہ: مرزائی صاحبان وفات مسیح کا اقرار کرنے والے صحابہؓ میں سے ۵۰ کا نام گنوادیں۔چلو ۲۵ ہی کا سہی اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ایک یا دو ہی کا ایسا نام بتائیں جس سے صراحۃً وفات مسیح کا عقیدہ ظاہر کیا ہو۔یا اشارہ کے طور پر اس کا اقرار کیا ہو۔

ابن عباسؓ بھی رفع جسمانی کے قائل ہیں

''عن ابن عباسؓ وقد رفع اللّٰه مع الجسم وهو حی الی الان ویرجع الی الدنیا فیصیر ملکا ثم یموت (رواه فی التفسیر ابن کثیر والطبقات الکبری ج۱ ص۲۰) قال القرطبی الصحیح ان اللّٰه تعالی رفعه من غیر وفاة ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید وهو اختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباسؓ (ابو السعود ج۲ ص۳۴ آیت یعیسی انی متوفیك و نحوه فی روح المعانی ج۳ ص۱۵۸ زیر آیت یعیسی انی متوفیك)''

لہٰذا متوفیك کی تفسیر ممیتک کرنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ ان کو اس وقت مردہ سمجھ رہے اور وفات مسیح کے قائل ہیں بالکل غلط ہے۔کیونکہ ممیتک میں اسم فاعل استقبال کے واسطے لیا ہے اور اس کو زمانہ آئندہ پر اتارتے ہوئے تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں۔مرزا قادیانی حضرت ابن عباسؓ کی آدھی بات تسلیم کرتے ہیں اور آدھی بات جو تقدیم وتاخیر کے متعلق ہے اسے نہیں مانتے۔ پھر وہ اس کے معنی آخری زمانہ میں مارنے کے کررہے ہیں۔مرزا قادیانی اس وقت مردہ ہونے کی نسبت ان کے عقیدہ کی طرف کرنے سے نہیں شرماتے اور وہ ایسی تلبیسی چال چل رہے ہیں جس میں خیانت فی النقل کے علاوہ توجیهه القول بما یرضی به القائل کر کے عوام الناس کو دھوکا دے رہے ہیں۔

اسی طرح بخاری کا متوفیك کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرنے سے وفات مسیح

کاعقیدہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ان کا مذہب وہ ہے جوانہوں نے نزول مسیح پر ترجمہ قائم کر کے ابوہریرہؓ کی حدیث نزول مسیح اور دوسری حدیث ''کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ باب نزول عیسی بن مریم)'' بیان فرمائی۔حدیث اصحابی کا جواب انشاءاللہ آگے آئے گا اور حلیہ کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مرنے کے بعد ان کے پہلو میں مدفون ہونے کی اجازت چاہی۔حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''فقال و انی بی بذلك الموضع ما فیه لا موضع قبری و قبر ابی بکرؓ و عمرؓ و عیسیٰ بن مریم (منتخب کنز برحاشیه احمد ج۶ ص۵۷)'' یعنی اس میں میری ابوبکرؓ عمرؓ اور عیسیٰ علیہ السلام کے دفن ہونے کی جگہ ہے۔ پانچویں قبر کی جگہ نہیں ہے۔ (کنزالعمال ج۱۴ص۶۲۰ حدیث نمبر ۳۹۷۲۸) ابن عمرؓ سے بھی نزول نزول مسیح کے متعلق یہ روایت ''ینزل عیسی بن مریم الی الاض فتزوج ویولدله (مشکوة ص ۴۸۰ باب نزول عیسی ابن مریم)'' پہلے گزر چکی ہے۔اس لئے ان دونوں صاحبوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے۔انتہا درجہ غلط بیانی ہے۔

مرزائیوں کا اس دعویٰ کے ثبوت میں حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے طبرانی اور مستدرک کی وہ روایت پیش کرنا جس میں ہے کہ ہر نبی کی عمر پہلے نبی سے آدھی ہوتی ہے اور عیسیٰ ایک سو بیس برس دنیا میں رہنے کے ہیں۔اس لئے میں ساٹھ سال کے بعد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں کسی وجہ سے صحیح نہیں۔

۱...... اصول کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کا قول یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف منقول ہوتو وہ روایت قابل اعتبار نہیں رہتی۔ چنانچہ بسند صحیح ابن عباسؓ سے (ترمذی ج ۱ ص ۴۷ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین) میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونمازیں مدینہ میں بلا کسی عذر کے ایک وقت میں جمع کیں۔ترمذی فرماتے ہیں کہ علماء امت میں سے اس حدیث پر کسی نے عمل نہیں کیا۔لیکن شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کبریت احمر میں ابن عباسؓ کا فتویٰ خلاف نقل کیا ہے جو اس روایت کے ترک کا باعث ہے: ''من جمع بین صلوتین فی الحضر من غیر عذر فقد اتی بابا من الکبائر'' (بهاشیة الیواقیت ج ۱ ص ۶۶)

۲...... عاش کے معنی مات لے کر استدلال کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ لغت میں عیش کے معنی باقی رہنا نہیں کیے گئے۔ دن گزارنا ہیں۔ مرنا نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں جائز ہے کہ اس میں

قبل از رفع اور بعد نزول دونوں زمانہ میں ٹھہرنے کی کل مدت بیان کی گئی ہو۔ اس صورت میں وفات پر استدلال کرنا صحیح نہیں رہتا۔

۳…… یہ روایت درایۃً بالکل غلط ہے۔ ورنہ چاہئے تھا کہ رسول خدا ﷺ کا وصال پورے ساٹھ برس پر ہوتا اور ادھر نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس سے زیادہ ہوئی اور حضرت آدم ۹۳۰ برس بعد فوت ہوئے۔ داؤد علیہ السلام ۱۰۰ برس تک زندہ رہے اور بقول مرزا قادیانی، عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس کی ہوئی۔ (دیکھو راز حقیقت ص۹، حاشیہ خزائن ج۱۴ ص۱۶۱) اس عدم تناسب کی موجودگی میں حدیث کی صحت ظاہر ہے۔

س…… مدارج نبوت میں ہے کہ حاطب ابن بلتعۃؓ صحابی نے مقوقس حاکم مصر کے سامنے حضرت عیسیٰ کے صلیب پر مارے جانے کا اقرار کیا ہے۔

ج…… اس عبارت کے نقل میں بھی خیانت کی گئی ہے۔ (اسدالغابہ ج۱ ص۴۱۱، خصائص کبری ج۲ ص۱۳۹ باب ماوقع عند کتابیه الی المقوقس، اسیتعاب ج۱ ص۳۷۷) میں اصل عبارت اس طرح ہے:

''ان حاطب ابن بلتعة قال لمقوقس حین اعرض علیه انك تشهد ان المسیح نبی فماله اذا ارادو صلبه لم یدع علیهم ان یهلکهم الله حتی رفعه الله فی السماء الدنیا فلما سمع مقوقس هذا الکلام قال انك لحکیم جئت من حکیم''

علاوہ ازیں حسن بصریؒ سے ایک روایت مرفوعاً گزر چکی ہے اور ان کا اپنا قول یہ ہے:

''والله انه الان لحیی عند الله''

(رواہ فتح الباری ج٦ ص٣٥٧، تفسیر ابن اکثیر ج٢ ص٤٠١)

س…… لفظ عنداللہ رفع روحانی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں کہا گیا ہے: ''احیاً عندربهم'' (آل عمران:١٦٩)

ج…… لفظ کے ایک استعمال سے اس کے دوسرے استعمال پر حکم لگا دینا مرزائیوں کی پرانی جہالت ہے۔ عنداللہ کا استعمال موت یا رفع روحانی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ قرآن میں ہے: ''ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم خلقه من تراب (آل عمران:٥٩)''

اس میں عنداللہ کے معنی فی علم اللہ ہیں۔ اسی طرح حسن بصری کے قول میں بھی عنداللہ کے یہی معنی ہیں یا مراد آسمان ہے۔ کیونکہ وہاں اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ پھر جبکہ حسن بصریؒ سے حدیث مرفوع: ''ان عیسی لم یمت وانه راجع الیکم الی یوم القیامة

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ٤٠) ''مروی ہے تو ان کے قول کو کسی دوسرے معنی پر اتارنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ پھر قسم اور لفظ آلان اس کے مؤید ہیں۔ اس کے علاوہ حسن بصریؒ نے قبل موته کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع کی ہے: ''ان الله رفع عیسیٰ وھو باعثه قبل یوم القیامة مقاماً یؤمن به البرو الفاجر (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ٤٠١) ''اس بعث سے مراد بعث القبور ہے۔ نزول من السماء مراد نہیں ہے۔

ج…… بعث کے اصلی معنی ارسال ہیں: ''مبعوثك الذی بعثته الی الخلق ای أرسلته…… وھو ای عمرو ابن سعیدیبعث البعوث…… ای یرسل الجیش …… ثم یبعث الله ملکا…… فیبعث الله عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکما بشر عنا (مجمع البحار ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹٦) ''اس لئے یہاں بھی ارسال ونزول من السماء مراد ہے۔ پھر جب حسن بصریؒ نے یہ قول قبل موته کی ضمیر عیسیٰ کی طرف لوٹاتے ہوئے کہا تھا تو پھر بعث سے بعد الموت کیونکر مراد ہوسکتا ہے۔

س…… حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال پر آپ کے صاحبزادے امام حسنؓ نے برسر منبر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''ایها الناس قد قبض اللیة رجل لم یسبقه الاولون لقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسیٰ بن مریم لیلة سبع و عشرین من رمضان (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۸) '' کیا لفظ عرج بروح عیسیٰ وفات پر دلالت نہیں کرتا۔

ج…… عرج بروح عیسی میں ترکیب اضافی نہیں ہے۔ یہاں روح سے خود عیسیٰ مراد ہیں۔ کیونکہ جس طرح حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ لفظ روح بھی اس پر طلاق کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم قصیدہ نونیہ میں فرماتے ہیں: ''وکذالك رفع الروح عیسی المرتضی حقا علیه جاء فی القرآن ''نیز امام حسنؓ کے خیال میں اگر موت ہی مراد ہوتی تو عبارت کو بدل کر عرج بھی نہ کہتے اور بلکہ یہ فرمادینا کافی تھا: ''قبض لیلة قبض فیها عیسی بن مریم ''اس کے علاوہ یہ واقعہ درمنشور میں نقل کیا گیا ہے۔ مگر اس میں عبارت اس طرح ہے: ''قبض لیلة اسری بعد لیلة قبض موسی ''معلوم ہوا کہ طبقات ابن سعد میں اختصار کیا گیا ہے اور درمنشور میں پوری عبارت نقل کردی گئی۔ فعیله الاعتماد!

آئمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ''خروج الدجال ویاجوج وماجوج و طلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من

السماء وسائر علامات یوم القیامة علی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن'' (فقه اکبر مترجم ص۱٦ طبع ۱۹۲٤)

امام احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔لیکن امام مالکؒ لفظ متوفیك کی ایک تاویل کی بناء پر رفع کی کیفیت میں دیگر علماء سے اختلاف رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر رفع آسمانی کے وقت موت واقع کی گئی اور آسمان پر لے جاکر ان کو زندہ کردیا گیا اور آخر زمانہ میں صبح کے وقت اتریں گے۔ ابی اور دوسرے شارحین حدیث نے مسلم کی شرح میں عتبیہ سے امام مالکؒ کا مذہب اس طرح نقل کیا ہے:''رفع العتبة قال مالك بین الناس قیام یستمعون لا قام الصلوٰة فتغشا هم غمامة فاذا عیسیٰ قد نزل ''اس میں نزول کی خاص کیفیت بیان کی گئی ہے۔اس لئے اس کو نزول بروزی باطنی پر محمول کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔علامہ زرقانی مالکی نے مواہب قسطلانی کی شرح میں اپنے مذہب کو بالکل واضح کردیا ہے۔

''فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیه السلام فانما یحکم بشریعة نبیناﷺ...... بالهام لاحکامها اواطلاع علی الروح المحمدی...... او بماشاء الله من استنباط لها من الکتاب والسنة ''پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں:''فهو علیه السلام وان کان خلیفة فی الامة المحدیه فهو رسول و نبی کریم علی حاله لاکماظن بعض الناس انه یأتی واحدا من هذه الامة بدؤن النبوة و الرسالة وجهل انهالا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن هوحی نعم وهو واحد من هذه الامة مع بقائه علی نبوة و رسالة'' (شرح مواهب ج٥ ص۳٤۷،۳٤۸)

مرزا قادیانی امام مالکؒ کی یہ تحقیق کہ وہ رفع کے وقت مردہ بنادیئے گئے تھے تسلیم کرتے ہیں۔مگر دوبارہ ان کے زندہ ہونے اور آخر زمانہ میں بعینہ اترنے کی تحقیق کو نہیں مانتے اور سوطرح کی حجتیں نکالتے ہیں۔غضب ہے کہ جس مجمع البحار سے قال مالك مات نقل کرتے ہیں وہیں اس کی مراد بھی لکھی ہوئی ہے۔اس کو نقل نہیں کرتے اور وہ یہ ہے:''ولعله اراد رفعه الی السماء او حقیقة ویجئ اخر الزمان لتواتر خبر النزول (مجمع البحار ج۱ ص٥۳٤ تحت حکم)''اس طرح علامہ ابن حزم الاندلسی مالکی کی طرف جھوٹی نسبت کردی کہ وہ موت عیسیٰ کے قائل ہیں۔باجود یہ کہ رفع ونزول مسیح میں ان کا وہی خیال ہے جو امام مالکؒ کا ہے۔ مگر لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ان کی آدھی بات نقل کی جاتی ہے۔

علامہ ابن حزم اپنی کتاب(الملل والنحل ج۲ ص۲٦۹ باب الکلام فیمن

يكفر ولا يكفر)میں حیات عیسیٰ کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''واما من قال ان اللّٰه عزوجل هوفلان لانسان بعنيه او ان اللّٰه تعالىٰ يحل فى جسم من اجسام خلقه او ان بعد محمد ﷺ نبيا غير عيسىٰ ابن مريم لا يختلف اثنان فى تكفيره لصحة قيام الحجة بكل هذا على كل احد''

علاوہ امام احمدؒ کے علماء حنبلیہ میں سے علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے بھی حیات مسیح کا اقرار کیا ہے۔''سيظهر غلبة المسلمين على النصارى عند نزول المسيح ، وان نزوله من اشراط الساعة (الجواب الصحيح ج٤ ص ١٧٠)''الجواب الصحيح کے دیگر حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

''محمد ﷺ مبعوث الى جميع الثقلين فرسالته عامة للجن والانس فى كل زمان ولوكان موسىٰ و عيسىٰ حيين لكانا من اتباعه واذا نزل عيسىٰ بن مريم فانما يحكم بشريعة محمد ﷺ فمن ادعى انه مع محمد ﷺ كالخضر مع موسى (الى ان قاله) شهادة الحق فانه مفارق لدين الاسلام بالكلية فضلا ان يكون من خاصة اولياء اللّٰه وانما هو من اولياء الشيطان و خلفاؤ و نوابه و قال شعرا ، وكذاك رفع الروح عيسىٰ المرتضىٰ حقا عليه جاع فى القران (عن قصيدة النونيه) وهذ المسيح ابن مريم حى لم يمت و غذاه من جنس غذاء الملائكه'' (اقسام القرآن لابن قيم)

س...... ابراہیم ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے:''واما ما يذكر عن المسيح انه رفع الى السماء وله ثلث و ثلثين سنة فهو قول النصارى ''کتاب کے ص ٣٦ پر لکھا ہے:''الانبياء انما استقرت ارواحهم نهاك مفارقة بعد البدن'' اور مدارج السالکین میں ہے:''لوكان موسى عيسى حيين ''ہے۔معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں۔

ج...... ابن قیم کی طرف وفات مسیح کے عقیدہ کی نسبت کرنا سوءفہم ہے۔ان کا عقیدہ تو وہی ہے جو پہلے لکھا جا چکا ہے۔مگر زادالمعاد کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر اس وقت اٹھائے گئے۔جبکہ ان کی عمر ٣٣ سال کی تھی۔یہ نصاریٰ کا قول ہے مطلقاً مرفوع ہونا نصاریٰ کا قول نہیں ہے۔دوسری عبارت میں مرنے کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ارواح طیبہ کے رہنے کی جگہ بتائی ہے۔اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے

مرنے یا زندہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ جب حضرت عیسیٰ کی وفات ہوگی اس وقت ان کی روح بھی وہیں چلی جائے گی۔ یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ ابرار کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے: ''ان الا برار لفی نعیم'' اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جب سارے ابرار اور فجار مر جائیں گے تب اس آیت کا مفہوم صادق آئے گا۔ مدارج السالکین کی پوری عبارت اوپر نقل کر دی گئی۔ اس کے بعد اس کے سمجھنے میں کسی کو دقت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ اس کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ مراد ابن قیم کی حیین سے موجودین ہے۔ یعنی اگر وہ دونوں اس وقت زمین پر موجود ہوتے تو ان کو حضور ﷺ ہی کی اتباع کرنی پڑتی۔ جس طرح کہ وہ آخر زمانہ میں آسمان سے اتر کر شریعت محمدیہ کی پابندی کریں گے۔ ابن کثیر اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے یواقیت میں اس روایت کو لکھا ہے۔ لیکن مطلب ہر دو صاحبان کا وہی ہے جو پہلے مذکور ہے۔

چنانچہ (یواقیت ج۲ص۲۲) میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''فانه كان موجود الجسم من لدن ادم الى زمان وجوده لكان جميع نبى ادم تحت شريعة''

پھر دوسری جگہ شیخ نے حیین کی تفسیر موجودین کی ہے۔ نیز اسی صفحہ پر وہ چار سطر بعد لکھتے ہیں: ''مما يشهد لكون جمع الانبياء نوابا له ﷺ كون عيسىٰ اذا نزل الى الارض لايحكم بشرع نفسه الذى كان عليه قبل رفعه و انما يحكم بشرع محمد ﷺ الذى بعث به الى امته''

اس کے علاوہ ص۲۱ پر یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے۔ فی حدیث ''لوكان موسى حياما وسعه الا ان اتباعى'' نیز ص۱۱۸ پر رفع اور نزول کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ثم رفعه الى السماء بقدر مافيه من الروحانية فكان مكثه فى الارض بقدر مافيه من الطين ومكثه فى السماء بقدرمافيه من النور'' (يواقيت ص١١٨)

''وقد جاء الخبر الصحيح فى عيسى وكان ممن اوحى اليه قبل رسول الله ﷺ انه اذا نزل اخر الزمان لايؤمنا اى بشر يعتنا''

(يواقيت ج٢ ص٨٤)

''فقد ثبت نزوله عيسىٰ عليه السلام بالكتاب والسنة وزعمت النصارى ان ناسوته صلب ولاهوته رفع والحق انه رفع بجسده الى السماء والايمان بذالك واجب قال تعالى بل رفع الله اليه قال العلامة ابو طاهر و

اعلم ان کیفیة رفعه ونزوله وکیفة مکثه فی السماء الی ان ینزل من غیر طعام ولا شراب مما یتقاصر عن درکه العقل ولا سبیل لنا الا نؤمن بذلك تسلیما لسعة قدرة اللّٰه تعالی" (یواقیت ج۲ ص۱٤٦)

س...... امام شعرانی طبقات ۲/۲۴ میں لکھتے ہیں رفع علیؓ کما رفع عیسیٰ اورعلیؓ کا رفع بالاتفاق روحانی اور بالموت ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کا بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔

ج...... امام شعرانی نے سید علی الخواص کا قول نقل کیا ہے۔ اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ کا بھی رفع آسمانی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوا ہے اور آخر زمانہ میں اتریں گے۔ اس میں رفع سے موت کے معنی مراد نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اس طرح فرماتے رفع عیسیٰ کما رفع علیؓ چونکہ رفع عیسیٰ سے رفع جسمانی ہی مشہور ہے۔ اس لئے رفع علیؓ کو اس کی ساتھ تشبیہ دینے کے یہ معنی ہوں گے کہ علیؓ کا رفع حضرت عیسیٰ کی طرح جسمانی ہوا ہے۔ حضرت علیؓ کو الٹا اس عبارت میں مشبہ بہ بنانا الٹی عقل والوں ہی کا کام ہے۔

شیخ محی الدین العربی کا عقیدہ بھی حیات مسیح کے متعلق وہی ہے جو عام مسلمانوں کا ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کے باب ۹۳ میں لکھتے ہیں:

"اعلم انه لیس فی امة محمد ﷺ من هو افضل من ابی بکر غیر عیسی وذالك اذا نزل بین یدی الساعة لا یحکم الابشرع محمد ﷺ فیکون له یوم القیامة حشر ان حشر فی زمرة الرسل بلواء الرسالة وحشر فی زمرة الاولیاء بلواء الولایة" (فتوحات)

"وابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسیٰ وکلاهما من المرسلین"

(فتوحات ج۲ ص۵ باب ۷۳)

یواقیت میں فتوحات سے حدیث معراج نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:

"فاستفتح جبرئیل السماء الثانیة کما فعل فی الاولیٰ وقال وقیل له فلما دخل اذا بعیسی بجسده عینه فانه لم یمت الی الان بل رفعه اللّٰه الی هذه السماء" (الیواقیت ج۲ ص۳٤)

س...... شیخ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "انتقل روحه عند المفارقة من العالم السفلی بالعالم العلوی" معلوم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔

ج...... شیخ کی کوئی تفسیر نہیں ہے۔لوگوں نے غلط عقائد لکھ کر شیخ کو بدنام کرنے کے لئے لکھ دیئے تھے:

اسی لئے شیخ عبدالوہاب شعرانی کو اس کی تردید کرنی پڑی۔ پھر تصریحات بالا کے بعد کسی غیر معتبر تحریر کو پیش کرنا دیانت اور عقلمندی کے خلاف ہے۔

علامہ ابن جریر کا عقیدہ بھی حیات مسیح کے متعلق وہ ہی ہے جو عام مسلمانوں کا ہے۔ جیسا کہ تفسیروں سے ثابت ہو چکا ہے۔لیکن اپنی تاریخ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی وفات ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ راس الجماء میں جو مدینہ طیبہ کے پاس وادی عقیق کا ایک پہاڑ ہے ایک قبر نمودار ہوئی جس کے سرہانے ایک پتھر پر یہ تحریر کندہ تھی:

ھذا قبر رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم !لیکن صحیح یہ ہے کہ اس عبارت میں سہو ہے۔ورنہ مسیح کے بارے میں ابن جریر کا عقیدہ اجماع کے موافق ہے۔اس کے خلاف نہیں ہے۔

چنانچہ اسی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:"انہ رفعہ اللّٰہ مع جسم وھوحی الیٰ الاٰن"

(تاریخ ابن جریر ص۴۹۵ ج۱)

اس عبارت میں لفظ اللہ زائد ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ ھذا قبر رسول عیسیٰ ابن مریم !یعنی یہ قبر عیسیٰ ابن مریم کے قاصد کی ہے یا ایک مضاف مقدر ہو۔ یعنی رسول رسول اللہ عیسیٰ بن مریم یا رسول روح اللہ عیسیٰ بن مریم۔اس عبارت کو اس طرح صحیح کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ تاریخ کی دوسری کتابوں میں وضاحت کے ساتھ بالتصریح اس کتبہ کی تحریر وہ لکھی ہوئی ہے جو تصحیح کے بعد بتائی گئی۔

چنانچہ کتاب الوفاء کے باب سوم میں ہے کہ:"فاخرجت الیھما الحجر فقرأہ فاذافیہ انا عبداللّٰہ بن الاسود رسول، رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم الیٰ اھل قری عرینہ "اس کے بعد روایت ابن شہاب منقول ہے کہ:"وجد قبر علی جماء ام خالد اربعون ذراعا فی اربعین ذراعا مکتوب فی حجر انا عبداللّٰہ من اھل نینوی رسول رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم علیھماالسلام انی ارسلت الی اھل ھذہ القریة فادرکنی الموت فاوصیت ان ادفن فی جماء ام خالد"

ان تصریحات کے موجود ہوتے ہوئے ہر ذی ہوش انسان کا فرض ہے کہ وہ کتابت کی غلطیوں کی اصلاح کر لے اور حافظ بن جریر طبری کی طرف جو اپنی تاریخ اور تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کو جسم عنصری کے ساتھ زندہ مان رہا ہے وفات مسیح جیسے غلط عقیدہ کی نسبت نہ کرے۔اگرچہ

صاحب کشاف علامہ زمخشری معتزلی الخیال ہے۔مگر حیات مسیح کے عقیدہ میں وہ بھی اجماع امت کے ساتھ ہے۔لیکن مرزائیوں نے نقل میں خیانت کرتے ہوئے اس کی تفسیر کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صاحب کشاف وفات مسیح کا قائل ہے اور اس کے ثبوت میں یہ کہا گیا کہ اس نے کشاف میں متوفیك کے معنی حتف انفك کئے ہیں۔اگر مرزائی جماعت دجل و خیانت کو چھوڑ کر کشاف کی پوری عبارت نقل کردیتے تو ان کو یہ بات کہنے کی نوبت ہی نہ آتی۔متوفیك کی تفسیر میں صاحب کشاف لکھتے ہیں:''انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفارو مؤخرك الی اجل کتبة لك وممیتك حتف انفك لا قتلا بایدیهم ورافعك الی سمائی و مقرملائکتی (تفسیر کشاف ج۱ ص۳٦٦)''
زیرآیت:یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك!

یعنی جو مدت تیری زندگی کی ہمارے علم میں مقدر ہوچکی ہے وہ پوری کی جائے گی اور یہودی تجھ کو قتل نہ کرسکیں گے اور میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔اس میں کسی جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ میں میں تجھے مار کر روحانی طور پر مرفوع کروں گا۔اللہ تعالیٰ اس کج فہمی اور بے عقلی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ان علماء کے علاوہ علامہ ابن حجرؒ عسقلانی اور شیخ الاسلام الحرانیؒ، شاہ ولی اللہؒ وغیرہم نے رفع اور نزول جسمانی کی اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے:

چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:''نزوله لدنوا جله لیدفن فی الارض اذ لیس بمخلوق من التراب ان یموت فی غیرها وقیل انه دعا اللّٰه لما رأی صفة محمد صلی اللہ علیہ وسلم وامته ان یجعله منهم فاستجاب اللّٰه دعاء ه وابقاه حتی ینزل فی آخر الزمان مجدد الا مرالاسلام فیوافق خروج الدجال''

(فتح الباری ج٦ ص۳٥۷ باب واذکر فی الکتاب مریم)

مواہب لدنیہ کی شرح میں ہے:''قال الحافظ وعلیه اذا نزل الی الارض ومضت المدة المقدورة له یموت ثانیا و قیل معنی متوفیك ورافعك من الارض فعلیه لایموت الا فی اخر الزمان وقال فی موضع اخر رفع عیسیٰ وهوحی علی الصحیح'' (شرح مواهب لدنیه ج٥ ص۳٥)

شیخ الاسلام الحرانی فرماتے ہیں:''وصعود الادمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امرالمسیح عیسیٰ بن مریم فانه صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض''

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:''نیز از ضلالت ایشاں یعنی نصاری یکے آنست که جرم میکنند که حضرت عیسیٰ علیه السلام مقتول شده است وفی الواقعه درقصه عیسیٰ اشتبهائے واقعه شده رفع آسمانی راقتل گمان کردند و کابراعن کا برغلط را روایت نمودند خدا تعالیٰ در قرآن شریف ازاله شبه فرموده که ماقتلوه وماصلبوه (الفوز الکبیر) الحمد للّٰه علی ذلك وما کنا اهلا لهذالو لا ان هدانا اللّٰه واللّٰه روف بالعباد''

خلاصہ مافی الباب

۱...... ''وایتنا عیسی ابن مریم البینات وایدنا ہ بروح القدس''
(بقرہ:۸۷)

''انه جبرئیل علیه السلام (کبیر ج۳ ص۱۷۷) وهو الذی رباه فی جمیع الاحوال وکان یسیره معه حیث سارو کان معه حیث صعد الی السماء'' (کبیر ج۳ ص۱۷۸)

مطالبہ:''فلما خلی بینه وبین الیهود حین ارادوا قتله ولم یحافظه فما معنی التائید والاعانة بعده''

۲...... ''وجیهاً فی الدنیاوالآخرةومن المقربین(آل عمران:۴۵)''
''هو اشارة الی رفعه الی السماء'' (ابوالسعود ج۲ص۳۷)
''ان هذا الوصف کاالتنبیه علی انه علیه السلام سیرفع الی السماء'' (تفسیر کبیرج۸ص۵۴)

مطالبہ:''هل تبقی الوجاهة بعد الاهانة کما جوزها المرزافی''
(ازاله ص۳۷۸تا۳۸۴)

۳...... ''یکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین''
(آل عمران:۴۶)

''ذکرها فی موضع الامتنان علی مافی المائدة ولایمکن بغیر حمل کهل عند النزول فی الحدیث عن ابن عباسؓ تکلم (فی المهد) اربعة صغارشاهد یوسف، ابن مشاطه بنت فرعون وعیسیٰ بن مریم و صاحب جریج'' (رواه احمد ج۱ ص۳۱۰ کمالین ورازی ج۵ص۱۲۲)''کهلا بعد نزول''

(بیضاوی ج۱ ص۱۳۹) وفی ھذا نص علی انه سینزل من السماء الی الارض ویقتل الدجال'' (خازن ج۲ ص۲۵۰)

۴...... ''ومکروا ومکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران: ۵۴)''

''لانه عبارة عن التد بیر للحکم الکامل ثم اختص فی العرف بالتدبیر فی ایصال الشرالی الغیر وذلك فی حق اللّٰہ غیر ممتنع'' (کبیر ج ۸ ص۷۱)

''مکراللّٰہ ان رفع عیسیٰ الی السماء والقی شبیه علی من ارادا اغتیاله حتی قتل'' (کشاف ج ۱ ص۳٦٦)

''ویمکرون ویمکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین فیه اشارة بانجاہ النبیﷺ من کفار مکة یوم الھجرة۔ مکروامکرا ومکرنا مکراً وھم لا یشعرون فیه اخبار عن انجاہ صالح علیه السلام فی مقابله الکفاراذ ھوا بفتکه۔ قال المولی علیؓ فی الھجرة''

''وفیت بنفسی خیر من وطی الثری ۔ ومن طاف بالبیت العتیق یا الحجر، رسول! له خاف ان یمکرو به۔ فنجاہ ذوالطول الا له من المکر''

مطالبہ: ''کیف ان یذکر تدبیر اللّٰہ فی مقابله الکفار ثم تکون الغلبة لھم لا له ھل له من نظیر''

۵...... ''اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی ومطھرك من الذین کفروا'' (آل عمران: ۵۵)

۱...... ''استوفاہ وتوفاہ استکمله'' (اساس البلاغة)

۲...... ''توفیت المال منه واستو فیته اذا اخذته کله''

(لسان العرب ج۱۵ ص۳۵۹)

۳...... ''ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة و توفی فلان اذا مات وتوفاہ اللّٰہ عزوجل اذا قبض...... روحه''

(تاج العروس شرح قاموس ج ۲۰ ص۳۰۱)

''ومن المجاز توفی فلان وتوفاہ اللّٰہ اذاادرکة الموت لا بدللمجازو المشترك من قرینة والقرینة ھھنا للحیاة دون الموت وذالك کما قیل''

''قد ثبت الدلیل انه حی وورد الخبر عن النبیﷺ انه سینزل

ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذالك'' (کبیر ج۸ ص۷۲)

۲...... ''وانما احتاج المفسرون الی تاویل الوفات بما ذکر لان الصحیح ان اللّٰه تعالیٰ رفعه الی السماء من غیر وفات کمارحجه کثیر من المفسرین واختاره ابن جریر الطبری ووجه ذلك انه قد صح فی الاخبار عن النبی نزوله وقتله الدجال'' (فتح البیان ج۲ ص٤٥)

۳...... ''ذکر الحافظ ابن حجر فی التلخیص الحبیر من کتاب الطلاق واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخباروالتفسیر علی انه رفع ببدنه حیاوانما اختلفواهل مات قبل ان یرفع اونام فرفع...... فی العتبیة قال مالك بینما الناس قیام یستصغون لا قامة الصلوة فتغشاهم غمامة فاذا عیسی نزل (نقله لا بی فی شرح مسلم ج۱ ص٤٤٦ باب نزول عیسی ابن مریم طبع دارالکتب بیروت)''

قال ابن حزم من قال ''ان بعد محمد نبینا غیر عیسیٰ علیه السلا م لا یختلف اثنان فی تکفیره'' (الملل النحل ج۲ ص۲٦۹)

مثال التوفی الذی فاعله اللّٰه ومفعوله ذوروح ثم معناه لیس یموت!

(۱)...... ''وهو الذی یتوفاکم باللیل'' (انعام:٦۰) ''ای ینیمکم''

(مجمع بحار الانوار ج٥ ص۹۹)

(۲)...... ''اللّٰه یتوفی الانفس حین موتهاوالتی لم تمت فی منامها''

(زمر:٤۲)

مطالبہ: این کثرت الاستعمال من قرائن المجاز !

(۳)...... ''ثم فی ای کتب اللغة والنحو قاعدتکم المخترع فالرفع فی الاجسام حقیقة فی الحرکة والانتقال وفی المعانی علی فایقتضیه المقام (مصباح منیر) لایترک الحقیقة بدون القرینة ۰ وان اریدمن الموت حقیقة فالقول باحیاء الموتیٰ اوالتاخیر الوقوعی لازم کمافعل مالك و ابن عباس ومثله فی التقدیم والتاخیر کثیر فی القران'' (کبیر ج۸ ص۷۳)

(٦)...... ''ماقتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم'' (نساء: ۱٥۷)

''لکن فان کانت لعطف مفرد علی المفرد فهی نقیضة لافتکون

لایجاب ماانتفی عن الاول فتکون لا زمة لنفی الحلم عن الاول نحوماقام زید لکن عمرو ای قام عمرو وانکانت لعطف الجملة علی الجملة فهی نظیرة بل فی مجیها بعد النفی والاثبات فبعد النفی لاثبات مابعده وبعد الاثبات لنفی مابعدها نحوجاء نی زید لکن عمرولم یجی وماجاء نی زیدلکن عمرو قد جاء نی علی کل تقدیر غیر مستعملة بدون النفی (شرح الجامی) قوله لایجاب ای لاثبات ماانتفی عن المتبوع (تکمله عبدالغفور)''

''ان لکن الداخله عی الجملة عاطفة وهومختار (الزمخشری فلابحسن الوقف علیه بل یعطف فکان تقدیرة فی عطف المفرد مافی تفسیر رحمانی ولکن قتلوه وماصلبوا من ابقی علیه شبه ولا بدمن تقدیر من لیصیح کونه مفعولا لفعل قتلوا مثله فی المدارک والکشاف یجوزان یسند ای ضمیر المقتول لان قوله وما قتلوه یدل علی انه وقع القتل علی غیره فصار ذلک الغیر المذکور ابهذا الطریق فحسن اسناد شبه الیه(تفسیرکبیرج ۱۱ ص۹۹)''

''وان اخذ شبه من التشبیه بمعنی الاشتباه فهو لعطف الجملة ومنهم من یقول بل اشتبه علی الذین صلبوه وهذا قول اکثر الناس''

(الجواب الصحیح ج ۱ ص۳۱۲)

'' ولکن وقع لهم التشبیه بین عیسیٰ علیه السلام والمقتول''

(بیضاوی ج ۱ ص۲۱٥ ابو السعود ج۲ ص۲٥۱)

''والتقدیر الواضح هکذا ای لکن وقع لهم التشبیه بین عیسی والمقتول فقتلوا شابامن النصاریٰ حسبوه عیسیٰ'' (جامع البیان)

'' وان کان ضمیر لهم لمن اخبره الیهود فالمعنی شبه للناس الذین اخبرهم اولئك بصلبه'' (الجواب الصحیح ج ۱ ص۳۱۲)

''هذا قول ابن حزم ذکره فی الملل'' (الجواب ج ۱ ص۳۱۳)

''التقدیر الواضح هکذا ولکن شبه علی الناس بصلب عیسیٰ وقدصلبوا غیره اومعناه لم یقع القتل لاحدولکن اشبع کذبافکان تقدیره ما قال البیضاوی اوفی الامرای وقع لهم التشبیه ای الاشتبهاه فی امر القتل والتقدیر الواضح هکذالکن قتلوا ۰ صلبوا عیسی الفرضی الذی ارجف بقتله

کـذبـافـی زعـم النـاس وهو غیر عیسی بن مریم الذی نفی عنه الصلب فصح العطف لتغائر المسند الیه فعلی کل تقدیر یثبت ان عیسیٰ لم یعلق بالصلیب ومارُفع علیه''

مطالبہ: ھل یثبـت ان نبیـاً مـن الانـبیاء هرب من قوله مختفیا وبقی ۸۷ سنة ساکتالم یقل من التبلیغ حرفا!

۵/۲...... ''مـن ایـن اخـذا اذ رفـع عـلـی الـصـلب ولکن لم یمت مع تـواتـر الیهود والنصاری علی موته ظاهراً (وقـد صـحح اثر ابن عباسْ ابن کثیر والسیوطی)''

''ان قـول الـصـحـابـی حـجة یـجـب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شی اخرمن السنة'' (شامی ج۱ ص۵۷٤)

۶/۳...... ''کیف یـرفـع التـنـاقـض فـی الایة ویـصیح ذکر من علی طریق لنحوبارجاع ضمیر شبه الی عیسیٰ کما''

۷...... ''وما قتلوه یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه (نساء ۱۵۷، ۱۵۸)''

''امـا بـل فی عطف الجملة علی الجملة فللا ضراب اما بابطال نحو قـالـوا اتـخذ الرحمن ولدا سبحانه بل عباد مکرمون واما بانتقال من غرض الی اخـرنـحـو قـد افـلـح من تزکی وذکراسم ربه فصلی بل تؤثرون الحیوٰة الـدنیـا هـی فـی ذلك کله حرف ابتداء لا عاطفة علی الصحیح کذا فی المغنی فـلذا لم یتعرض له الشارح ویجوزان یوافق مابعده لما قبله اثباتا ونفیا قال اللّٰه انتـم لتـاتـون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم تجهلون وقوله تعالیٰ ام یقلون افتره بل هو الحق من ربك'' (تکمله ص۵٤۷)

''بـل هـو حقیقة فی الاعراض وهو متنوع تارة تکون لجعل الاول مسکـوتـا وقدتکون مقررا لابطال الاول نفسه او غرضه۰ (بحرالعلوم علی مسلـم الثبـوت) فـعـلـم ان بل الابطالیه قدیبطل غرض المقدم وسببه فهنا ابطل دعوی القتل الذی هو سبب ذکره ماقتلوه ...... الخ''

''بل رفعه اللّٰه الیه ...... ردوانکار لقتله''

(بیضاوی ج۱ ص۲۱۶ وابوالسعود ج۲ ص۲۵۲)

''وان اخذبل انتقالية فهو يقع لانتقال من غرض الى غرض وذلك لايمكن الا فى الرفع الجسمانے اويقال ان هذه الجملة لقصر القلب فيكون فيه الرد على اعتقاد المخاطب صريحا كماتقول زيد قائم لا قاعد لمن يعتقد قعوده دون القيام فكذلك لمابين دعوى اليهود انهم قتلواعيسى فرد عليه اولاً بقوله ماقتلوه ثم اكده ببل رفعه وذالك فى الرفع الجسما نى دون وغيره۔ وايضا كما ان ضمير ماقتلوه راجع الى عيسى المجسم فليكن ضمير رفعه ايضاء اليه والا لم يبق تعلق مابعد بل بما قبلها''

مطالبہ: يؤتى بمثال من المحاورات يذكرفيه الماضى بعد بل لكن يكون اظهره بعد مدة ويلة كسبع وثمانين سنة كما فيها مثال الرفع الجسمانى ان مفعوله انسان !

۱...... ''فرفع الى رسول الله الصبى''

(مشكوة ص ۱۵۰ باب البكاء على الميت)

۲...... ''رفع ابو يه على العرش'' (يوسف: ۱۰۰)

۸...... ''وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته ثم يوم القيامة يكون عليهم شهيدا'' (النساء:۱۵۹)

''اما المضارع ان كان حالالم يؤكد بهما وان كان مستقبلا اكدبهما وجوباً فى النحوتالله لاكيدن اصنامكم'' (مغنى ج۲ ص۲۲)

''والمستقبل الذى هو خبر محض لا تلحق نون التاكيد باخره الابعد ان يدخل على اول الفعل مايدل على التاكيد كلام القسم وان لم يكن فيه معنى الطلب'' (شيخزاده على البيضاوى)

''مثله فى الرضى'' (ص۳٤۱ ومتن متين)

''فقوله ليؤمنن الاستقبال واستقبالية تبتدء من وقت نزول الاتية ان صيغة الافعال موضوعة لازمنة التكلم اذا كانت مطلقه فاذاجعلت قيوداً لمايدل على زمان كان ومضيًها وغيره باالنسبة الى زمانه''

(روح المعانى من الكهف)

مطالبہ: فلیوی المضارع المؤکد بهما لغیر الاستقبال فی مثال وانه لم یکن مفیدا بشرط!

۹...... ''لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله والملائکة المقربون'' (النساء: ۱۷۲)

''لن للاستقبال وعدم الاستنکاف منه لایکون الابعد النزول''

۱۰...... ''واذ کففت بنی اسرائیل عنك'' (مائده: ۱۱۰)

''فهذا مذکور فی موضع الامتنان فان ضربه الیهود اوصلبوه لم یصح ذکره امتناناً۔ هذا کقوله تعالیٰ یا ایها الذین امنو اذکرو نعمة الله علیکم اذهم قوم ان یبسطوا الیکم ایدهم فکف ایدهم عنکم'' (مائده:۱۱)

۱۱...... ''انه لعلم للساعة فلاتمترن بها'' (زخرف: ۶۱)

''فی قراءة علم الفتحین تسمیة علما لحصوله به''

(ابوالسعود ج۸ ص۵۲)

''ای خروج ابن مریم ونزوله من السماء قبل یوم القیامة هکذا مروی عن ابن عباس وجابر و ابی مالك وحسن و قتاده ومجاهد''

(ابن کثیر ج۹ ص۱۷۵)

''ان الضمیر للعیسیٰ لاللقرآن'' (روح المعانی)

۱۲...... ''ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً و ذریة'' (الرعد: ۳۸)

۱۳...... ''قال رسول الله ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولدله''

(مشکوٰة ص۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیه السلام ای یتزوج و یولدله بعد نزوله)

احادیث

(۱)...... ''الاحادیث الواردة فی نزوله المتواترة''

(کتاب الاذاعه للشوکانی)

(۲)...... ''قد تواترت الاحادیث عن رسول اللهﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة (ابن کثیر ج۹ ص۱۷۵) ''یجیی

آخر الزمان لتواتر خبر النزول (مجمع البحار ج۱ ص٥٣٤) قد تواترت الاحاديث بنزول عیسیٰ..... صحح الطبری هذا القول ۔ فتح البیان، عن ابن عباس رفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء (رواہ ابن کثیر) وقال ابن کثیر اسناد ابن ابی حاتم اسناد صحیح الی ابن عباس رواہ النسائی عن ابی کریب فھو فی حکم الموفوع''

(۱)..... ''عن ابی ھریرۃؓ انه قال رسول اللهﷺ کیف انتم اذانزل ابن مریم من السماء فیکم واما مکم منکم''

(البیھقی کتاب الاسماء والصفات بسند صحیح ص۳۰۱)

(۲)..... ''عن ابن عباسؓ قال رسول اللهﷺ فعند ذلك ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (کنز العمال ج۱۴ ص۶۱۹ حدیث ۳۹۷۲۶)''

(۱)..... ''عن الحسنؓ قال قال رسول اللهﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة''

(درمنثور ج۲ ص۳۶ وابن کثیر وابن جریر مختصراً)

(۲)..... ''استفتح جبرائیل السماء الثانیة کما فعل فی الاولی وقال وقیل له فلما دخل اذا بعیسیٰ علیه السلام بجسده عینه فانه لم یمت الان بل رفعه الله الی ھذہ السماء''

(یواقیت ج۲ ص۳۴ المبحث الرابع والثلاثون فی صحة الاسراء)

(۱)..... ''قال رسول الله لوفد نجران قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفنا (ابن جریر، ابن ابی حاتم، اخرج الحاکم فی اخرحدیث الاسراء فاھبط فاقتله ولا اترککم نیامی افی اتی الیکم بعد قلیل و اما انتم فترونی الی انا حی (ذکرہ الحافظ فی الفتح و سکت علی تصحیح الحاکم ایاہ) قال رسول اللهﷺ لیھبطن بن مریم حکما ، الحاکم و صححه)''

اجماع

''اجمعت الامة علی ان عیسیٰ علیه السلام الان حی فی السماء سینزل الی الارض الی اخرالحدیث الذی صح عن رسول اللهﷺ فی ذلك (النھر المادعن البحر) قد اجتمعت الامة علی نزوله ولم یخالفه احد من اھل

الشریعة سوی الفلاسفة الملاحدة ممن لایعتد بخلافه ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند النزول وانکانت النبوة قائمة به (عقیدة السفارینی) انه لا خلاف فی انه ینزل فی آخر الزمان (فتوحات ج۲ ص۳ باب الثالث والسبعون، وقد ذکرا الاجماع علیه النووی ج۲ ص۴۰۳ السیوطی فی الاعلام، بحر المحیط، الوجیز، الحافظ فی التلخیص)''

''قال ابن قیم، شعراً وکذاك رفع روح عیسی المرتضی حقاعلیه جاء فی القرآن، فی اقسام القران له وهذه المسیح ابن مریم حی لم یمت وغذاه من جنس غذالملائکة ۰ عن الحسن واللّٰه انه لحیی الان عنداللّٰه روی ذالك موقوفا و مرفوعا عن ابن عباس ان اللّٰه رفعه بجسده وانه حیی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون ملکا ثم یموت کما یموت الناس''

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص۲۷)

حیات مسیح علیہ السلام پر مرزا قادیانی کا اقرار

۱...... ''هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ...... یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ص۵۹۳)

۲...... ''عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جهنم للکفرین حصیرا ...... یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے ...... وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست ونابود کر دے گا۔''

(حاشیہ در حاشیہ براہین ص۵۰۵، خزائن ج۱ص۶۰۱)

۳...... ''انی متوفیك ...... میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔''

(براہین احمدیہ ص۵۲۰، خزائن ج۱ص۶۲۰)

مطالبہ: اگر بقول مرزا قادیانی، فاعل اللہ اور مفعول ذی روح کی صورت میں توفی کے معنی موت ہی کے ہوتے ہیں تو الہامی کتاب میں لغت کے خلاف ترجمہ کیوں کیا گیا ہے؟۔

۴...... ''بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو ہی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع مسیح بھی کہتے ہیں۔''

(توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ص۵۲)

س...... تحقیق سے پہلے مرزا قادیانی کا عقیدہ مسلمانوں کی طرح حیات مسیح کا تھا مگر بعد میں اس عقیدہ کو چھوڑ کر وفات کے قائل ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ آسمان پر معہ جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت معہ جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ص۲۳۰، خزائن ج۲۱ص۴۰٦)

۲...... ''میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جمارہا۔'' (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ص۱۱۳)

۳...... ''اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں۔'' (ایام الصلح ص۴۱، خزائن ج۱۴ص۲۷۱)

ج...... مرزا قادیانی نے حیات مسیح پر قرآن اور احادیث صحیحہ سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے حیات مسیح کے عقیدہ کو تہمت یا جھوٹ بتانا قرآن کریم اور حدیث نبوی کو جھوٹا کہنے کے برابر ہے۔

۲...... جب براہین احمدیہ بزعم مرزا الہامی کتاب ہے۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ: ''خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔'' اور: ''الرحمن علم القرآن کے ماتحت براہین کے مضامین تفہیمات الٰہیہ میں سے ہیں۔'' تو اس سے انکار کرنا دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اپنے الہام میں جھوٹا ہے؟ جس نے بغیر سوچے اور سمجھے ہوئے الہام کر دیا اور بارہ برس تک اس کی اصلاح نہ کی۔ بلکہ ۱۳سو سال تک تمام مسلمانوں کو اسی غلط عقیدہ میں پھنسا رکھا اور اس کی تصحیح کے لئے کسی کو مبعوث نہ کیا اور یا دعویٰ الہامیت کا کرنا جھوٹ اور نفس کا اختراع ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غلطی کا ظہور ناممکن ہے اور مرزا

قادیانی کی یہ عبارت بھی اسی کی مؤید ہے: ''میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں۔'' (ایام الصلح ص ۱۴۱، خزائن ج ۱۴ اص ۲۷۱)

۳..... توفی کے معنی ایک دفعہ پورا دینے کے کر کے اس سے انکار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی نے اس معنی کے تسلیم کرنے سے محض ہوائے نفسانی کی وجہ سے انکار کیا ہے۔ ورنہ توفی کے یہ معنی اس جگہ ضرور لگتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ ابتداء میں لغت سے ناواقف ہونے کے سبب سے یہ معنی لکھے گئے تھے تو جہالت اور ناواقفیت کے باوجود قرآن دانی کے دعوے کہاں تک صحیح ہیں اور نیز اس غلطی کو ذہول اور غفلت پر بھی محمول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بارہ برس تک ذہول ہی ہوتے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۴..... جب وفات کے عقیدہ کی اختراع کے بعد ۲۰ یا ۳۰ آیتیں مرزا قادیانی کے خیال میں وفات مسیح پر دلالت کرنے والی موجود ہیں تو پہلے ان پر کیوں نظر نہ پڑی اور وہی دو آیتیں کس لئے سامنے آئیں جن سے حیات مسیح پر براہین میں استدلال کیا ہے؟۔ کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں تھی کہ اس وقت مسلمانوں کو مانوس کرنا مقصود تھا؟۔ اس لئے عقیدہ صحیح ظاہر کیا اور جب ان کا حسن ظن حاصل کر لیا تو پھر ان پر اپنی شخصیت قائم کرنی شروع کر دی۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

حافظا رندی کن و مے خوردو خوش باش ولے
دام تزدیر مکن چوں دگراں قرآن راء

باب۲..... تحریفات مرزائیہ متعلقہ وفات

تحریف:۱..... ''وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم ۰ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم'' (مائدہ:۱۱۷)

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اقرار ہے کہ تثلیث پرستی کا عقیدہ توفی کے بعد ہوا ہے جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثانی مان لیا جائے تو پھر عدم علم کا عذر صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تثلیث پرستی کوئی راز نہیں ہے جس کا علم نہ ہو سکے۔ بلکہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔

۲..... توفی کے معنی موت کے ہیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ معنی کثرت

سے آئے ہیں اور خصوصاً جہاں اللہ فاعل ہو اور ذی روح مفعول ہو تو وہاں موت ہی کے معنی ہوا کرتے ہیں۔

۳۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ بخاری کی اس حدیث سے بھی توفی کے معنی اس جگہ موت ہی کے معلوم ہوتے ہیں: ''فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهداً مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (بخاری ج۲ ص۶۶۵ کتاب التفسیر)'' اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی توفی اور حضرت عیسیٰ کی توفی کو ایک جیسا بتایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی توفی بالاتفاق موت کے ساتھ ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کی بھی موت ہی کے ساتھ ہونی چاہئے۔

تحقیق آیت میں لفظ توفیتنی سے وفات مسیح پر استدلال کرنا دو باتوں پر موقوف ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ ''واذ قال الله یا عیسیٰ'' میں قال زمانہ ماضی پر دلالت کرتی ہے اور استقبال کا فائدہ نہ دے اور یہ سوال وجواب قیامت سے پہلے عالم برزخ میں تسلیم کئے جائیں۔

(۲)۔۔۔۔۔ توفیتنی کے معنی امتنی ماراتو نے کے ہوں۔ قبضتنی یا استوفیتنی کے نہ ہوں۔ چونکہ ایسا ہونا غلط ہے اس لئے توفیتنی سے وفات مسیح پر استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ پہلی یہ وجہ ہے کہ اذ ظرف زمانیہ اگرچہ زمانہ ماضی پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن کبھی زمانہ آئند کے لئے بھی آجایا کرتا ہے۔ جیسا کہ مغنی اللبیب اذ کی بحث میں لکھتا ہے:

''احدهما ان تجی للماضی کما تجئ اذ للمستقبل'' (مغنی) قرآن میں ہے: اذ تبرء الذین اتبعوا۔ ظاہر ہے کہ متبوعین کی بیزاری تابعین سے قیامت کے روز ہوگی۔

۲۔۔۔۔۔ ''فسوف یعلمون اذا لاغلال فی اعناقهم'' (مومن) ہذا سوف استقبال کا قرینہ ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے: اذ مادخلت علی الرسول فقل له! (مفصل، زمخشری)

۳۔۔۔۔۔ ''حقا علیك اذا اطمان المجلس'' فقل صیغہ امر کا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

۴۔۔۔۔۔ ''ثم جزاك الله مسغفرا ذحزی ۰ جنات عدن فی السموات العلیٰ'' جنات عدن زمانہ مستقبل کا قرینہ ہے۔ لہٰذا اذ قال میں بھی اذ استقبال کے لئے ہے اور

ماضی مضارع مستقبل کے معنی میں ہے۔ کیونکہ: ''اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم أنت قلت للناس ''عطف ہے۔''اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم اذ کرنعمتی علیك ''پر اوروہ''یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ''کا بدل ہے۔اور رسولوں کو جمع کر کے امت کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال یقیناً قیامت کے روز ہے۔اس لئے یہ واقعہ بھی قیامت ہی کے دن ہوگا۔

''هـذا معطوف علی قوله اذ قال اللّٰه یا عیسیٰ ابن مریم اذ کرنعمتی علیك وعلی هذا لقول فهذا الکلام انما یذکره یعیسیٰ یوم القیامة''

(تفسیر کبیر ج۳ ص۴۷۲)

''اذ قال اللّٰه یا عیسیٰ ابن مریم اذ کر نعمتی''

(بدل من یوم یجمع ،بیضاوی ص۲۱۰)

دوسرے اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد هـذا یـوم یـنـفـع الـصـادقین صـدقهم مذکور ہے اور اس سے یقیناً قیامت کا دن مراد ہے۔''هـذا یـوم یـنـفـع الصادقین صـدقهم والمراد به یوم القیامة (تفسیر کبیر ج۳ ص۴۷۲)''امام بخاری بھی یہی معنی لکھتے ہیں۔اذ قـال اللّٰہ بمعنی یقول جمہور مفسرین اور شارحین حدیث نے بھی یہی معنی کئے ہیں۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے اس واقعہ کا قیامت کے دن ہونا صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔

''قـال رسـول اللّٰه ﷺ اذا کـان یوم القیامة دعی الانبیاء وامهم ثم یدعی یا عیسیٰ ابن مریم فیذکره اللّٰه نعمته علیه فیقر بما فیقول یعیسیٰ بن مـریـم اذکـر نـعـمـتـی عـلیك وعـلـی والـدتك الایه ثم یقول أأنت قلت للناس اتخذونی وامّی الهین من دون اللّٰه فینکران یکون قال ذالك ۰ ابن کثیر''

اور خود مرزا نے بھی (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۹،خزائن ج۲۱ ص۱۵۹) میں اس بات کا اقرار کیا ہے۔اذ ماضی پر کبھی مستقبل کے لئے آتا ہے اور مثال میں یہی آیت پیش کی ہے اور (حقیقت الوحی کے ص۳۱ ج۲۲ ص۳۳) پر لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا اور ایسا ہی (نصرۃ الحق کے ص۴۰ خزائن ج۲۱ ص۵۱) پر تحریر کیا ہے کہ:''خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہے گا کہ تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرا۔''اور اس جگہ توفی سے موت کے معنی اس لئے مراد لئے کہ وہ دیگر مواضع میں موت ہی کے معنی لئے گئے ہیں غلط ہیں۔قبض

واستیفاء کے معنی بھی قرآن وحدیث اور محاورات عرب میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور نہ فاعل اللہ اور مفعول ذی روح کی خصوصیت کی وجہ سے کوئی ایسا قاعدہ لغت یا نحو کی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یہ محض مرزا قادیانی کا خانہ ساز اور من گھڑت ضابطہ ہے جس کی لغت عرب میں کوئی اصلیت نہیں ہے۔ ہم لفظ توفی کی تحقیق انی متوفیك کی بحث میں کر چکے ہیں۔ یہاں اس قاعدہ کی تردید میں صرف دومثالیں دوبارہ ذکر کر دینی کافی ہیں:

(۱)...... ''ھو الذی یتوفاکم بالیل ''ای ینیمکم ہیں۔

(۲)...... ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا''

(الزمر: ۴۲)

اور جس حدیث سے توفی معنی موت کے اخذ کئے گئے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ اقول کما قال العبد الصالح میں رسول اللہ ﷺ نے شرک سے اپنی بیزاری کو حضرت عیسیٰ کی شرک سے بیزاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت سے مماثلت اور مساوات ہونا شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''کما بدانا اوّل خلق نعیدہ (انبیا: ۱۰۴)'' یعنی جس طرح ہم نے اول پیدائش کی ابتداء کی تھی۔ اسی طرح ہم اس کو دوبارہ لوٹائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہاں لفظ کما سے ابتداء اور اعادہ کے باہمی مماثلت بیان کرنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ دونوں قدرت کے نیچے داخل ہیں۔ ورنہ پیدائش کی کیفیت میں ایک کی دوسرے کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ پہلی پیدائش زوجین کے نطفہ سے تھی۔ دوسری مرتبہ پیدا کرنا اس طرح نہیں ہے۔

دوسرے اسی آیت میں تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسك مذکور ہے جس میں نفس دومرتبہ آیا ہے۔ مگر خدا پر نفس کا اطلاق بمعنی ذات ہے اور عیسیٰ پر بلحاظ نفس انسانی بولا گیا ہے۔ اس لئے جائز ہے کہ اس حدیث میں لفظ توفی رسول اللہ ﷺ پر بمعنی موت اطلاق کیا جائے اور عیسیٰ علیہ السلام پر قبض اور استیفاء کے معنی سے مستعمل ہو۔ نیز ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' میں توفی کا استعمال الگ الگ معنی کے لئے ہے۔ پہلی صورت میں قبض روح یعنی موت مراد ہے۔ دوسرے میں نیند کا ارادہ کیا گیا ہے۔ دونوں جگہ ایک ہی طرح کی توفی مراد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر حدیث میں بھی توفی کے دو معنی علیحدہ علیحدہ کئے جائیں تو کیا حرج ہے؟۔

پھر توفی کے معنی رسول اللہ ﷺ میں موت کے اور عیسیٰ علیہ السلام میں رفع جسمانی اور

استیفاء کے ان آیات قرآنیہ اور احادیث کی وجہ سے متعین کئے گئے ہیں۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ مرفوع ہونا اور آنحضرت ﷺ کی وفات ثابت ہے۔ لہٰذا اگر توفی کے معنی اس جگہ موت ہی کے مان لئے جائیں تو چونکہ یہ قصہ قیامت کے روز ہوگا اس لئے آیت کے یہ معنی ہوں گے۔ جب تک میں ان میں رہا ان کا نگراں حال رہا اور جب تو نے مجھے موت دیدی تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

اس موت سے نزول کے بعد کی موت مراد ہے اور لفظ مادمت فیهم قبل ارزفع اور بعد نزول دونوں زمانوں کو شامل ہے اور توفیتنی سے قبل رفع موت مراد لینے کا کوئی قرینہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ اس لئے اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اسی لئے تمام مفسرین نے توفیتنی کے معنی قبضتنی یا رفعتنی کئے ہیں۔ چنانچہ ابو السعود، بیضاوی' سراج منیر، جامع البیان نے فلما توفیتنی کی تفسیر بالرفع الی السماء کے ساتھ کی ہے اور ایسا ہی خازن، تفسیر کبیر، معالم، مدارک وغیرہ نے لکھا ہے اور اگر کسی تفسیر میں موت کے معنی لکھے ہیں۔ تو اس سے نازل ہونے کے بعد کی موت مراد ہے اور یا موت قبل از رفع کے معنی لے کر وہ ان کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد رفع آسمانی کا بھی قائل ہے۔

چنانچہ تفسیر فتح البیان میں توفیتنی کے تحت میں لکھا ہے: ''قیل هذا یدل علی ان اللہ سجانه توفاه قبل ان یرفعه'' لیکن اسی تفسیر کی دوسری جلد میں یہ بھی لکھا ہوا ہے: ''ولما اتی عیسی بهذا الایات البینات قصد الیهود بقتله فخلصه اللہ منهم ورفعه الی السماء (فتح البیان ج ۲)'' چونکہ موت قبل از رفع کا قول ضعیف اور مرجوح تھا۔ اس لئے اس کو قیل سے بیان کیا اور پھر قبل ان یرفع کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس قول کے مطابق ان کو مار کر دنیا ہی میں نہیں چھوڑا بلکہ زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔ جب تک صاحب فتح البیان کی طرف سے عدم رجوع موتی ثابت نہ کیا جائے گا۔ اس کی کسی تحریر سے وفات مسیح کو مطلقاً پیش کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ بلکہ نقل مذہب میں خیانت سمجھی جائے گی۔

مطالبہ: علمائے اسلام میں سے کسی ایک عالم کا ایسا قول پیش کرو جس نے اذ قال کو ماضی کے معنوں میں رکھتے ہوئے توفیتنی سے موت کے معنی مراد لئے ہوں اور موت وارد کرنے کے بعد ان کے دوبارہ زندہ ہونے اور رفع آسمانی کا قائل نہ ہو۔

جب تک یہ تینوں باتیں ثابت نہ کی جائیں گی وفات مسیح پر اس آیت سے استدلال

کرنا یا کسی مفسر کے قول کو تائیداً ناتمام نقل کرنا فائدہ مند نہیں ہوسکتا اور اگر ''کنت علیھم شھیداً مادمت فیھم '' سے نفی علم بعد الرفع پر استدلال کیا گیا ہے اور اس سے بطور لزوم موت ثابت کی گئی ہے تو یہ بھی دو وجہ سے غلط ہے۔

۱...... کنت علیھم شھداً کے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں کہ میں جب تک ان میں رہا ان کی نگہبانی اور نگرانی کرتا رہا اور گمراہی سے بچاتے ہوئے ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا رہا۔ چنانچہ نازل ہونے کے بعد اہل کتاب میں سے جو لوگ توریت اور انجیل کی صحیح تعلیم پر قائم نہ رہیں گے۔ ان کے خلاف تلوار اٹھائیں گے اور تثلیث پرستی کو دور کرتے ہوئے دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں گے۔

رفع آسمانی کے بعد سے نزول کے زمانہ تک اگر نفی ہوتی ہے تو اس قسم کی نگرانی اور مراقبہ کی ہوتی ہے۔ امت کے احوال سے واقف ہونے کی کوئی نفی نہیں ہوتی۔ نیز اپنی امت کے حالات سے واقف ہونے کے لئے نبی کا ان کے درمیان زندہ موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ شہادت دینے کے لئے اس کی کوئی شرط قرآن میں ہے:

''فکیف اذاجئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھولاء شھیداً''

(النساء: ٤١)

امت محمدیہ پہلے نبیوں کی تبلیغ پر قیامت کے روز گواہی دے گی۔ (دیکھو مشکوٰۃ) مگر اس امت کا زمانہ پہلے نبیوں کے زمانہ سے بہت پیچھے ہے اور دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی عدم نگرانی ہی کا عذر کرنا چاہئے اور عدم علم کا عذر کرنا بالکل بے سود اور غیر مفید ہے۔ کیونکہ نبی امت کی نگرانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا فرض منصبی ہے صرف امت کی گمراہی کا تماشہ دیکھنا ان کا کام نہیں ہے۔ اس لئے قول بالشرک کی نفی کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ نے اپنی مفوضہ خدمات کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے کوتاہی کی نفی کرنی مناسب سمجھی اور کنت علیھم شھیداً سے اپنی برأت کو اچھی طرح واضح کرتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا کہ تثلیث کا عقیدہ بنی اسرائیل میں نہ میری تعلیم سے پیدا ہوا اور نہ میرے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی سے آیا۔ بلکہ ان کا نفسانی اختراع ہے۔ ورنہ میں نے قبل از رفع اور بعد نزول دونوں زمانوں میں ان کی پوری پوری نگرانی کی ہے۔

۲...... اگر ہم مان لیں کہ مادمت فیھم رفع سے پہلے زمانہ کے ساتھ خاص ہے تو اس آیت سے گواہی یا نگرانی کی نفی رفع کے بعد والے زمانہ کی ہوتی ہے۔ قبل از رفع کی نہیں

ہوتی۔لیکن سورہ نساء کی آیت ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً میں قیامت کے دن گواہی دینے کا اثبات ہے اور یہ اثبات ان لوگوں کے متعلق ہے جو اہل کتاب میں سے ان پر قیامت کے قریب ایمان لائیں گے۔اس لئے دونوں آیتوں کا یہ مفاد ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل از رفع اور بعد نزول دونوں زمانوں کی گواہی دیں گے اور درمیانی زمانہ جو رفع سے نزول تک کا ہے۔اس کے متعلق کسی قسم کی شہادت یا گواہی نہ دیں گے۔

تحریف:۲......''انی متوفیك ورافعك الی (آل عمران:۵۵)'' اللہ نے متوفیك کو جو موت پر دلالت کرتا ہے پہلے رکھا ہے اور باقی تین چیزوں کو بعد میں۔کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ترتیب قرآنی کو بدل کر اس کو سب سے آخر میں رکھیں اور پھر وہ بھی صحیح نہ ہو سکے۔

تحقیق......اس آیت کے متعلق حیات مسیح کی بحث میں پوری تحقیق کر دی گئی ہے۔ مرزائی جماعت کے ہر ایک شبہ کا مدلل جواب بھی عرض کر دیا گیا ہے۔وہاں دیکھ لینا چاہئے۔

تحریف۳......''ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلان الطعام (مائدہ:۷۵)'' فرمایا کہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔یعنی اب نہیں کھاتے۔دوسری جگہ فرمایا کہ ''وما جعلناهم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین (انبیاء:۸)'' یعنی ہم نے انبیاء کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھایا کرے اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں۔معلوم ہوا کہ کوئی جسم بغیر کھائے زندہ نہیں رہ سکتا اور پہلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھاتے۔اس لئے وہ زندہ بھی نہیں ہیں۔

تحقیق......اگرچہ کانا یاکلان ماضی استمراری ہے اور فعل ماضی زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتا ہے۔لیکن جس طرح وہ زمانہ حال یا استقبال میں کسی چیز کو ثابت نہیں کرتا۔اسی طرح ان دونوں زمانوں میں کسی شے کی نفی بھی نہیں کرتا۔

(۱)...... وکان الله عزیزاً حکیماً میں فعل ماضی آیا ہوا ہے۔مگر اس سے بطور مفہوم مخالف یہ سمجھنا کہ خداتعالیٰ زمانہ حال اور استقبال میں غالب اور حکمت والا نہیں ہے۔بالکل غلط ہے۔

(۲)...... فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً میں لفظ کان فعل مضارع پر کان یا کلان کی طرح داخل ہے۔مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ جو زمانہ گزشتہ میں لقاء رب کی امید رکھتے تھے وہ عمل صالح کریں۔زمانہ موجودہ یا آئندہ میں نہ کریں۔پھر اگر کانا یا کلان الطعام کے یہی معنی ہیں کہ وہ زمانہ گزشتہ میں کھاتے تھے۔اب یا آئندہ زمانہ

میں نہ کھائیں گے تو چاہئے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی کچھ نہ کھائیں اور ایسا ہونا بداہتہً باطل ہے۔

دراصل اس آیت کے ذکر کرنے سے الوہیت عیسیٰ کی تردید مقصود ہے۔ کیونکہ جس میں کسی قسم کی احتیاج پائی جاتی ہو وہ کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔ اس کو زمانہ حال یا استقبال میں کھانے کی نفی یا اثبات سے کوئی تعلق نہیں ہے: ''واعلم ان المقصود من ذلك الاستدلال على فساد قول النصارى'' (کبیر ج۳)

''(والثانی) انهما كانا محتاجين لانهما كانا محتاجين الى الطعام اشد الحاجة ولااله هوالذى يكون غنيا عن جميع الاشياء فكيف يعقل ان يكون الهاً'' (تفسیر کبیر ج۳ ص۴۳۶)

دوسری آیت کے متعلق تفصیلی جوابات پہلے گزر چکے ہیں۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ رسول خدا ﷺ بغیر کھائے پے در پے روزے رکھتے تھے۔ جب صحابہؓ نے آپ ﷺ کی نقل اتارنی چاہی تو یہ فرمایا ایكم يقدر مثلى ابيت عند ربى فهو يطعمنى ويسقينى اس لئے کلیت حکم کی باطل ہے۔

دراصل یہ آیت کافروں کے اس خیال کی تردید کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے کہ رسول کھانے پینے والا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت مالهذا يأكلون الطعام ويمشون فى الاسواق سے ظاہر ہے ہر وقت کھاتے رہے یا کچھ زمانے کے بعد کھانے سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے جائز ہے کہ عشق الٰہی کی غذا ملنے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کچھ عرصہ کے لئے ظاہری غذا کے محتاج نہ رہے ہوں۔

۲...... ممکن ہے کہ جنت کے میوے ان کے لئے لائے جاتے ہوں جس کے کھانے سے فضلہ بھی تیار نہیں ہوتا۔

۳...... ان کے عادات وخصلات آسمان پر فرشتوں کی مانند ہوگئے ہیں۔ تسبیح اور تحمید ہی ان کی غذا ہے۔ فرشتوں کی طرح وہ ظاہری غذا کے محتاج نہیں رہے۔

''وايضا فعيسى لما رفع الى السماء صار حاله كحال الملائكة فى زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذميمة'' (تفسیر کبیر ج۲ ص۴۵۸)

تحریف:۴...... ''ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل'' (آل عمران:۱۴۴)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ سے پہلے رسولوں کی نسبت گزر جانے کی خبر دی ہے اور اس کے دو ہی طریقے بتائے ہیں۔ موت اور قتل۔ اگر تیسری صورت گزرنے کی ہوتی تو اس کا بھی آیت میں ذکر ہوتا۔

۲...... نیز قد خلت کے معنی ماتت کے ہیں۔ چنانچہ بعض مفسرین نے اسی تفسیر میں یہی معنی لکھے ہیں: ''قد خلت مضت وماتت من قبله الرسل فیموت'' (تفسیر مظهری ج ۱ ص ٤٨٥) ''قد خلت من قلبه الرسل بالموت او القتل فیخلوا محمد ﷺ'' (تفسیر جامع البیان ص ٦١)

۲...... اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معنی ہیں: ''خلا فلان اذا مات (لسان العرب) خلا الرجل اے مات (اقرب الموارد) خلا فلان اے مات (تاج العروس) اذا سید منا خلا قام سید ۰ فعول بما قال الکرام فعول (حماسه)''

۳...... بخاری کی روایت سے جو اس نے باب کتاب النبی ﷺ الی کسریٰ وقیصر میں لکھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے اسی آیت کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اجماع کیا ہے۔

تحقیق...... لفظ خلا موت کے لئے خاص نہیں ہے۔ اصلی معنی گزرنے یا چلے جانے کے ہیں۔ کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بذریعہ موت کے ہوتا ہے اور کبھی فرض منصبی سے فراغت کے بعد علیحدگی یا کسی اور وجہ سے بلاموت چلے جانے پر لفظ خلا کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثلاً: ''خلا المکان والشئی یخلوا خلواً وخلاء واخلی لم یکن فیه احد ولا شئی فیه وهو خال'' (لسان العرب وهکذا فی القاموس والصراح)

قرآن مجید میں ہے: (۱)...... ''اذا خلوا الی شیطینهم (البقره: ١٤)'' (۲)...... ''اذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ (آل عمران: ١١٩)'' ان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانے کے معنی ہیں: (۳)...... ''بما اسلفتم فی الایام الخالیة (الحاقه: ٢٤)'' (۴)...... ''سنة الله التی قد خلت من قبل (الفتح: ٢٣)'' (۵)...... ''قد خلت من قبلکم سنن (آل عمران: ١٣٧)'' ان امثلہ میں وقت اور زمانے کے گزرنے پر لفظ خلا بولا گیا ہے۔

اذا سید منا خلا قام سید! میں خلا کے معنی مرنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب کوئی سردار اپنی سرداری یا صدارت کا زمانہ پورا کر لیتا ہے اور فرائض منصبی سے اس کو

فراغت ہوتی ہے تو فوراً ہماری قوم میں کوئی نہ کوئی اس منصب کا اہل اور اس کی جگہ پوری کرنے والا ہروقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ سرداری سے علیحدگی کی وجہ صرف موت ہی نہیں ہوتی۔ لائق یہ ہے کہ اس کی کثرت کے وقت مقررہ اوقات پر ڈیوٹیاں بدلتی رہا کرتی ہیں۔ وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے جہاں بہترین افراد کی کمی ہوا کرتی ہے۔

جب تک آیت میں خلت کے معنی ماتت متعین نہ ہوں گے اور الرسل والف لام استغراقی فرض نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک عموم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنا کس طرح جائز نہیں ہوسکتا۔

لیکن آیت میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر آیت میں قد خلت سے خلت مراد ہوتا تو پھر خلو کی انواع میں سے افائن مات او قتل کہہ کر موت اور قتل کو بھی ذکر نہ کیا جاتا۔ ورنہ قتل کو جو موت طبعی سے ایک علیحدہ اور مبائن صورت ہے۔ موت میں داخل کرنے کی وجہ سے قسیم الشی قسم منه یاتقسیم الشئي الی نفسه والی غیره لازم آئے گی۔ جو قطعاً نا جائز ہے۔ اور نیز یہ کہنا کہ خلو کی صرف دو ہی قسمیں ہیں۔ موت یا قتل بالکل غلط ہے۔

یہ دونوں چیزیں بطور تمثیل مذکور ہوئی ہیں۔ خلو کا ان میں انحصار نہیں ہے اور نہ آیت میں انحصار کا کوئی قرینہ موجود ہے۔

جب گزرنے اور چلے جانے کی موت اور قتل کے علاوہ حرق، غرق، تردی یعنی بلندی سے گر پڑنا، فرائض منصبی سے فارغ ہونا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا وغیرہ صورتیں دنیا میں پائی جاتی ہیں تو ان کی موجودگی میں پہلی دو قسموں میں خلو کو منحصر کرنا کذب بیانی ہے جس سے خدا کا کلام پاک اور منزہ ہے: ''وما تکون فی شان وماتتلوا منه من قرآن ولا تعلمون من عمل الا کنا علیکم شهوداً (یونس: ۶۱)'' ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات صرف انہی دو صورتوں میں منحصر نہیں ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سوائے ان دو حالتوں کے کسی تیسری حالت سے واقف نہیں ہے۔ نیز: ''الذین هاجروا فی سبیل الله ثم قتلوا وما توا لیرزقنهم الله رزقاً حسناً (الحج: ۵۸)'' اس میں رزق حسن دینے کا وعدہ مہاجرین فی سبیل اللہ کے لئے مرنے اور قتل ہونے کی صورت میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں زندہ رہیں تو پھر کوئی اجر نہیں ہے۔

اور نہ الف لام استغراقی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ الف لام جمع پر داخل ہوکر اس کی جمعیت کو باطل کردیتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ مثالوں سے ظاہر ہے:

(۱)۔ ''اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک (آل عمران: ۴۵)''

(۲)۔ ''اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفٰک (آل عمران: ۴۲)''

مریم کو بشارت دینے والے صرف جبرائیل علیہ السلام تھے۔

(۳)۔ ''ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل''

اس میں بالرسل معرف باللام ہے۔لیکن یہاں لام استغراقی نہیں ہے۔کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام بھی رسول تھے۔مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نہیں آئے۔

دوسرے اگر لام استغراقی ہوگا۔تو یہ معنی ہوں گے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے گزر گئے ہیں۔اس میں جمع بین المتنافیین ہے اور آخر کلام اول کے متناقض ہے۔کیونکہ ما محمد الا رسول سے آپ ﷺ کی رسالت ثابت کی اور آپ ﷺ سے پہلے تمام رسولوں کا گزر جانا بتا کر آپ ﷺ کی رسالت کی نفی کر دی۔خدا کے کلام میں ایسا تہافت اور مناقضہ نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں بھی اسی قسم کے لفظ آئے ہیں:

''ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل'' اب اگر اس جگہ بھی الرسل سے تمام رسولوں کا گزرنا مراد ہے تو رسول خدا ﷺ کی رسالت باقی نہیں رہتی اور حضرت عیسیٰ بھی رسولوں کی فہرست سے نکل جاتے ہیں۔

پھر جب حضرت عیسیٰ کے متعلق قد خلت من قبلہ الرسل کہنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی نفی نہیں ہوتی۔تو ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کہنے سے حضرت عیسیٰ کے وجود کی کیوں نفی ہوتی ہے۔

۴۔ ''کذالک ارسلناک فی امۃ قدخلت من قبلہا امم (رعد: ۳۰)''

اس آیت میں قد خلت اور من قبلہا دونوں لفظ موجود ہیں۔مگر اس امت کے ظاہر ہونے کے بعد پہلی امتوں میں سے کوئی امت بھی کلیۃً معدوم اور ہلاک نہیں ہوئی۔جب اس آیت میں خلت کے معنی مانت نہیں ہیں تو آیت زیر بحث میں کیوں موت ہی کے معنی ہیں؟ اور نیز جس طرح اس آیت میں قد خلت اس بات کے منافی نہیں ہے کہ پہلی امتیں اس امت کے زمانہ میں زندہ رہیں۔اس طرح ان میں بھی کوئی منافات یا استحالہ نہیں ہے کہ رسول کے زمانہ

نبوت میں کوئی نبی اس کا تابع بن کر تشریف لائے۔ اور حدیث لوکان موسیٰ حیاً لما یسعه الا اتباعی کا بھی یہی منشاء ہے۔

س...... اگر من قبله صفت الرسل کی مقدم ہو جیسا کہ الی صراط العزیز الحمید الله میں العزیز الحمید الله کی صفت مقدم واقع ہوئی ہے اور آیت کے یہ معنی ہوں کہ جتنے پہلے رسول تھے وہ سب گزر گئے تو کیا حرج ہے؟۔

ج...... صفت کا اپنے موصوف پر مقدم کرنا اس جگہ جائز ہے جہاں موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں اور مقدم کرنے کی صورت میں موصوف اپنی صفت کا بدل یا عطف بیان بن سکے۔ چنانچہ جمل نے اس آیت کے تحت میں لکھا ہے'' وهذا علی القاعدة ان نعت المعرفة اذا تقدم علی المنعوت یُعرب بحسب العوامل و یعرب المنعوت بدلا او عطف بیان والاصل الی صراط الله العزیز الحمید الذی ''

(جمل حاشیه جلالین)

یہاں اگر من قبله الرسل کی اصلی تقدیر نکال کر الرسل من قبله کہیں۔ تو من قبله کبھی الرسل کی صفت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ من قبله ظرف لغو ہے۔ جو فعل کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے جملہ کے حکم میں ہے اور جملہ کبھی معرفہ کی صفت نہیں بنتا۔

پھر مقدم ہونے کی صورت میں الرسل نہ اس کا مغائرت کی وجہ سے بدل ہو سکتا ہے اور نہ عطف بیان۔ اس لئے اس کی ترکیب یہی ہو سکتی ہے کہ من قبلہ جار مجرور کو قد خلت فعل کے متعلق کیا جائے۔ لہٰذا آیت کے وہ معنی جو مرزا قادیانی نے کئے ہیں۔ غلط ہونے کے علاوہ قرآن مجید میں کھلی ہوئی تحریف ہے۔

اور اس آیت سے وفات مسیح پر اجماع صحابہ کا دعوے کرنا اور بھی جسارت ہے۔ دراصل جب غزوہ احد میں آنحضرت ﷺ کے قتل ہونے کی خبر اڑ گئی تو بعض ضعیف الایمان مسلمانوں کو اسلام کی صداقت میں تردد اور شک اس وجہ سے لاحق ہو گیا کہ اگر محمد ﷺ اللہ کے رسول ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل کر کے بتا دیا کہ موت یا قتل نبوت کے منافی نہیں ہے۔

فرط غم کی وجہ سے یہی غلطی حضرت عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات پر لگی ہے اور وہ موت کو نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے یہ کہتے پھرتے تھے کہ جو شخص محمد ﷺ کے مرنے کا قائل ہوگا میں اس کا سرتن سے جدا کر دوں گا۔ وہ مرے نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ کی طرح مرفوع ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کو پڑھ کر یہ ظاہر کر دیا کہ موت اور نبوت میں کوئی منافات نہیں ہے اور وہ واقعی وفات پا گئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ مرفوع نہیں ہوئے۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عیسیٰ کے زندہ مرفوع ہونے کی تردید نہیں کی۔ صرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات ظاہر کرتے ہوئے موت اور نبوت کی عدم منافات کو ثابت کیا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے انك میت وانهم میتون اورافان مات او قتل سے استدلال کیا ہے۔ قد خلت من قبله الرسل سے حجت نہیں پکڑی۔ ورنہ اسی پر بس کرتے اور افان مات او قتل یا انك میت وانهم میتون وغیرہ کہتے۔

اور صحابہؓ کے عقیدہ کے دوسرے جز حیات مسیح کے غلط ہونے کی صورت میں اشارۃً یا کنایۃً ضرور تردید فرماتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حیات مسیح کی تردید میں ایک لفظ بھی ارشاد نہ فرمایا۔ جو کچھ کہا وہ حضور علیہ السلام کی وفات پر کہا۔

اس لئے اس کو حیات مسیح کے متعلق اجماع کہہ سکتے ہیں۔ وفات کے لئے نہیں کہہ سکتے۔ امام محمد بن عبدالکریم الشہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے:

''وقال عمر بن الخطابؓ من قال ان محمداً قدمات قتلته بسیفی هذا وانما رفع کما رفع عیسی بن مریم وقال ابو بکر بن قحافةؓ ومن کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات۰''

مزید تحقیق اجماع کی بحث میں گزر چکی اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ خلت بمعنی ماتت ہے اور الرسل پر الف لام استغراقی آیا ہے پھر بھی وفات مسیح پر استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ جب قرآن کی دوسری آیتوں اور حدیث کے تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں تو وہ اس سے مستثنیٰ سمجھے جائیں گے جس طرح:

۱...... ''انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج (الدهر:۲)'' میں انسان کی پیدائش نطفہ سے بتائی ہے اور آدم علیہ السلام بھی منجملہ انسانوں کے ایک انسان ہیں۔ مگر دوسری آیات کی وجہ سے آدم، حوا اور عیسیٰ علیہم السلام کو اس ضابطہ سے مستثنیٰ کرنا ضروری اور لابدی امر ہے۔ تاکہ قرآن عزیز یا حدیث نبوی ﷺ کی تکذیب لازم نہ آئے۔

۲...... ''ان الانسان لکفور (الحج:٦٦)'' ظاہر ہے کہ تمام انسان کافر اور ناشکرے نہیں ہیں بلکہ مشرکین ہی ایسے ہیں۔ مگر چونکہ حکم جنس انسان پر لگایا گیا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے۔

تحریف:۵ ..... ''والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (نحل: ۲۰، ۲۱)'' اس میں تمام معبودان باطل کو مردہ کہا ہے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی مردہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ان کو بھی خدا کا بیٹا یا خدا بنایا گیا ہے اور اموات جمع میت مخفف کی ہے۔ جس کے معنی مردہ کے ہیں۔ مرنے والے کے نہیں ہیں۔

تحقیق ..... اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے داخل نہ ہونے کے دو قرینہ موجود ہیں:

۱..... ''لایخلقون شیئا'' وہ کچھ نہیں بنا سکتے اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں ہے: ''اذ تخلق من الطین کھیئة الطیر'' اگرچہ حضرت عیسیٰ کی خلق خدا کے خلق کی طرح نہیں۔ لیکن اس پر خلق کا لفظ ضرور اطلاق کیا گیا ہے اور آیت میں مطلق خلق کی نفی آئی ہے۔ کسی خاص قسم کے خلق کی نفی نہیں کی گئی۔

۲..... ''وما یشعرون ایان یبعثون'' اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

ہر مسلمان کو قیامت کے دن اٹھنے کا پتہ ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ اس کا علم ہوگا۔ ان کی نسبت مایشعرون کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ اگر ہر معبود باطل کا اس کی پرستش کے وقت مردہ ہونا ضروری ہوتا تو فرعون اسی وقت مر جاتا۔ اور اس کو ''انا ربکم الاعلی'' کہنے کی مہلت نہ ملتی۔ جب فرعون زندہ کی عبادت ہوسکتی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نصاریٰ کی پرستش کی وجہ سے مرنا کیوں ضروری ہوا؟۔ اور ملائکہ بھی معبود بنائے گئے ہیں۔ ان کو بھی مرجانا چاہئے؟۔ ''ویوم یحشرھم جمیعاً ثم یقول للملائکة ھولاء ایاکم کانوا یعبدون'' (سباء:۴۰)

پھر اموات جمع میت کی ہے۔ اصل وزن اس کا فیعل ہے لیکن کبھی تخفیفاً ایک یا کو حذف کر کے میت بالتخفیف پڑھتے ہیں۔ بلحاظ معنی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بہرصورت صفت مشبہ ہے۔ فی الحال مردہ ہونا اس کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔ جیسا کہ انك میت وانھم میتون سے ظاہر ہے۔ اس لئے اموات غیر احیاء کے یہ معنی ہیں کہ معبودان باطل ایک وقت مرنے والے ہیں۔

اصل میں یہ آیت بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کی الوہیت کی نفی کرتے

ہوئے ان کو بے حس وحرکت کہا ہے۔ اسی لئے غیر احیاء وہ کبھی زندہ ہی نہیں ہوئے کی قید کا اضافہ کیا ہے۔

الذین اسم موصول غیر ذوی العقول کے لئے کبھی آ جایا کرتا ہے۔قرآن میں ہے:

''والذین یدعون من دونہ لایستجیبون لھم الشئی الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وماھو ببالغہ'' (رعد:۱۴)

پکارنے والوں کی آواز کا جوب نہ دے سکنا بتوں ہی کا خاصہ ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات صادق نہیں آ سکتی۔

تحریف:۶...... ''فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون (اعراف:۲۵)'' یہ قانون الٰہی ہر فرد بشر کے لئے عام ہے۔پھر عیسیٰ علیہ السلام اس سے کیونکر مستثنیٰ ہو سکتے ہیں اور ایسا ہی ان آیتوں سے ثابت ہے:

۱...... ''الم نجعل الارض کفاتاً احیاء وامواتاً (مرسلات:۲۶)''

۲...... ''ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین (بقرۃ:۳۶)''

تحقیق...... پوری آیت اس طرح ہے:

''قال اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقرومتاع الی حین ۰ قال فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون (اعراف:۲۴،۲۵)''

اس میں آدم وحواء کو آسمان سے نازل ہونے کے وقت مخاطب بنایا گیا ہے اور یہ آیت انہی کے قصہ کو ظاہر کر رہی ہے۔ جب آدم وحوا کی عمر کا کچھ حصہ باوجود اس آیت کے مخاطب ہونے کے آسمان پر گزر سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ مدت آسمان پر رہنا کس لئے ناجائز ہے؟۔ (ورنہ جنت' دوزخ اور آدم کے ہبوط آسمانی سے انکار کر کے لوگوں پر اپنی مسلمانی ظاہر کردو۔)

۲...... تمام انسان مرنے کے بعد زمین میں ہی دفن نہیں ہوتے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو چیل اور کوؤں کی خوراک بنتے ہیں۔ دریا میں ڈوب کر مچھلیوں کے پیٹ میں جاتے ہیں۔ کچھ درندوں کا لقمہ بنتے ہیں۔ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہنا پڑے گا کہ یہ حکم جنس پر کیا گیا ہے اور جنس کے لئے تمام افراد کا احاطہ ضروری نہیں ہوتا۔مثلاً:(۱)...... ''انا خلقنکم من نطفۃ'' (۲)...... ''خلقکم من تراب'' اسی قسم کی آیتوں میں جنس ہی پر حکم ہو رہا ہے۔

۳...... اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زمین کا رہنے والا کبھی زمین سے جدا

نہیں ہوسکتا۔ ورنہ ہوائی جہازوں میں اڑنے والے کرہ ہوائی تک کبھی نہ جاسکتے۔ یا آیت کا مفہوم غلط ہو جاتا۔ بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ زمین انسانوں کے رہنے اور مرنے کی جگہ بنائی ہے۔ جس طرح ایک مسافر گھر سے نکل کر مہینوں مسافرت میں رہنے کے باوجود ایک دن اپنے اصلی وطن کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی طرح زمین کے رہنے والے اگرچہ کچھ مدت زمین سے باہر گزار دیں۔ مگر پھر ان کو ایک دن زمین ہی کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک روز ضرور آسمان سے نزول فرمائیں گے اور زمین پر ہی مریں گے اور یہیں دفن کئے جائیں گے اور یہی مطلب باقی دو آیتوں کا ہے۔

تحریف:۷ ... ''واو صانی بالصلوة والزكوة مادمت حيا (مریم:۳۱)''

حضرت عیسیٰ کو زکوٰۃ دینا ان کی تمام زندگی بھر فرض قرار دیا ہے۔ اگر وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں تو زکوٰۃ دینے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا اور وہاں کس کو دیتے ہیں اور پھر وہاں اگر نماز اسرائیلی پڑھتے ہیں تو نسخ شریعت لازم آتا ہے اور اگر نماز محمدی ہے تو وہ ان کو کس نے سکھائی؟۔

تحقیق ... جس وقت حضرت عیسیٰ نے یہ جملہ بچپن کے زمانہ میں بحالت شیر خوارگی کہا تھا۔ اسی وقت ان پر نماز یا زکوٰۃ فرض نہیں ہوگئی تھی۔ بلکہ صلوٰۃ کی فرضیت بلوغ تک اور زکوٰۃ کا وجوب بقدر نصاب ملکیت کے ثابت ہونے تک موقوف رہا تھا جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ صلوٰۃ یا زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے اہلیت کی شرط ہے۔ چونکہ آسمان کے رہنے والے کسی شریعت کے مکلف نہیں ہیں اور اسی وجہ سے وہاں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا۔

اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک آسمان پر رہیں گے۔ کسی شریعت کا کوئی حکم ان کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کی مادمت حيا سے یہ مراد ہرگز نہ تھی کہ زندگی کے ہر حصہ میں نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میرے ذمہ واجب ہے۔ ورنہ بچپنے میں بھی ان کو نماز ادا کرنی چاہئے تھی اور بغیر کسی چیز کے مالک ہونے کے زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہوتی اور لا یکلف الله نفساً الا وسعها کے خلاف تکلیف مالا یطاق میں گرفتار ہو جاتے۔

۲... جس طرح توحید اور نبوت کا اقرار کرنے کے بعد روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کی فرضیت کا اقرار کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے اور یہ چاروں ارکان جملہ مسلمانوں پر اس معنی سے فرض ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی شرط کے وقت ادا کریں گے۔ دیکھو اقیموا الصلوة واتوا الزكوة میں مخاطب اس کے تمام مسلمان ہیں۔ مگر ادا کرنا انہی لوگوں پر ضروری ہوگا جو اس کے اہل ہوں گے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ نے اس آیت میں صلوٰۃ اورزکوٰۃ سے نفس وجوب کا اقرار کیا ہے اور وجوب ادا کی کوئی خبر نہیں دی اور نفس وجوب کا بغیر وجوب ادا کے پایا جانا ممکن ہے۔جیسا کہ اصول کی کتابوں میں درج ہے۔لہٰذا ہر فرض کے لئے فوراً ہی اس کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

تحریف:۸..... ’’والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً (مریم:۱۵)‘‘ان تینوں حالتوں کوذکر کرنا بتارہا ہے کہ زندگی میں کوئی اہم امر رفع آسمانی وغیرہ کے متعلق پیش نہیں آیا۔ورنہ اظہار تشکر کے وقت اس کا بیان کرنا ضروری تھا۔

تحقیق..... کسی اہم واقعہ کے عدم ذکر سے اس واقعہ کی نفی لازم نہیں آیا کرتی۔ورنہ چاہئے کہ نبوت اور بغیر باپ کے پیدا ہونا،گہوارے میں باتیں کرنا جو یہاں مذکور نہیں ہوئیں۔ان میں سے کوئی بھی تسلیم نہ کی جائیں۔چونکہ ان اوقات میں انسان پر زبردست تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔اس لئے انہی پر اکتفاء کیا گیا۔کیونکہ ولادت سے موت تک یا موت سے بعث ونشور کے زمانہ تک کے واقعات درمیانی اور ضروری واقعات ہیں۔جن کا ذکر کرنا بڑی طوالت کا محتاج ہے۔

تحریف:۹..... ’’اوترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتاباً نقرء د قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً (بنی اسرائیل:۹۳)‘‘ اس میں کفار نے آنحضرتﷺ سے آسمان پر جاکر کتاب لانے کا مطالبہ کیا۔تو اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔کیونکہ تو بشر ہے اور کوئی بشر آسمان پر نہیں جاسکتا۔

تحقیق..... ’’قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً ‘‘کا تعلق محض صعود فی السماء کے ساتھ نہیں ہے۔بلکہ اور بھی چند نشانیاں ہیں جو کفار نے رسول اللہﷺ سے ان کی سچائی پر طلب کی تھیں اور وہ یہ ہیں:

’’وقالوا لن نؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً اوتکون لك جنة من نخیل وعنب فتفجرالانهار خلالها تفجیراً اوتسقط السماء کمازعمت علینا کسفاً اوتأتی باللّٰه والملائکة قبیلاً اوتکون لك بیت من زخرف او ترقی فی السماء‘‘

ان تمام نشانیوں کے طلب کرنے کے جواب میں هل کنت الا بشراً رسولا۔کی تعلیم دینے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ رسول کسی نشانی کو اپنی سعی اور کوشش سے ظاہر نہیں کرسکتا۔معجزہ اور آیت وہبی اور عطائی چیز ہے کسبی یا اکتسابی چیز نہیں ہے جو اپنی مرضی اور سعی سے لائی جاسکے۔چنانچہ جلالین میں اس آیت کی تفسیر اس طرح لکھی ہے:

''کسائر الرسل ولم یکونوا یأتوبایة الاباذن اللّٰه ''اگر یہ آیت بشریت اور مطلوبہ نشانیوں کے درمیان منافاۃ بیان کرنے کے لئے ہو۔ تو باغات اور عمدہ مکانات کا ہونا اور انہار کا جاری کرنا بھی بشریت کے مخالف ہونا چاہئے؟۔ کیونکہ یہ بھی ان کی مطلوبہ نشانیوں میں سے چند نشانیاں ہیں۔ پھر آسمان پر چڑھنا نہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے ممکن ہے بلکہ کافروں تک کے واسطے غیر ممتنع ہے۔ قرآن مجید میں ہے:''ولو فتحنا علیهم باباً من السماء فظلوا فيه يعرجون لقالوانما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (الحجر: ۱۴'۱۵)''

تحریف:۱۰......''وما جعلنا لبشر من قبلك الخلدافان مت فهم الخالدون (الانبیاء: ۳۴)''یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تو دنیا سے رحلت کر جائے اور کوئی تجھ سے پہلے کا زندہ ہو۔ معلوم ہوا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

تحقیق...... آیت میں خلود اور ہمیشہ رہنے کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن اس سے حیات مسیح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایک دن ضرور وفات پائیں گے۔ دوام اور ہمیشگی ان کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ عمر کے دراز ہونے کی آیت میں کوئی نفی نہیں ہے۔ لہٰذا آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا خدع اور دھوکا دہی یا جہالت ہے اور عمر کے دراز یا کوتاہ ہونے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

بزرگی بعقل است نہ بسال

ورنہ شیطان جو روز قیامت تک امهلنی الی یوم یبعثون کے ماتحت زندہ رہنے والا ہے۔ مرزا اور اس کے حواریین سے افضل ہونا چاہئے۔

تحریف:۱۱......''ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيئا (حج:۵)''

کیا حضرت عیسیٰ اگر زندہ ہیں تو اتنے زمانہ کے بعد بڑھاپے کی وجہ سے بیکار نہ ہو گئے ہوں گے۔ پھر ان کا دنیا میں آنا کس کام کا ہے؟۔

تحقیق...... اس قسم کی آیتوں کو وفات مسیح سے مطلقاً کوئی لگاؤ نہیں۔ باقی آسمان پر ان کا بڑھاپا اور کمزوری ظاہر کرنے کے لئے پہلے آسمان کا محل تغیر ہونا کسی شرعی دلیل سے ثابت کریں۔ قرآن وحدیث میں تو اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے۔ البتہ اگر مرزائیوں کا اس تحریف پر ایمان ہے تو وہ جداگانہ بات ہے۔ شعر:

ایسی جنت کو کیا کریں لے کر
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

تحریف:۱۲...... ''وما ارسلنا من قبلك المرسلين الا انهم ليأكلون الطعام ويمشون فی الاسواق'' (فرقان:۲۰)

ظاہر ہے کہ آسمان پر کوئی بازار نہیں جس میں حضرت عیسیٰ چلتے پھرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ مر گئے ہیں

تحقیق...... یہ استدلال بھی جہالت اور بے وقوفی پر مبنی ہے۔آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی ہر وقت کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے رہتے ہیں۔ بلکہ اس میں منجملہ عام انسانی حالات کے ایک حالت بیان کر کے کفاروں کے اس خیال کی تردید کی ہے:

''وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشی فی الاسواق (فرقان:۷)''
یعنی کھانا اور ضرورت کے لئے بازار میں جانا نبوت کے خلاف نہیں ہے۔واللہ اعلم!

تحریف:۱۳...... ''ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين (الاحزاب:۴۰)'' عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی صورت میں وہ نبی ہوں گے۔تو ختم نبوت جاتی رہے گی اور اگر نبی نہ ہوں گے تو ایک نبی کا نبوت سے معزول ہونا جائز نہیں اور پھر اس کو شریعت محمدی کی تفاصیل کا علم بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا۔ جب وحی آئی تو وہ نبی ہو گئے اور شریعت محمدیہ منسوخ قرار دی گئی۔

تحقیق...... ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور کسی کو نبوت جدیدہ عطا نہیں کی جائے گی۔ نہ یہ کہ کوئی پہلا نبی اپنی نبوت قدیمہ کے ساتھ بھی زندہ نہ رہے گا۔ کیونکہ رسول خدا ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ایک زیر تعمیر مکان سے تشبیہ دیتے ہوئے اپنے آپ ﷺ کو مکان کی آخری اینٹ فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس آخری اینٹ کے بعد دوسری تمام اینٹیں گر پڑیں گی۔

عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبیوں میں سے ہیں اور مکان نبوت کی وہ اینٹ ہیں جو رسول عربی ﷺ سے پہلے رکھی گئی اور ان کے بعد آنحضرت ﷺ کو رسالت عطا فرمائی گئی اور یہی معنی يأتی من بعدی اسمه احمد کے ہیں۔یعنی میرے بعد خلعت نبوت زیب تن کرنے والے احمد مجتبیٰ ﷺ ہوں گے۔

نیز ''لوكان موسى حياً ماوسعه الا اتبعی (مشكوة ص۳۰ باب

الاعتصام بالکتاب والسنۃ)'' فرما کر اشارہ کر دیا کہ حضور علیہ السلام کی آمد اور ظہور کے بعد پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

پھر منافات اس وقت ہوتی جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پر نزول کے بعد وحی نبوت نازل ہوتی یا وہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو چھوڑ کر اپنی شریعت پر عمل کرتے۔ لیکن ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ ہوگی۔ نہ ان پر وحی نبوت آئے گی اور نہ شریعت اسرائیلی پر عمل کریں گے۔ بلکہ وہ شرع محمدی کے پابند ہوں گے اور شریعت کی تفاصیل سے واقف ہونے کے لئے وحی نبوت کا آنا ضروری نہیں ہے۔ جس نے ''علم آدم الاسماء کلھا (البقرہ:۳۱)'' آدم علیہ السلام کو بلاواسطہ تمام اسماء سکھا دیئے۔

''وعلم الانسان مالم یعلم (العلق:۵)'' جملہ انسانوں کو ان کی ضرورتوں کا علم بغیر فرشتوں کے کرا دیا اور جو تمام جنتیوں کو عربی زبان سے واقف کر دے گا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: ''قال رسول اللہ ﷺ احبو العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی'' (المشکوۃ ص۵۵۳ باب مناقب قریش عن البیھقی)

وہی حضرت عیسیٰ کو اس شریعت کا علم بھی عطا کرے گا۔ صاحب الیواقیت والجواہر لکھتے ہیں:

''کذلک عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اذا نزل الی الارض لایحکم فیھا الا بشریعۃ نبینا محمد ﷺ یعرفہ الحق تعالی بھا علی طریق التعریف وان کان نبیا'' (یواقیت ج۲ ص۳۸ ومثلہ فی ج۲ ص۸۹)

لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبی ہوں گے۔ مگر خدا کا معاملہ ان کے ساتھ انزال وحی اور شریعت جدیدہ وغیرہ کے متعلق نبیوں جیسا نہ ہوگا۔ جس طرح قیامت کے روز جملہ انبیاء علیہم السلام نبی ہوں گے مگر فرائض نبوت ان کے سپرد نہ ہوں گی یہی حال عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نزول کے بعد ہوگا۔ اس کی مزید تحقیق انشاءاللہ نبوت کی بحث میں آئے گی۔ واللہ اعلم

مذکورہ بالا

تحریفات کے علاوہ اور بھی بہت سی بے جوڑ اور انمل باتیں آیات قرآنیہ کے رنگ میں مرزائیوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا جواب دینا نہایت سہل اور آسان کام تھا۔ اس لئے ہم نے ان کی طرف توجہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

فائدہ

اس جگہ بعض احادیث سے بھی وفات مسیح پر قادیانی استدلال کرتے ہیں اور اس طرح بعض علماء اور مفسرین کے اقوال وفات کی تائید میں پیش کرتے ہیں جن میں بیشتر تو ایسے ہیں جن کے نقل میں خیانت کی ہے اور اصل روایت کے پورے الفاظ ذکر نہیں کئے اور بعض کا مطلب اپنی سوءفہم سے کچھ کا کچھ سمجھ لیا گیا ہے۔ اس لئے ہم ایسے بیانات کا نام مغالطہ اور ان کے جوابات کو تصحیح سے تعبیر کریں گے۔

مغالطہ:۱۔۔۔ ''لوكان موسى وعيسى حيين لما يسعهما الاتباعى (يواقيت والجواهر ج۲ ص۲۲) لوكان موسى وعيسى فى حياتهما لكان من اتباعه''

(مدارج السالكين ج۲ ص۳۱۳ لابن قيم)

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ نہیں ہیں۔

تصحیح یواقیت والجوہر میں حیین کی شرح موجودین کی ہے۔ یعنی اگر وہ دونوں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں موجود ہوتے تو ان کو انہی کی اتباع کرنی پڑتی اور نیز اسی کتاب کے متعدد موضع میں حضرت عیسیٰ کے نزول کا بڑی شدومد سے ذکر کیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے:

''قدجاء الخبر الصحيح فى عيسى عليه السلام وكان ممن اوحى اليه قبل رسول اللهﷺ انه اذا انزل آخر الزمان لايؤمنا الابنا اے بشر يعتنا''

(يواقيت ج۲ ص۸٤)

اس لئے صاحب یواقیت کی طرف وفات مسیح کے عقیدے کی نسبت کرنا انتہائی جسارت اور دیدہ دلیری ہے اسی طرح مدارج السالکین کی عبارت پوری نقل کردی جاتی تو وہ خود اس حدیث کی شرح بن جاتی۔ چنانچہ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہ عبارت مدارج السالکین میں لکھی ہوئی ہے: ''واذا نزل عيسى بن مريم فانما يحكم بشريعة محمدﷺ'' باقی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

مغالطہ:۲۔۔۔ ''ما من نفس منفوسة اليوم يأتى عليها مأة سنة وهى يومئذحية (كنز العمال ج١٤ ص١٩٣ حديث نمبر٣٨٣٤٢) ''یعنی سوسال کے اندر تمام جاندار انسان اور غیرانسان سب مرجائیں گے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی اگر زندہ تھے تو وہ مرچکے ہیں۔

تصحیح ...... اس حدیث میں علی الارض کی قید ہے۔ جیسا کہ مسلم نے جابرؓ اور ابی سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے:

''عن جابرؓ قال سمعت النبیﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تسئا لولنی عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما علی الارض من نفس منفوسة تاتی علیه مائة سنة وهی حیة یومئذ (رواه مسلم ج۲ ص۳۱۰ باب معنی قولهﷺ راس مائة سنة)'' اور عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہ تھے اس لئے یہ حدیث ان کو شامل ہی نہیں ہوتی۔

مغالطہ:۳ ''ادم فی السماء الدنیا تعرض علیه اعمال ذریته و یوسف فی السماء الثانیة و ابنا الخالة یحیی و عیسیٰ فی السماء الثالثة و ادریس فی السماء الرابعة......... الخ ۔ ابن مردویه عن ابی سعید'' جب معراج میں تمام انبیاء علیہم السلام روحانی طور پر تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ ان کی کیا خصوصیت ہے جو ان کو بجسد العنصری زندہ آسمان پر مانا جائے۔

تصحیح ... تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی حالت میں مساوی ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ورنہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہﷺ بھی مرنے ہی کے بعد معراج کے لئے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ اس کی مزید تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

مغالطہ:۴ ابن عباسؓ اور امام مالک، ابن حزم وغیرہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ وہ وفات مسیح کے قائل تھے۔

تصحیح ...... ان حضرات کا پورا قول نقل نہیں کیا جاتا۔ آدھی بات نقل کر کے لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ نے متوفیك کی تفسیر وفات بعد النزول سے کی ہے اور وہ تقدیم تاخیر وقوعی کے قائل ہیں۔ امام مالک اور علامہ ابن حزم اگرچہ وفات قبل از رفع کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن اسی وقت دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر مرفوع ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ان حضرات کے وفات قبل الصعود کے قول کو نقل کر دیا جاتا ہے۔ مگر رجوع موتی اور زندہ ہو کر مرفوع ہونے کے اقرار کو نقل نہیں کیا جاتا۔

اس کے علاوہ دیگر بزرگوں کی طرف بھی اسی قسم کی خیانتیں کر کے وفات مسیح کے عقیدہ کو منسوب کیا ہے۔ لیکن ہم اجماع کی بحث میں مکمل اس کی تردید کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم!

مغالطہ:۵...... ''انی ذاهب الی ربی او ارجعی الی ربك ''میں شام کی طرف جانا یا عبادت اور جنت کی طرف لوٹنا مراد ہے۔ایسے ہی معنی رافعك الی کے کرنے چاہئیں۔

تصحیح...... تاریخ سے ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔اس لئے الی ربی سے الی ملك ربی وھو الشام معنی کئے گئے اور آیت ''یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة ''میں آیت کا سیاق سباق جنت یا دنیا کی واپسی اور عبادت وغیرہ کا قرینہ ہے۔اگر ہر ایک کا اپنا اپنا قرینہ نہ ہوتا۔تو ہر دو آیت کی مراد الگ الگ کبھی نہ ہوتی اور نہ یہ معنی لئے جاتے۔مگر جیسا قرینہ ملتا گیا ویسے ہی معنی متعین ہوتے رہے۔چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔اس لئے رافعك الیّ سے الی سماء ی مقر ملائکتی معنی کرنے ضروری تھے۔

مغالطہ:۶...... حضرت عیسیٰ کی آسمان پر حفاظت کرنا اور ہمارے رسول ﷺ کی نہ کرنا یہ ان کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

تصحیح...... خدا کا معاملہ ہر ایک نبی کے ساتھ ایک جیسا ہونا ضروری نہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلانے کے لئے لڑنے کی بھی تکلیف نہ دی اور دشمنوں کو غرق کر کے ان کو بچا لیا۔مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن بھی ایسا نہ ہوا۔کیا اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افضلیت ثابت کی جا سکتی ہے؟۔

۲...... عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت بذریعہ جبرائیل امین کر دی گئی۔چونکہ جبرائیل علیہ السلام آسمان پر رہتے ہیں۔امین کا فرض ہے کہ اپنے قیام گاہ میں امانت کی حفاظت کرے۔اس لئے وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

پھر آسمان پر ہونا افضلیت کی نشانی نہیں ہے۔ورنہ چاند سورج ستارے اور فرشتے سب سے افضل ہونے چاہئیں۔بلندی پر اڑنے والی چیل بھی مرزائیوں سے افضل ہونی چاہئے۔صدر ہر جا کہ نشیند صدر است...... مکان کے نیچے اور اوپر ہونے سے فضیلت پر استدلال کرنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔

۳...... حضرت عیسیٰ میں روحانیت کا اثر جبرائیل علیہ السلام سے اور ارضیت والدہ کی طرف سے تھی۔اس لئے بلحاظ روحانیت آسمان پر اور باعتبار ارضی ہونے کے زمین پر رہنا ضروری تھا۔ (یواقیت ج۱ص۱۱۸)

باب النبوۃ والرسالت

لغت میں نبی مخبر کو کہتے ہیں جو نباء سے مشتق ہے انبیاء علیہم السلام کو بھی اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے خبر دینے والے ہیں یا نباوۃ اور نبوۃ سے مشتق ہے جو شئی مرتفع اور راستہ پر بولا جاتا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام رفیع الدرجات اور خدا تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔ اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے اور رسول پیغمبر کا نام ہے جو رسالت بمعنی پیغمبری سے ماخوذ ہے۔

(کتب لغت مجمع البحار وغیرہ)

شرعی اصطلاح میں جو شخص خدا کی طرف سے خلق کی ہدایت کے لئے مامور ہو اس کو نبی کہتے ہیں۔ خواہ وہ نئے دین کی تبلیغ کے لئے مامور من اللہ ہو یا نہ ہو اور رسول شریعت جدیدہ کی تبلیغ پر مامور من اللہ کا نام ہے "النبی المنبئی وان لیؤمر بالتبلیغ والرسول المامور به"

(مجمع البحار ج ٤ ص ٦٦٤ تحت لفظ نبا)

نبی اور رسول دونوں تشریعی نبی ہیں

١۔ "فان النبی من اوحی باحکام الشریعة ولم یؤمربه تبلیغها"

(کمالین طه)

٢۔ "فالنبی علی هذا انسان اوحی الیه سواء امر بتبلیغه والدعوة الیه ام لا ، فان امر بذالك فهونبی رسول والا فهونبی غیر رسول"

(مسامره شرح مسائره ص ٩٤)

نبی وہ شخص ہے جس پر شرعی احکام اور مسائل کی وحی نازل ہو۔ اب اگر اس کو نئی شریعت کی تبلیغ اور اشاعت کا حکم ہے تو وہ رسول ہے اور اگر تبلیغ کا حکم نہیں ملا تو ایسا شخص نبی محض کہلاتا ہے۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شرعی احکام اور مسائل نبی اور رسول دونوں پر نازل ہوتے ہیں مگر نبی کی شریعت اس کی ذات کے ساتھ خاص ہوتی ہے اور ان مخصوص احکام کی تبلیغ کرنے کا ان کو حکم نہیں ہوتا۔ البتہ وہ پہلے رسول کی احکام شرعیہ کی تبلیغ پر ضرور مامور ہوتے ہیں اور رسول پر جو نئے احکام نازل ہوں وہ اس کے ساتھ خاص نہیں ہوتے۔ بلکہ امت بھی اس میں ان کی شریک ہوتی ہے اور وہ نازل شدہ احکام کی تبلیغ پر مامور ہو کر آتے ہیں۔ اس معنی سے نبی اور رسول الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ لیکن نبی بمعنی مخبر اور مامور من اللہ ہونے کے رسول پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

اس صورت میں نبی عام اور رسول اس سے خاص ہے۔

نبی اور رسول کا فرق

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ ''یواقیت والجواہر'' میں نبی اور رسول کا فرق اور نبوت تشریعہ کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الفرق بینهما هو ان النبی اذا القی الیه الروح شیئاً اقتصربه ذالك النبی علی نفسه خاصة ویحرم علیه ان یبلغ غیره ثم ان قیل له بلغ ما أنزل الیك اما لطائفة مخصوصة کسائر الانبیاء او عامة لم یکن ذالك الا لمحمد ﷺ سمی بهذا الوجه رسولاً وان لم یخص فی نفسه بحکم لایکون لمن بعث الیهم فهو رسول لا نبی واعنی بهانبوة التشریع التی لایکون للاولیاء''

(ج ۲ ص ۲۵ ونحوه فی کبریت احمر ص ۱۲۱)

جو حکم بذریعہ جبرائیل علیہ السلام کے نبی پر ظاہر ہو۔ اگر وہ اس کی ذات کے لئے خاص کر دیا گیا اور اس کو غیر کی طرف اس حکم کی تبلیغ کرنے سے روک دیا تو ایسا آدمی نبی کہلائے گا اور اگر اس کو نازل شدہ احکام کی تبلیغ کا حکم ہوا ہے خواہ جماعت مخصوصہ کی طرف تبلیغ کرنے کا حکم ملا ہے یا عامہ تمام قوموں کی طرف اس کو مبعوث کیا ہے تو ان کو رسول کہتے ہیں۔ ہمارے سیدی مولائی حضرت محمد ﷺ تمام جہان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور دوسرے تمام انبیائے کرام علیہم السلام خاص خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ہم نے انہی دونوں قسموں کا نام نبوت تشریعیہ رکھا ہے۔ جس کا دروازہ حضور اکرم ﷺ کے بعد مطلقاً بند ہو چکا ہے اور یہ مراد اس عبارت کی ہے:

''والفرق بین البنی والرسول ان النبی انسان اوحی له بشرع خاص به فان قیل له بلغ ماانزل الیك اما لطائفة مخصوصة کسائر الانبیاء واماعامة ولم یکن ذالك الا لمحمد ﷺ وحده وسمی بهذا الوجهه رسولاً وان لم یخص فی نفسه بحکم لا یکون لمن بعث الیهم فهورسول لانبی''

(کبریت احمر ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ نبی اور رسول دونوں کے لئے شریعت ہوتی ہے۔ لیکن نبی کی اپنی شریعت ان کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ان احکام کی پابندی میں امت ان کی شریک نہیں ہوئی جس طرح یا ایها المزمل میں نماز تہجد کی فرضیت آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ امت اس کی

فرضیت میں آپ ﷺ کی شریک نہیں ہے اور رسول کو شریعت عامہ دی جاتی ہے جس کی پابندی رسول اور اس کی امت دونوں پر لازم ہوئی ہے۔ اسی لئے شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے نبی اور رسول دونوں کو نبی تشریعی کے نام سے موسوم کیا ہے:

''قد ختم اللّٰہ تعالی بشرع محمد ﷺ جمیع الشرائع فلا رسول بعدہ یشرع ولا نبی بعدہ یرسل الیہ بشرع یتعبدبہ فی نفسہ انما یتعبد الناس بشریعتہ الی یوم القیامۃ'' (یواقیت ج۲ ص۳۷)

اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کو آپ ﷺ کی شریعت پر ختم کر دیا۔ نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی مخلوق کی ہدایت کے لئے شریعت عامہ لے کر آئے گا۔ نہ ایسی شریعت کسی کو دی جائے گی کہ جس پر وہ خود عمل کرے۔ بلکہ آپ ﷺ کی شریعت کی پابندی قیامت تک آنے والوں پر ضروری ہے۔

''الذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع ولا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول (فتوحات مکیہ)'' وہ چیز جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور ولی میں نہیں پائی جاتی وہ وحی تشریعی ہے۔ نبی اور رسول کے علاوہ کوئی دوسرا شارع نہیں ہوسکتا۔

''واعلم ان حقیقۃ النبی الذی لیس برسول ھو شخص یوحی اللّٰہ بامر یتضمن ذالك شریعۃ یتعبد بھا فی نفسہ فان بعث بھا الی غیرہ کان رسولا ایضاً'' (یواقیت ص۳۷ ج۲)

نبی وہ ہوسکتا ہے جس کی طرف ایسا حکم نازل کیا جائے جس پر عمل کرنا اسی کے لئے لازم ہوا اور اگر اس حکم کے ساتھ غیر کی طرف مبعوث ہو تو وہ رسول کہلاتا ہے۔ (فتوحات باب۱۴)

وحی نبوت کی تحقیق

معلوم ہوا کہ نبی اور رسول دونوں تشریعی نبی ہیں مگر نبی کی شریعت اس کی ذات کے لئے خاص ہے اور رسول کی شریعت امت اور رسول دونوں کے واسطے عام ہوتی ہے۔ جس طرح امر ونہی رسول پر نازل ہوتے ہیں ایسے ہی نبی پر اترتے ہیں۔ مگر رسول کو ان کی تبلیغ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ نبی کو نہیں ہوتا۔ البتہ رسولی شریعت کی اشاعت اور تبلیغ کا حکم ہوتا ہے۔ ایسا ہی قرآن سے مستفاد ہے: ''انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب

ویونس وهارون وسلیمان ۰ وآتینا داود زبورا'' (نساء:۱۶۳)

﴿ہم نے وحی کی تیری طرف جس طرح کہ وحی بھیجی ہم نے نوح اوران کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف اور وحی نازل کی ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اوران کی اولاد عیسیٰ اور ایوب، ہارون، سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤدکوزبورعطاء کی﴾

اس آیت میں اولوالعزم رسول اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔ مگر وحی بھیجنے کا طریقہ سب کا ایک ہی جیسا بیان کیا ہے جولفظ کما سے ظاہر ہے۔ چونکہ رسول اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی وحی میں امر ونہی تھا۔ اس لئے دیگرانبیاء علیہم السلام کی وحی میں بھی امر ونہی ماننی پڑے گی۔ اس امر میں تو نبی اور رسول دونوں برابر ہیں۔ شریعت عامہ اور خاصہ تبلیغ کا حکم یا عدم حکم کا فرق اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے:

''شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینابه ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیمو الدین ولا تتفرقوا فیه ۰ کبر علی المشرکین ما تدعوهم'' (الشوری:۱۳)

﴿ہم نے تمہارے لئے وہ دین جاری کیا جس کی نوح علیہ السلام کو وصیت کی اور آپ کی طرف وحی بھیجی اور ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ کو وصیت کی اور وہ یہ ہے کہ دین کو درست رکھو۔ اس میں اختلاف نہ ڈالو۔ جس دین کی طرف آپ مشرکین کو بلاتے ہیں وہ ان پر نہایت گراں ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے رسالت کے لئے منتخب کر لیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے۔﴾

اس آیت میں ان رسولوں کا ذکر ہے جس کو نئے دین کی تبلیغ کا حکم ملا تھا اور وہ صاحب کتاب تھے۔ غرض امر ونہی دونوں کی وحی میں ہوتی ہے اور اسی کا نام وحی تشریعی یا وحی نبوت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے: ''مابقی احد من خلق اللّٰه تعالیٰ یا مره اللّٰه با مریکون شرعا یتعبدبه ابدا'' (یواقیت ص۳۸ ج۲)

اب کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس کو اللہ کسی حکم کا امر کرے: ''من قال ان اللّٰه تعالیٰ امره بشئی فلیس ذالك یصیحح انماذالك تلبس لان الامر من قسم الکلام ۰ وصفته وذالك باب مسدود دون الناس فانه مابقی فی الحضرة الاهیة امر تکلیفی الاوهو مشروع'' (فتوحات مکیه باب ۲۱)

آج ایک شخص کا یہ کہنا کہ اللہ نے اسے کسی بات کا امر کیا ہے بالکل غلط اور محض دھوکہ

ہے۔ کیونکہ امر کلام کی صفت ہے اور اب اس کا دروازہ لوگوں پر بالکل بند ہو چکا ہے۔ کوئی ایسا حکم یا فیصلہ نہیں رہا جس کا شرع محمدی میں ذکر نہ ہو۔ ''فلا ینزل ملك الهام علی غیر النبی بامرونهی ابداً وانما لا ولیاء ہ وحی المبشرات وهو الرویاء الصالحة یراها الرجل اوترے'' (فتوحات مکیه ص ۳۱۰)

وحی نبوت کے نازل ہونے کے تین طریقے ہیں جو نبیوں ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ ولی اور محدث وغیرہ میں نہیں پائے جاتے:

۱..... کلام ربانی بذریعہ جبرائیل امین نبی کے قلب پر القاء کیا جائے۔ قرآن میں ہے: ''نزل به الروح الامین علی قلبك (الشعراء: ۱۹۳)'' روح الامین نے تیرے دل پر وحی نازل کی جس میں فرشتہ بشکل انسانی نظر نہیں آتا باریک آواز سنائی دیتی ہے جو گھنٹہ کی جھانج یا مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایسی وحی میں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر تغیر کے آثار نمایاں ہو جاتے اور سانس پھول جاتا اور آواز بھرا جاتی تھی اور سخت سردی میں جبین مبارک عرق آلود ہو جاتی اور آپ ﷺ کی ناقہ بوقت سواری زمین پر بیٹھ جاتی اور ایک قدم نہ چل سکتی تھی۔ (دیکھو ان تفاصیل کے لئے بخاری، مسلم وغیرہ)

صاحب (یواقیت ج۱ ص۱۵۳) پر لکھتے ہیں:

۱..... ''قد کان رسول اللہ ﷺ اذا جاء ہ الوحی ونزل به الروح الامین علی قلبه یوخذمن حسه ویسجی بثوبه ویرغوکمایرغو البعیر حتی ینفصل عنه''

۲..... ''جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبیؓ یا سراقہ ابن مالکؓ کی شکل میں انسان مجسم بن کر آتے اور کلام ربانی رسول اللہ ﷺ کو پہنچاتے تھے۔'' (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۴)

''انه ﷺ لما کان یری جبرئیل علیه الصلوة والسلام فی صورة دحیة الکلبی یراہ حقیقة لامثالًا'' رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں مثالاً نہیں بلکہ حقیقتاً دیکھتے تھے۔

''لاتکون الرسالة قط الابواسطة روح قدسی ینزل برسالة علی قلبه احیاناً یتمثل له رجلاً وکل وحی لایکون بهذه الصفة لایسمی رسالة بشریعة وانما یسمی وحیا او الهاماً اونفثاً اوالقاءاً ونحو ذالك''

(کبریت احمر ص ۱۲۰)

۳...... بلاواسطہ کسی فرشتہ کے رب العزت خود کلام کرے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر اور آنحضرت ﷺ سے شب معراج ہم کلام ہوا تھا۔ یہ تینوں طریقہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی ولی یا محدث وغیرہ میں نہیں پائے جاتے۔ البتہ ایک قسم وحی کی اور بھی ہے جس کو وحی نوم یا الہام کہتے ہیں۔ ان تمام قسموں کو اس آیت میں جمع کر دیا گیا ہے: ''وما کان لبشر ان یکلم الله الا وحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشاء انه علی حکیم'' (شوری:۵۱)

جلالین میں الا وحیاً کی تفسیر یہ ہے کہ فی المنام یا الہام اور ایسا ہی جامع البیان میں ہے۔ ارسال رسول یعنی فرشتہ کے ذریعے سے جو وحی نازل کی جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں۔ اس لئے مطلق وحی کی چار قسمیں ہوئیں جن میں وحی نوم اور الہام تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ تینوں قسمیں نبیوں کے ساتھ مخصوص ہیں کمامر۔

مرزا قادیانی نے بھی (الحکم نمبر ۳۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء) میں نبی اور رسول دونوں کو صاحب شریعت تسلیم کیا ہے۔ ''وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔''

(مسیح موعود اور ختم نبوت ص ۲۰ مصنفہ محمد علی لاہوری)

اولیاء اللہ کو سچی خوابیں یا الہامات ہوجایا کرتے ہیں

وحی نوم کی وہ قسم جس میں امر و نہی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد کا حکم ہوا تھا۔ وہ بھی نبیوں ہی کے ساتھ خاص ہے۔ وحی نوم بمعنی وحی مبشرات یعنی سچی خواب جس میں کسی قسم کی بشارت اور خوشخبری سنائی گئی ہو وہ اولیاء اللہ کو بھی ہوجایا کرتی ہیں۔

''عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لم يبق من النبوة الا المبشرات قالوا مالمبشرات قال الرویاء الصالحة رواه اللبخاری و زاد مالك بروایة عطاء ابن یسار یراها الرجل المسلم اوتری له (مشکوٰۃ ص ۳۹۴ کتاب الرویا)'' ﴿نبوت ختم ہوچکی۔ صرف اس میں مبشرات رہ گئے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں۔ فرمایا وہ بہترین خوابیں ہیں جن کو نیک مسلمان دیکھتا ہے اور یا اس کے متعلق کیسی کو دکھائی جاتی ہیں۔﴾

عبادہ بن صامتؓ نے رسول اللہ ﷺ سے آیت: ''لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة (یونس:۶۴)'' ﴿ان کے لئے دنیا اور آخرت کی خوشخبریاں ہیں۔﴾

کی نسبت استفسار کیا تو فرمایا کہ:’’تلك الرویاء الصالحة یراها الصالح او تری له‘‘ (مسند احمد ج۵ ص۳۱۵)’’ابن جریر نے بروایت ابوہریرہؓ اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے:’’هی فی الدنیا الرویأ الصالحة یراها العبد او تری له وفی الاخرة الجنة‘‘ دنیا کی بشارت اچھی خوابیں جس کو نیک آدمی دیکھتا ہے یا اس کے لئے دوسرے کو دکھایا جاتا ہے اور آخرت کی خوشخبری جنت ہے۔

ہر سچی خواب نبوت کا جز نہیں ہے

حدیث میں جو سچی خواب کو نبوت کا چھیالیسواں جز کہا ہے اس سے ہر سچی خواب مراد نہیں ہے۔ کیونکہ سچی خوابیں تو کافر اور بددین کو بھی ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ سچی خواب نبوت کا جز ہے جس میں مرد مومن کو دنیا یا آخرت کے متعلق خوشخبری دی گئی ہو۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سچی خواب کی دو قسمیں کردیں۔ خوش کرنے والی اچھی خوابوں کو مبشرات اور رنج دینے والی خوابوں کو رویاء سوء فرمایا ہے:’’عن ابی قتادةؓ قال رسول اللهﷺ الرویاء الصالحة من الله والحلم من الشیطان فاذ اری احدکم مایحب فلا یحدث به الامن یحب واذا رای یکره فلیتعوذ بالله من شرها ومن شر الشیطان ولیتفل ثلاثا ولا یحدث بها احداً فانهالن تضره‘‘ (متفق علیه مشکوة ص۳۹۴ کتاب الرویا)

مکروہ خواب سے بچنے کی ترکیب اسی لئے بتائی گئی کہ وہ بااعتبار نتیجہ کے سچی تھی۔ اگر اس سے بچنے کی تدبیر نہ کی جاتی تو ضرر اور نقصان پہنچنے کا ڈر تھا۔

آدمی رویاء صالحہ کی وجہ سے نبی نہیں بن جاتا

رویاء صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں جز کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک روایت میں حسن اخلاق اور حلم، میانہ روی کو نبوت کا چوبیسواں جز کہا ہے۔ اس قسم کی روایتوں کا یہ مطلب ہے کہ نبوت جو جامع خیرات اور جملہ کمالات کا احاطہ کرنے والی چیز ہے وہ مجموعہ تو اب باقی نہیں رہا۔ لیکن اس کے بعض اجزا یا چند نشانیاں باقی رہ گئی ہیں جس کا نام صوفیاء نے نبوت غیر تشریعیہ رکھا ہے۔ وہ دراصل نبوت نہیں بلکہ ولایت کا مقام ہے۔ اس لئے اس حدیث کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ جو شخص سچی اور کثرت سے دیکھے وہ نبی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی کو بھی اقرار ہے کہ: ’’سچے خواب فاسق، فاجر، تارک نماز، بدکار، حرام کار، کافر، اللہ، رسول کے دشمن، اخوان الشیاطین، فاسق، نجاست خوار، پلید، حرام خور، کنجروں سے بدتر، بددین، ملحد بھی دیکھ سکتے ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ ص۱۶۸،۱۶۷ متن وحاشیہ ملخص) کیونکہ جز کبھی بعینہ کل نہیں ہوسکتا۔

''السمت والتودة الاقتصاد جز من اربع و عشرين من النبوة اى من شمائل الانبياء الا النبوة لا يتجزاء ولا ان من جمعها يكون نبياً''

(مجمع البحار ج ٤ ص ٦٦٤ بلفظ نباء)

(نیک راست، بردباری اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں جز ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی عادات اور خصائل حسنہ میں سے ایک خصلت ہے۔ ورنہ نبوت کی تجزی اور ٹکڑے نہیں ہوتے اور نہ وہ شخص جو ان خصلات کو جمع کرے وہ نبی ہوتا ہے۔)

الہام کی تحقیق اور اس کی قسمیں

مبشرات کے سوا اولیاء اللہ کو بھی سچے الہامات بھی ہوتے ہیں۔ الہام کے معنی لغت میں دردل افگندن چیزے کسی خیال کا دل میں ڈالنا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں الہام کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے دل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ایک صحیح خیال پیدا ہو۔ مگر اس کے سچے اور صحیح ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ کتاب وسنت کی ظاہری تعلیم کے موافق اور اس کے مطابق ہو اور اگر آئندہ واقعات کے متعلق اس میں خبر دی گئی ہو تو اکثر سچی اور درست نکلے۔ لہٰذا جو الہام واقعات کے لحاظ سے جھوٹا یا خلاف شرع ہو یا صاحب الہام اس میں امر و نہی کا دعویٰ کرے تو وہ الہام وسوسہ شیطانی اور کذب محض سمجھنا چاہئے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہے:

۱...... ''الالهام ان يلقى الله فى النفس امر ايبعثه على الفعل اوالترك وهو نوع من الوحى'' (مجمع البحار ج ٤ ص ٥٣٤ بلفظ لهم)

الہام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ایک ایسا خیال ڈالے جو اس کو ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے پر آمادہ کرے۔

۲...... ''اعلم ان وحى الانبياء لايكون الا على لسان جبرائيل ليقظة ومشافية واماوحى الاولياء فيكون على لسان ملك الهام وهو على ضروب كماقاله الشيخ فى باب ص٢٨٥ فمنه مايكون متلقى بالخيال كا لمبشرات فى عالم الخيال وهو الوحى فى المنام...... ومنه مايكون خيالاً فى حس على ذى حس ومنه مايكون معنى يجده الموحى اليه فى نفسه من غير تعلق حسن ولا خيال ممن نزل عليه(يواقيت)''

نبی کی وحی بذریعہ جبرائیل علیہ السلام بیداری کی حالت میں بالمواجہ یعنی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن ولی کی وحی الہام اس طرح نہیں ہوتی بلکہ کبھی سوتے ہوئے

خواب میں کوئی چیز اس کو دکھائی دیتی ہے۔ گاہے بیداری میں کوئی شے نظر آتی ہے اور کبھی بغیر حس اور خیالی قوت کے خود بخود دل میں ایک بات پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کہ حضرت عمرؓ کے دل میں بعض باتیں خود بخود منبعث ہوئیں جو کچھ عرصہ کے بعد بذریعہ وحی نبوت رسول اللہ پر ظاہر کر دی گئیں۔ مثلاً شراب کی حرمت، عورتوں کے لئے پردہ کا حکم، بدر کے قیدیوں کو قتل کا مشورہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال پہلے حضرت عمرؓ کے دل میں اٹھا اور پھر اسی کے موافق رسول خدا ﷺ پر وحی نازل ہوگئی۔ اذان کے کلمات ملک الہام ہی کے ذریعے سے حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ پر ظاہر کئے گئے تھے۔ مگر اس کو وحی نبوت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے وہ وہی ہے جو بیداری میں جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے نازل ہو اور بوقت نزول جبرائیل علیہ السلام نظر آ رہے ہوں یا بلا واسطہ کسی فرشتہ کے خدا تعالیٰ ان سے ہم کلام ہو۔ یہ باتیں وحی الہام کی کسی قسم میں بھی موجود نہیں۔

’’فان قلت فهل ينزل ملك الالهام على احد من الاولياء بامر او نهى (فالجواب) ان ذالك ممتنع كماقاله الشيخ فى الباب ص ۳۱۰ فلا ينزل ملك الالهام على غير نبى بامرونهى ابداً وانما وللاولياء وحى المبشرات وهو الرؤياء الصالحة يراها الرجل اوترىٰ له وهى حق و وحى غالباً لانها غير معصومة‘‘ (يواقيت ج ۲ ص ۸۵)

ملک الالہام کا کسی ولی پر امر و نہی کے ساتھ اترنا بالکل ممتنع ہے کبھی کسی ولی پر امر و نہی کا الہام نہیں ہوتا۔ اولیاء کے لئے سوائے مبشرات کے اور کچھ نہیں رہا اور وہ رویاء صالحہ ہے جو اکثر سچی نکل آتی ہے۔

۴ ...... ’’انه ليس فى الحضرة الالهيه امرتكليفى الا وهو مشروع فما بقى للاولياء اسماع امرها فاذا امرهم الانبياء بشئى كان لهم المنا جاة واللذة السارية فى جميع وجودهم لا غير و معلوم ان المنا جاة الامر فيها ولانهى انما هو حديث وسمر وكل من قال من اهل الكشف انه مامور بامر الهى مخالف لامرشرعى محمدى تكليفى فقد التبس عليه الامر‘‘

(يواقيت ج ۲ ص ۸۵)

جس قدر بھی امر شرعی تھے وہ سب دین محمدی میں ختم ہو چکے ہیں۔ اولیاء اللہ کے لئے سوائے ان احکام کے سننے کے کچھ نہیں رہا اور اس میں ان کو لذت آتی ہے۔ کیونکہ وہ ان کو انبیاء

علیہم السلام کی زبان مبارک سے سنتے ہیں۔اس لئے سوائے مناجات کے امرونہی وہاں نہیں ہوتا اور جو اہل کشف میں سے اپنے الہام میں امرونہی کا دعویٰ کرے وہ فریب خوردہ ہے۔

۵...... ’’بان لك ان ابواب الاوامر الالهية والنواهی قدسدت وکل من ادعاها بعد محمد ﷺ فهو مدع شریعة اوحی بها الیه سواء وافق شرعنا وخالف فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والاضر بناعنه مفحا‘‘

(یواقیت والجواهر ج۲ ص۳۸)

۶...... ’’مابقی للاولیاء الاوحی الالهام علی لسان ملك اللغیب لایشاهد فیعلمهم بصحة حدیث قیل بتضعیفه اوعکسه من طریق الالهام من شهود الملك و سماع خطابه الا الانبیاء واما الولی فان سمع صوتاً لایری صاحبه وان رای الملك لایسمع کلاما اذلا تشریع فی وحی الاولیاء‘‘

(کبریت احمر ص۱۰ فتوحات باب ۲۲)

اولیاء اللہ کے لئے سوائے الہام کے کچھ باقی نہیں رہا۔ جو ایسے فرشتہ کے ذریعہ سے ان کے دل میں ڈالا جاتا ہے جو ان کو نظر نہیں آتا۔مگر وہ ان کو حدیث کی صحت وفساد سے آگاہ کرتا ہے۔فرشتہ کی رؤیت اور اس کے کلام کا سماع یہ دونوں چیزیں انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ولی اگر آواز سنتا ہے تو فرشتہ اس کو نظر نہیں آتا اور اگر فرشتہ دکھائی دیتا ہے تو وہ ان سے کوئی کلام نہیں کرتا۔کیونکہ یہ وحی تشریعی کی خصوصیتیں ہیں۔

وحی نبوت اور کشف تام اور الہام کا باہمی فرق

غرض الہام وحی نبوت کے مقابلہ میں ایک معمولی چیز ہے۔بلکہ الہام تو کشف تام کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور کشف کا درجہ وحی نبوت سے کم ہے۔اسی لئے نص کے مقابلہ میں کشف کوئی چیز نہیں ہے۔پھر وحی الہام، وحی نبوت کا مقابلہ کیونکر کرسکتا ہے؟۔چنانچہ شیخ اکبر وحی نبوت اور الہام کا فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فان النفث فی الروع منحط عن رتبه وحی الکلام ووحی الاشارة والعبارة ففرق یا اخی بین وحی الکلام ووحی الالهام‘‘

وحی الہام دل میں ایک نیک خیال پیدا کرنے کا نام ہے جو وحی نبوت سے درجہ میں کم ہے۔کیونکہ وحی نبوت میں فرشتہ بالمواجہہ خدا کا پیغام سناتا ہے اور سے [illegible] ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ الہام کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے

''عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللهﷺ ان للشیطان لمة بابن آدم وللملك لمة فامالمة الشیطان فایعاد بالشر وتكذیب بالحق واما لمة للملك فایعاد بالخیر و تصدیق بالحق فمن وجدذالك فلیعلم انه من الله فلیحمد الله ومن وجدالاخری فلیتعوذ بالله من الشیطان الرجیم ثم قراء الشیطان یعدكم الفقرو یأمركم بالفحشا رواه الترمذی (مشكوٰة ص۱۹ باب الوسوسة)''

''عن ابن مسعودؓ قال قال رسو ل الله مامنكم من احد الاوقد وكل به قرینه من الجن و قرینه من الملائكة(رواه مسلم، مشكوٰة ص۱۸ باب الوسوسة)''

یعنی انسان پر فرشتہ اور شیطان دونوں مقرر کئے گئے۔ شیطان گناہ اور تکذیب حق کے لئے اکساتا ہے اور فرشتہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور سچائی کی تصدیق کراتا ہے۔ جس شخص کے دل میں نیکی کے خیالات پیدا ہوں تو وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور گناہ اور خلاف شرع کاموں کی رغبت شیطانی وسوسہ ہے۔

معلوم ہوا کہ الہام کی دو قسمیں ہیں۔ الہام شیطانی اور الہام رحمانی۔ خدا کی طرف سے وہی الہام سمجھا جائے گا جو شریعت محمدی کے موافق ہو۔ اسی لئے سچے الہام میں شریعت کے موافق ہونے کی شرط لگائی گئی ہے۔ یہ مرتبہ اتباع شریعت سے دین دار مسلمانوں کو حاصل ہوسکتا ہے۔ بلکہ کشف تام کا رتبہ اس سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی لئے سوائے حضرت عیسیٰ کے جوان کو نزول کے بعد حاصل ہوگا صالحین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

الہام دونوں کو ہوسکتا ہے اور وحی نبوت کسی کو بھی نہیں ہوسکتی: ''قد جاء الخبر الصحیح فی عیسیٰ وكان ممن اوحی الیه قبل رسول اللهﷺ انه اذا نزل آخر الزمان لایؤمنا الابنا ای بشریعتنا وسنتنا مع ان له الكشف التام اذا نزل زیادة علی الالهام الذی یكون له كما لخواص هذه الامة''

(یواقیت ج۲ ص۸٤)

حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اگرچہ رسول اللہﷺ سے پہلے ان پر وحی نبوت نازل ہوتی تھی۔ مگر نزول من السماء کے بعد سوائے کشف تام کے اور علاوہ الہام کے جو صالحین کو بھی ہوتا ہے وحی نبوت نازل نہیں ہوگی۔

نبی یا رسول کہلانے کیلئے تین باتیں ہونی ضروری ہیں

معلوم ہوا کہ انسان نبی یا رسول اسی وقت کہلایا جاسکتا ہے یا نبوت کے درجہ پر جب ہی

پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ اس میں مندرجہ ذیل اوصاف موجود ہوں:

۱......امر ونہی تحلیل وتحریم وغیرہ احکام اسپر نازل ہوں جو ان کی ذات کے ساتھ خاص ہوں اور ان کو امت میں تبلیغ کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ البتہ پہلے رسول کی شریعت کی تبلیغ اور اتباع کرنے کا حکم ہو۔ گویا وہ بعض احکام میں شریعت سابقہ کا پابند ہو اور بعض میں نہ ہو اور اگر اس کو ایسی شریعت عامہ عطا فرمائی گئی ہو جس کی تبلیغ کرنے کا حکم ہو۔ اس صورت میں رسول پیغامبر کی حیثیت سے خود بھی عمل کرے اور دوسرے کو بھی پابندی کی تلقین فرمائے۔

۲......اس سے خدا تعالیٰ بلا واسطہ ہم کلام ہو یا اس کے پاس بذریعہ فرشتہ کے پیغام پہنچایا گیا ہو۔

۳......وحی لانے والے فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے خدا کا پیغام سنے۔

ملہم ہونے کی شرطیں

اسی طرح ملہم ہونے کی بھی چند شرطیں ہیں:

۱...... نیک مرد صالح اور پابند شریعت ہو۔ تا کہ اس پر دقائق شریعت اور اسرار قرآنیہ کا دروازہ کھل جائے۔ کیونکہ گناہ اور معصیت کی وجہ سے شیطان کا تسلط قوی اور فرشتہ کی امدادی طاقت کمزور ہو جاتی ہے جس سے الہامات ربانی کے بجائے شیطانی وساوس کا القاء ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''ھل انبئکم علی من تنزل الشیطین تنزل علی کل افاك اثیم'' (الشعراء :۲۲۱،۲۲۲)

شیخ عبدالوہاب شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں: ''الولی الکامل یجب علیه معانقة العمل بالشریعة المطھرة حتی تفتح اللّٰه تعالی له فی قلبه عین الفھم عنه فیلھم معانی القران ویکون من المحدثین'' (ص۲۲)

۲...... ملہم کا کوئی الہام خلاف شریعت نہ ہو اور اس کی ہر ایک حرکت کتاب اور سنت کے موافق ہو۔ قرآن میں ہے:

''ومن لم یحکم بما انزل اللّٰه فاولئك ھم الکافرون'' (مائدہ:۴۴)

''ومن یشاقق الرسول من بعد'' (نساء:۱۱۵)

یواقیت میں ہے: ''فان من شان اھل الطریق ان تکون جمعی حرکاتھم وسکناتھم محرزة علی الکتاب والسنة ولا یعرف ذالك الا بالتبحر فی علم الحدیث والفقه والتفسیر'' (یواقیت ج۲ ص۹۲)

''اذا رائیتم شخصاً متربعا فی الهواء فلا تلتفتوا الیه الا رائتموه مقیدا بالکتاب والسنة'' (یواقیت ج۲ ص۹۳)

۳...... ملہم کتاب وسنت کے وہی معنی بیان کرے جو آئمہ مجتہدین نے سمجھے ہیں اور جو شریعت کے مطالب اور مضامین آج ہمارے ہاتھ میں ہیں ان کے خلاف کوئی بات نہ کہے۔

شیخ عبدالوہاب لکھتے ہیں: ''هل ثم طریق للشریعة غیر ما بایدینا من النقول ثم یقول من زعم ان ثم علما باطناً غیر ما بایدینا فهو باطلی یقارب الزندیق (یواقیت ج۲ ص۹۲)'' جو علم شریعت کا آج ہمارے ہاتھ میں ہے کیا اس کے سوا کوئی اور معنی بھی ہیں۔ ہرگز نہیں جو شخص ایسا دعویٰ کرے وہ زندیق اور بے ایمان ہے۔

شیخ اکبر فتوحات میں لکھتے ہیں: ''اعلم ان میزان الشرع الموضوعة فی الارض هی ما بایدی العلماء من الشریعة فمهما خرج ولی عن المیزان الشرع المذکورة مع وجود عقل التکلیف انکرنا علیه ذالك فان غلب علیه الحال سلم له حاله مالم یعارض نصاً او اجماعاً واما مخالفة لما طریقه الفهم فلا قال فان ظهر بامر یوجب الحد فی ظاهر الشرع ثابت عند الحاکم اقیمت علیه الحدود ولا بد'' (کبریت احمر ص۱۳۸ و فتوحات باب ۱۸۵)

''آج شریعت کی ترازو وہی ہے جو علماء ظاہر کے ہاتھ میں ہے۔ جو ولی اس میزان پر صحیح نہیں اترے گا۔ اگر وہ ذی ہوش ہے تو اس پر انکار کریں گے اور اگر مغلوب الحال ہے تو اس کو معافی دی جائے گی۔ بشرطیکہ اس نے کوئی کلمہ قرآن وحدیث اور جماع امت کے خلاف نہ کہا ہو اور اگر اپنی رائے اور عقل سے ایسے معانی اور مطالب بیان کرتا ہے جو ظاہری شریعت کے خلاف ہیں تو پھر اس کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ مستحق سزا کا ہوگا تو اس پر حد شرعی جاری کر دی جائے گی۔''

۴...... الہام میں امرونہی اور تحلیل وتحریم نہیں ہوتی۔ بلکہ اسرار شریعت، مناجاۃ الٰہی اور بشارات وغیرہ ہوتی ہیں اور بس۔ اسی پر تمام اہل کشف کا اجماع ہے: ''وقد ثبت عند اهل الکشف باجمعهم انه لا تحلیل ولا تحریم لا حد بعد انقطاع الرسالة والنبوة'' (کبریت احمر ص۱۱۶)

ملہم کے لئے فرشتہ کی روایت اور اس کے کلام کا سماع یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہوتیں۔

۶...... خدا تعالیٰ کبھی کسی ملہم سے بلاواسطہ ہم کلام نہیں ہوتا: ''فان قال لم

یجئی بذالك ملك وانما امر فی اللّٰه تعالیٰ به من غیر واسطة قلنا لهٗ هذا اعظم من الاول فانك اذن ادعیت ان اللّٰه تعالیٰ کلمك کما کلم موسی علیه الصلوٰة والسلام ولاقائل بذالك من علماء النقل ولا من علماء الذوق''

(یواقیت ص۳۸ ج۲)

تحقیق نبوت غیر تشریعیہ

چونکہ الہام اور کشف اور رویاء صالحہ بھی ایمان اور تقوی طہارت کی طرح انبیاء علیہم السلام کے مجموعہ اوصاف وکمالات میں سے چند وصف ہیں۔ اس لئے اس پر صوفیائے کرام نے نبوت غیر تشریعیہ کا لفظ اطلاق کر دیا۔ ورنہ وہ بعینہ نبوت نہیں ہے۔ اسی طرح حسن خلق، حلم، عفت اعتدال، ایمان، ورع وتقوی پر بھی نبوت کاملہ کا اطلاق کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی نبی کے اوصاف میں سے چند وصف ہیں۔ لہٰذا ہر مومن جس میں عفت، پاک دامنی، کمال ایمان وغیرہ خاصیتیں موجود ہوں وہ نبی ہونا چاہئے۔ باوجودیکہ یہ ضابطہ بداہتہً باطل ہے۔ غرض نبوت غیر تشریعیہ ولایت کا ایک درجہ ہے جس کو فنافی الرسول سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جس طرح بحر توحید میں ڈوبے ہوئے کو فنافی اللہ کہتے ہیں۔ مگر وہ باوجود اس بات کے بعینہ خدا نہیں بن جاتا اسی طرح رسول اللہ کی کامل پیروی کرنے والا محبّ رسول کو فنافی الرسول کہتے ہیں اور وہ اس وجہ سے بعینہ رسول یا نبی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ولایت کا ایک ایسا مرتبہ ہے کہ جس کی شان کسی قدر نبوت کی شان سے ملتی جلتی ہے۔

مگر مرزا قادیانی نبی تشریعی اور رسول میں کوئی فرق نہیں کرتے اور جو تفسیر رسول کی، کی جاتی ہے۔ یعنی اس کو ایک کتاب خلق کی ہدایت کے لئے اور شریعت عامہ امت کے عمل کرنے کے واسطے دی جائے۔ بعینہ وہی معنی نبی تشریعی کے لیتے ہیں باجودیکہ نبی تشریعی کے معنی عام ہیں جو نبی اور رسول دونوں پر بولے جاتے ہیں اور رسول اس کی ایک قسم ہے اور قسم کبھی مقسم کی عین نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں نبی تشریعی اور غیر تشریعی صوفیائے کرام کی ایجاد کردہ اصطلاح ہے۔ قرآن وحدیث اور پہلی آسمانی کتابوں میں نبی غیر تشریعی کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے خواہ وہ نبی تھے یا رسول۔ مگر سب کے سب نبی تشریعی تھے اور ان پر وحی نبوت نازل ہوتی تھی۔ غیر تشریعی نبی کوئی بھی نہ تھا۔ محض صوفیائے کرام نے فنا فی الرسول کے مقام کا نام نبوت غیر تشریعیہ رکھ دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت کر دی کہ نبوت کا لفظ اس پر اطلاق کرنا قطعاً ناجائز اور بالکل حرام ہے۔ چنانچہ یواقیت میں ہے:

''قد كان الشيخ عبدالقادر الجيلي يقول اوتی الانبياء اسم النبوة واوتينا اللقب ای حجر علينا اسم النبی مع ان الحق تعالی يخبرنا فی سرائرنا ۔ بمعانی كلامه و كلام رسولهﷺ ويسمی صاحب هذا المقام من انبياء الاولياء غاية نبوتهم التعريف بالا حكام الشريعة حتی لا يخطئوا فيها لا غير'' (اليوقيت ج ۲ ص ۳۹)

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں قرآن اور حدیث کے معانی اور مطالب کا القاء کرتا ہے اور ہم کو شریعت کے حقائق اور اسرار پر نبیوں کی طرح مطلع کرتا ہے۔ لیکن ہم پر لفظ نبی اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے۔ چونکہ اس مقام میں نبوت کی جھلک ہوتی ہے۔ اس لئے اس درجہ پر جو فائز ہوں ان کو انبیاء الاولیاء سے موسوم کر سکتے ہیں۔ ان کی نبوت صرف اس قدر ہے کہ ان کو شریعت کا صحیح علم بذریعہ الہام کے کرا دیا جائے۔ تاکہ شریعت کے سمجھنے میں غلطی نہ کھائیں۔ گویا ایسے لوگ حدیث من ارادالله به خير ايفقه فی الدين کے صحیح مصداق ہو جاتے ہیں۔

''القسم الثانی، من النبوة البشرية وهو خاص بمن كان قبل بعثة نبينا محمدﷺ وهم الذين يكونون كالتلامذه بين يدی الملك فينزل عليهم الروح الامين بشريعة من الله فی حق نفوسهم يتعبد هم بها فيحل لهم ماشاأو يحرم عليهم ماشاء ولا يلزمهم اتباع الرسل وهذالمقام لم يبق له اثر بعد محمد'' (يواقيت ۲ ج ص ۲۵)

''نبوت کی وہ قسم جس میں نبی کی ذات کے واسطے امر و نہی اور حلال وحرام کے احکام بذریعہ جبرئیل نازل ہوتے ہیں اور وہ اس حکم میں پہلے رسول کے تابع نہیں ہوتے۔ البتہ رسولی شریعت کی اشاعت کرنے میں مانند سرکاری اہلکاروں کے کام کرتے ہیں۔ ایسی نبوت رسول عربیؐ کے ظاہر ہونے سے پیشتر تمام نبیوں میں پائی جاتی تھی۔ لیکن اب حضرت کی بعثت سے وہ بالکل بند ہو چکی ہے۔''

معلوم ہوا کہ جس نبی کو ہدایت کے لئے کتاب نہیں دی جاتی تھی اس میں دو حیثیتیں پائی جاتی تھیں:

(۱)...... امت کے حق میں وہ پہلی شریعت کی مبلغ ہوتے تھے اسی کی اتباع کی امت کو تلقین فرماتے تھے۔

(۲)...... اپنی ذات خاص کے لئے ہر حکم میں شریعت سابقہ کے پابند نہیں ہوتے

تھے بلکہ بعض احکام براہ راست خدا کی طرف سے بذریعہ جبرئیل نازل ہوتے تھے۔ نہ بالکل رسولوں کی طرح مستقل تھے اور نہ مانند امتی کے ہر حکم میں تابع ہوتے تھے۔

چنانچہ حضرت لوط اور حضرت یوسف اور ہارون علیہم السلام مستقل نبی نہ تھے۔ بلکہ تابع ہی تھے۔ قرآن مجید میں ہے: ''فامن له لوط'' (العنکبوت:۲۶)

''ای فی جمع مقالاته لافی النبوة ومادعااليه من التوحيد فقط (ابو السعود ص۳۷۹) ''حضرت ابراہیم پر لوط ایمان لے آئے اور ان کی ہر ایک بات تسلیم کر لی۔

۲...... ''فارسله معی ردآیصدقنی (القصص:۳٤) ''اے اللہ! میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار اور تصدیق کرنے والا بنا کر میرے ساتھ بھیج دے۔

۳...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا: ''افعصيت امری (طه:۹۳)''

۴...... حضرت یوسف علیہ السلام نے دین ابراہیم کی اتباع کا ان لفظوں میں اقرار کیا: ''اتبعت ملة ابائی ابرهيم واسحق ويعقوب (يوسف:۳۸) ''میں اپنے آباؤ اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کا متبع ہوں۔

۵ ''اناانزلنا التوراة فيها هدی ونور يحكم به النبيون'' (المائده:٤٤)

ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور حق کی روشنی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اسی کے احکام بیان کرتے تھے۔ علامہ ابن جریر حدیث تسوسهم الانبياء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ای انهم كانوا اذا ظهر فيهم فساد بعث الله لهم نبيا، يقيم لهم امرهم ويزيل ماغيّروا من احكام التوراة ''نبی کا پہلے رسول کے تابع ہونا اور شریعت سابقہ کا تبلیغ کرنا ان آیات سے ظاہر ہے اور بعض احکام کا براہ راست خدا سے حاصل کرنا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا جو شخص آج رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا سے براہ راست فیض حاصل کرنے کا دعویدار ہوگا وہ مدعی نبوت سمجھا جائے گا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے۔''

(براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ ص۵۰۰، خزائن ج۱ ص۵۹۴)

ب۔۔۔۔ وحی غیر انبیاء پر بھی نازل ہوتی ہے:"اوحینا الی ام موسیٰ (القصص:۷)" سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں۔ذوالقرنین کو مخاطب بناتے ہوئے یہ فرمایا گیا:"یاذالقرنین اماان تعذب واماان تتخذ فیھم حسنا (کھف:۸۶)"
حضرت مریم پر یہ وحی اتری:"یا مریم اقنتی لربك واسجدی (آل عمران۴۳)"

ج۔۔۔۔ وحی الہام رویاء اور فرشتہ کی گفتگو، مکالمہ خداوندی پر بولی جاتی ہے۔پہلی تین قسمیں نبیوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔البتہ الہام اور القاء ربانی کے علاوہ مخاطبہ الٰہیہ کی وہ قسم جو بذریعہ فرشتہ کے بیداری میں ہو یا بلا واسطہ خدا تعالیٰ کسی سے کلام کرے۔یہ دونوں قسمیں وحی نبوت کہلاتی ہیں جو نبیوں کے علاوہ کسی غیر میں نہیں پائی جاتیں۔اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو بذریعہ الہام یا خواب کے واقعہ کے اطلاع دی گئی یا کسی فرشتہ کی معرفت حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا۔مگر یہ فرشتہ کی اپنی گفتگو تھی خدا کی پیغام رسولی نہیں تھی۔اسی طرح مریم کے ساتھ فرشتہ کا مکالمہ تھا خدا تعالیٰ کے حکم کی پیغام رسانی تھی۔الہام یا فرشتوں کی گفتگو وحی نبوت نہیں کہلاتی۔دیکھو آیت:"ولوتری اذاالظالمون فی غمرات الموت والملائکة باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم (الانعام:۹۳)"(میں اخرجوا انفسکم فرشتوں کا کلام ہے جو کفاروں سے سکرات موت کے وقت کہا جاتا ہے۔مگر اس مخاطبہ کی وجہ سے کسی کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ومثله کثیرفی القرآن!

۲۔۔۔۔ صاحب مدارک اوحینا الی ام موسیٰ کے تحت میں لکھتے ہیں:
"بالھام او بالرویاء او باخبار ملك کماکان لمریم ولیس ھذاوحی الرسالة ولا تکون ھی رسولا "یہ فرشتوں کا مکالمہ یا الہام تھا جس کو وحی نبوت نہیں کہتے۔اور ذوالقرنین اگر نبی نہ تھے تو یہ وحی اس زمانہ کے نبی کی معرفت آپ کو پہنچائی گئی تھی۔براہ راست ان پر نازل نہیں ہوئی اور ایسی مثالیں قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔

۱۔۔۔۔ "وقلنالھم کونوا قردة خاسئین" (البقرة:۶۵)

۲۔۔۔۔ "قلنااھبطوا مصرا فان لکم ماسائلتم (البقرة:۶۱)"
میں جن بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ان میں سے ایک بھی نبی، رسول نہ تھا۔بلکہ وحی اس زمانہ کے نبی پر اتری تھی۔مگر مخاطب امت کو بنایا گیا۔

۳۔۔۔۔ "یابنی آدم خذوا زینتکم" (الاعراف:۳۱)

۴…… ’’الم أعهد یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطین (یاسین:۶۰)‘‘ اس میں بنی آدم کومخاطب بنایا جو یقیناً نبی نہ تھے۔بس ایسا ہی یہاں سمجھنا چاہیے۔یا اس مخاطب الٰہیہ سے الہام مراد ہے:’’ان کان نبیا فقدا وحی اللّٰہ الیہ بھذا والاّ فقدا وحی الی نبی فامرہ النبی بہ او کان الھام (مدارک)‘‘

باب:مرزا قادیانی اور دعویٰ نبوت

یوں تو مرزا قادیانی کی کوئی تحریر بھی کسی معاملہ میں قطعی فیصلہ نہیں ہے۔لیکن نبوت کا دعویٰ آپ نے ایسے مبہم اور پیچیدہ لفظوں میں کیا ہے کہ آپ کے متبعین بھی کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر ہیں۔مرزامحمود احمد خلیفہ قادیانی جماعت کا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی نے ابتداء میں محدثیت اور مسیحیت کا دعویٰ کیا اور نبوت کے مدعی کو کافر سمجھا۔لیکن ۱۹۰۱ میں ان کو معلوم ہوا کہ آپ حقیقی طور پر نبی ہیں۔چنانچہ اس کے بعد آپ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔اسی پر آخر تک قائم رہے۔

لاہوری جماعت کہتی ہے کہ آپ سے جو خدا کا مکالمہ ہوا اس میں آپ کو نبی یا رسول کے لفظ سے ضرور یاد کیا گیا۔لیکن وہ مجازی اور لغوی اعتبار سے تھا۔حقیقی طور پر نہیں تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ مدعی نبوت کو کافر کہتے رہے اور کبھی نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں کیا۔

ہر ایک فریق اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے۔مرزا محمود احمد اپنی کتاب (القول الفصل کے ص۲۴) پر لکھتے ہیں’’تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست ۱۸۹۹ سے ۲۵؍اکتوبر۱۹۰۲ء ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضلیت ہے اور آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے۔لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ دو اور تین سے ثابت ہے۔آپ کو خداتعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں بلکہ نبی ہیں۔ہاں ایسے نبی جس کو آنحضرتﷺ کے فیض سے نبوت ملی۔پس ۱۹۰۲ سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہوسکتا۔‘‘چونکہ اسی کتاب میں ۵نومبر ۱۹۰۱ء کے ٹریکٹ سے چار حوالے ص۴،۵،۶،۷ پر تحریر کئے جو ۱۹۰۲ء کے دعویٰ نبوت کے خلاف تھے۔اس لئے حقیقت النبوۃ میں ایک سال اور کم کر کے لکھتے ہیں۔’’اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۲ء درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور

پر حد فاصل ہے……… پس یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔" (ص ۱۲۱)

اس خیال کی تائید میں مرزا قادیانی کی وہ تحریریں جو ۱۹۰۱ء کے بعد لکھی گئیں پیش کی جاتی ہیں۔ احمدیہ پاکٹ بک والا حوالجات نقل کرتا ہوا لکھتا ہے:

(۱)…… "ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توریت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو۔"

(ملفوظات ج ۱۰ص ۲۱۷)

(۲)…… "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ اس دنیا سے گذر جاؤں۔"

(آخری مکتوب اخبار عام ۲۳مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۵۹۷)

(۳)…… "اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا ایک پہلو سے امتی۔ وہی مسیح موعود کہلائے گا۔" (حقیقت الوحی ص ۱۰۱، خزائن ج ۲۲ص ۱۰۴، حاشیہ)

(۴)…… "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ ص ۲۰، خزائن ج ۲۰ص ۴۱۲)

(۵)…… "بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت سے آنحضرت ﷺ کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔" (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ص ۱۵۴)

(۶)…… "میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے الگ ہوکر نبی ہوں۔"

(البلاغ المبین ص ۲۰)

(۷)…… "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر اس معنی سے کہ میں نے اپنے رسول اور مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۷،۶، خزائن ج ۱۸ص ۲۱۱،۲۱۰)

(۸) ...... ''ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔''

(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۸)

اس قسم کی اور بھی تحریرات تھیں جو بخوف طوالت حذف کر دی گئیں۔ ان حوالہ جات سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے خیال میں رسولی شریعت کی اتباع کرنے سے نبوت مل سکتی ہے اور ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ یہ ختم نبوت کے خلاف ہے اور خود مرزا قادیانی بھی ایسے نبی تھے۔ گویا نبی تشریعی مرزا قادیانی کے رائے میں وہی ہے جو مخلوق کی ہدایت کے لئے نئی شریعت عامہ تبلیغیہ اور نئی کتاب لے کر آئے اور بغیر کسی پہلے رسول کے اتباع کے نبوت حاصل کرے۔ یعنی جو تعریف رسول کی ہے وہ مرزا قادیانی کے نزدیک نبی تشریعی کی ہے اور لاہور جماعت کا امیر محمد علی اپنے رسالہ ''مسیح موعود اور ختم نبوت'' میں قادیانی خیالات کی تردید کرتے ہوئے مرزا قادیانی کی تحریرات کے مندرجہ ذیل حوالے پیش کرتا ہے:

۱...... ''میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

(اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۱،۲۳۰)

۲...... ''تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام وتوضیح المرام وازالۃ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں۔ میرا اس پر ایمان ہے کہ ہمارے سید ومولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے متکلم

مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے: ''عن ابی ھریرہؓ قال قال النبی ﷺ قدکان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکون انبیاء فان یك فی امتی منهم احد فعمرؓ! بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔''

(اشتہار مورخہ ۳فروری ۱۸۹۲ء جو ڈاکٹر عبدالحکیم کے مقابلہ میں دیا گیا مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۱۴)

۳...... ''وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ بلکہ رسول کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشین گوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کو معمولی بول چال اور دن رات کے محاورے میں یہ لفظ نہیں چاہئیں...... جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کو قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا۔'' (الحکم نمبر ۲۹ ص۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۴...... ''نہ مجھے دعویٰ نبوت وخروج از امت اور نہ میں منکر معجزات اور ملائکہ اور نہ میں لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے میں ایک ہوں۔'' (نشان آسمانی ص۳۰ خزائن ج۴ ص۳۹۰)

مرزا قادیانی نے تمام تحریروں میں محدث کو متکلم اور غیر نبی کہا ہے اور ہر قسم کے نبی آنے سے انکار کیا ہے۔ مگر یہ تمام تحریریں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ اس کے بعد کی تحریرات ملاحظہ ہوں۔

(۵)...... ''نؤمن بانه خاتم الانبیاء لا نبی بعده الالذی ربی من فیضه واظهره وعده ولله مکالمات ومخاطبات مع اولیائه فی هذه الامة وانهم یعطون صبغة الانبیاء ولیسوا بنبیین فی الحقیقة فان القران اکمل

وطرالشریعة ولا یعطون الافهم القرآن ولایزیدو نه ولا ینقصون ومن زاد وانقص فاؤلئك من الشیطان الفجره'
(مواہب الرحمن ص ۶۶،۶۷۔ خ ۱۹ص ۲۸۵، ۲۸۶ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)
حقیقت الوحی میں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی سب سے آخری کتاب ہے لکھتے ہیں کہ ''والنبوة قد انقطعت بعد نبیناﷺ ولاکتاب بعد لفرقان الذی هوخیر الصحف السابقة ولا شریعة بعد الشریعة المحمدیة بیدانی سمیت نبیاً لسا خیرا البریة وذالك امرظلی من برکات المتابعة وما اری فی نفسی خیرا ووجدت کلما وجدت من هذه النفس المقدسة وماعنی الله من نبوتی الاکثرة المکالمة والمخاطبة...... فلیس حق احدان یدعی النبوة بعد رسولنا المصطفی علی الطریقة المستقلة وما بقی بعده الاکثیرة المکالمة وهو بشرط الاتباع لابغیر متابعة خیر البریة والله ماحصل لی هذا لمقام الامن انوار اتباع الاشعة المصطفویة و سمیت نبیامن الله علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقة'' (ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۶۴،۶۵ خزائن ج ۲۲ ص ۶۸۸،۶۸۹)
معلوم ہوا کہ ۱۹۰۲ء کے بعد مرزا قادیانی کے خیال میں سابق کی طرح ہر قسم کی نبوت بند نہیں تھی بلکہ صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہوا تھا جو مستقل طور پر حاصل ہو اور اس میں ہدایت کے لئے نئی شریعت اور کتاب دی جائے اور جو نبوت رسول اللہﷺ کی اتباع سے بلاشریعت عامہ تبلیغیہ کے حاصل ہو وہ نبوت قطعاً بند نہیں ہوئی اور مرزا قادیانی بھی ایسے ہی نبی تھے جو صاحب کتاب نبی کے مقابلہ میں مجازاً نبی کہلایا جاتا ہے۔ اصل میں وہ محدث ہے جس میں نبوت کے تمام اجزاء بالقوہ جمع ہوتے ہوں۔ اس لئے اس کو بالقوہ نبی کہہ سکتے ہیں۔ بالفعل نہیں کہہ سکتے اور وہ اس کی تائید میں مرزا قادیانی کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔
(۲)...... ''قلت ان اجزاء النبوة توجد فی التحدیث کلها ولکن بالقوة لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوة ولو لم یکن سدباب النبوة لکان نبیاً بالفعل...... وکمالات النبوة جمیعها مخفیة مضمرة فی التحدیث وما حبس ظهورها وخروجها الی الفعل الاسدباب النبوة والی ذالك اشار النبیﷺ فی قوله لوکان بعدی نبی لکان عمروما قال هذا الابناء علی ان عمر کان محدثا

فاشارا الی ان مادة النبوة و بذرها یکون موجودا فی التحدیث

(حمامة البشریٰ ص۸۲٬۸۱ خزائن ج ۷ ص ۳۰۱٬۳۰۰)

''میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوہ نہ بالفعل پس محدث بالقوہ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی ہوتا...... کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور ان کا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رک جاتا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے اور اسی کی طرف نبی علیہ السلام نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور یہ صرف اسی لئے کہا کہ عمر محدث تھے۔ پس یہ اشارہ کیا کہ نبوت کا مادہ اور اس کا تخم محدث میں موجود ہوتا ہے۔''

(ترجمہ از مسیح موعود محمد علی لاہوری)

اس تحریر میں تحدیث کے معنی بدل دیئے اور اس میں تمام اجزاءِ نبوت کے جمع ہونے کا دعویٰ کر دیا باوجودیکہ پہلے یہ عقیدہ تھا کہ محدث میں نبوت کے بعض صفات پائے جاتے ہیں اور محدث کسی قسم کا نبی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ لاہوری حوالے ۲ و ۳ سے ظاہر ہے۔

تحدیث میں تمام اجزاءِ نبوت تسلیم کرنے کے بعد نبی اور محدث میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

نبوت وہبی ہے کسبی نہیں

قوۃ اور فعلیت کا فرق بالکل غلط اور بے مفید ہے۔ کیونکہ حطاء نبوت کے لئے کسی استعداد اور قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ محض موہبت الٰہی ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس کے لئے قابلیت کا کوئی خاص معیار مقرر نہیں ہے۔ ''اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالته ''اگر کوئی قابلیت ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ مرد ہو عورت نہ ہو۔ ''ماارسلنا من قبلك الا رجا لا ''ورنہ نبی عربی جو رسمی علوم اور معمولی نوشت وخواند سے بھی ناواقف اور شرائع اور احکام سابقہ سے بیخبر تھے۔ کبھی نبی نہ بنائے جاتے اور باوجودیکہ قرآن عزیز میں یہ ارشاد ہوتا ہے:''وکـذلك او حینا الیك روحاً من امرنا ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان (شوریٰ:۵۲)''

اسی طرح ہم نے تجھ پر وحی نازل کی باوجودیکہ تو نہ کتاب سے واقف اور نہ ایمان کو جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ پھر نبوت کے اجزاء اور اس کے صفات میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر بذریعہ جبرائیل امین کے وحی ربانی نازل ہو اور احکام شرعیہ تبلیغیہ یا غیر تبلیغیہ اس پر ظاہر ہوں یا خدا تعالیٰ بلاواسطہ اس سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہم کلام ہو۔ اگر یہ اجزاء بھی محدث میں پائے جاتے ہیں تو پھر وہ نبی

ہی ہوا۔ اس کو محدث کہنا اور قوہ اور فعل کا فرق نکالنا سراسر غلط ہے اور یہ اگر صفات کسی میں نہیں پائے جاتے تو پھر تمام اجزاء نبوت کا تحدیث میں جمع کرنا صحیح نہیں۔ اس دو عملی سے تو صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ لاہوری اور قادیانی جماعت کے درمیان مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بارے میں محض جنگ زرگری ہے جس کی حیثیت اختلاف لفظی سے زیادہ نہیں ہے۔

کیونکہ اس بات پر دونوں جماعتیں متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی شریعت تبلیغ لے کر کوئی شخص نہیں آ سکتا اور نہ مستقل اور طور پر بغیر رسول شریعت کی اتباع کے ولی نبی بن سکتا ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنے سے ایک شخص میں نبوت کے تمام اجزاء اور اس کی صفات جمع ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی میں تھے۔ چنانچہ محمد علی اپنے رسالہ ''مسیح موعود اور ختم نبوت کے ص۲۳'' پر لکھتا ہے کہ ''ہاں جس بات کے سب لوگ اس وقت تک قائل تھے وہی تھی جس کی تشریح میاں صاحب نے اپنے مضمون میں رد کر دی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کے ان منازل تک پہنچ گئے کہ آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو بڑے سے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ نیز اس پر اتفاق ہے کہ نبی تشریعی وہ نبی ہے جس پر شریعت جدیدہ اور نئی کتاب نازل ہو اور وہ کسی رسول شریعت کا تابع نہ ہو۔ جیسا کہ گزشتہ حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے۔ البتہ اگر اختلاف ہے تو یہ ہے کہ جو شخص ایک حیثیت سے نبی اور ایک جہت سے امتی ہو وہ حقیقتاً نبی کہلایا جا سکتا ہے یا نہیں۔''

لاہوری کہتے ہیں کہ وہ محدث ہے اور اس کو نبی یا رسول مجازاً کہتے ہیں اور اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ''ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔''

(تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

اور مرزا محمود اور اس کی پارٹی اس امر کی قائل ہے کہ ابتداء میں مرزا قادیانی اس مقام کو محدثیت کا درجہ سمجھتے رہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ مقام نبوت کا ہے اور اس سے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ختم نبوت کے اگر مخالف ہے تو وہ نبوت تشریعیہ ہے اور نبوت غیر تشریعیہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ حقیقت النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداء نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے وہ سب شرائط جو نبی کے

لئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں۔آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گوان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے کہ اس لئے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سواء اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔'' (ص۱۴۴)

مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کس طرح کیا

ان تمام تحریرات کے بعد ایک دانشمند اور منصف مزاج انسان اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہے کہ مرزا قادیانی نے شہرت کے ابتدائی زمانہ میں مجددیت اور محدثیت کا دعویٰ کیا اور پھر محدث کے وہ معنی بیان کئے جو نبی غیر رسول کے ہیں اور نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ جو معنی رسول کے تھے وہی نبی کے بیان کئے۔اسی طرح محدثیت کے پردہ میں ایک زمانہ تک نبوت کا دعویٰ ہوتا رہا اور جب عوام پر ان کا یہ جادو چل گیا اور عقیدت مندوں کی ایک جماعت اردگرد جمع ہو گئی تو نبوت کا دعویٰ کھلے الفاظ میں کر دیا اور یہ مرزا قادیانی کی زندگی کا آخری زمانہ تھا جس میں آپ محدثیت کا پردہ چاک کر کے نبوت کی شکل میں نمودار ہوئے۔قادیانی جماعت کا یہ خیال کسی قدر صحیح ہے کہ مرزا قادیانی ایک زمانہ تک نبوت کو محدثیت سمجھتے رہے یا یوں کہو کہ محدث کی یہ توجیہہ بیان کی جو نبی پر صادق آتی تھی۔

محدث کی تعریف

کیونکہ محدث اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ جس پر شریعت مطہرہ کی پابندی اور اتباع کرنے کی وجہ سے قرآن عزیز کے معارف کا دروازہ کھل جائے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کی آنکھوں کو ایسا روشن کر دے جس سے وہ بغیر ظاہری تعلیم و تعلم کے قرآن کریم کے معانی اور مطالب کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔چنانچہ شیخ عبدالوہاب کبریت احمر میں لکھتے ہیں:''فذا الك الولی الکامل یجب علیه معانقة العمل بشریعة المطهرة حتی یفتح اللّٰه تعالیٰ قلبه علی الفهم بمنه فیلهم معانی القران ویکون من المحدثین بفتح الدال (ص۲۲)''

ابتداء زمانہ میں مرزا قادیانی بھی محدث کے یہی معنی بیان کرتے تھے۔جیسا کہ وہ ازالہ میں لکھتے ہیں کہ:''اب یہ بھی یاد رہے کہ عادت اللہ ہر ایک کامل ملہم کے ساتھ یہی رہی ہے کہ عجائبات مخفیہ فرقان اس پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔بلکہ بسا اوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القاء ہوتی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۱۸، خزائن ج۳ ص۲۶۱)

"اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے متکلم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔" عن ابی هریرةؓ قال قال النبی ﷺ قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکون انبیاء فان یك فی امتی منهم احد فعمر"

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۱۴،۳۱۳)

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ الٰہی ہوتا تھا۔ مگر وہ نبی نہیں ہوتے تھے۔ میری امت سے بھی اگر کوئی ایسا ہو تو عمرؓ ہوگا۔ من غیر انبیاء کی قید نے بالکل واضح کر دیا کہ ملہم نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اولیاء کے ساتھ مکالمہ الٰہی کے یہی معنی ہیں کہ ان کے دل میں کوئی سچی بات ڈالی جاتی ہے اور وہ مکالمہ جس کی آواز کانوں سے سنی جاتی ہے یا فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے نبیوں کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی مزید تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ گویا ملہم اور نبی یہ دو متغائر مفہوم ہیں جو کبھی جمع ہی نہیں ہو سکتے۔ مرزا قادیانی کا بھی شروع زمانہ میں یہی عقیدہ تھا۔ ملاحظہ ہو۔

"قرآن شریف کی وہ قرات یاد کرو کہ جو ابن عباس نے کی ہے اور وہ یہ ہے وما ارسلناك من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته!

(ازالہ ص۴۲۲، خزائن ج۳ ص۳۲۱)

مرزا قادیانی نے اس قرأت کو نقل کر کے دو باتیں ظاہر کر دیں:

۱...... رسول اور نبی اور محدث یہ تینوں شخصیتیں بالکل الگ ہیں۔

۲...... محدث نبی نہیں ہوتا۔

۳...... وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچے کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ وہ صرف ایک ملہم ہی تھا۔ نبی نہیں تھا۔"

(ازالہ ص۱۵۳، خزائن ج۳ ص۱۷۸)

لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ نے محدث اور نبی کے مفہوم میں ترمیم کر دی۔ محدث تو اس شخص کا نام رکھا جو امتی ہو کر نبی بنا ہو۔ یعنی وہ نئی شریعت اور نیا دین لے کر نہ آیا ہو۔ بلکہ وہ رسولی شریعت کا تابع اور محض اتباع کی وجہ سے نبوت کے درجہ پر پہنچا ہو۔ نبی کے یہ معنی کئے کہ وہ صاحب شریعت تبلیغیہ ہو وہ کسی پہلی شریعت کا تابع نہ ہو۔ گویا جو معنی رسول کے ہیں وہ نبی کے اور جو مراد نبی سے تھی وہ محدث کی کر دی۔ اب بجائے تین مقام کے صرف دو درجہ رہ گئے:

(۱)..... رسول جس کو مرزا قادیانی نبی بھی کہتے ہیں۔

(۲)..... محدث جس کا مفہوم وہ بیان کیا جو واقع میں نبی کا ہے۔ امور محدثیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ اجزاء نبوت میں سے ایک جز کا نام ہے متروک کر دیئے اور جس حدیث میں اس کو جزو من اجزاء النبوۃ فرمایا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ نوع من انواع النبوت کر دیا۔

''فاعلم أرشدك الله ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوة وقد قال رسول اللهﷺ لم يبق من النبوة الاالمبشرات ای لم يبق من انواع النبوة الانوع واحد وهی المبشرات من اقسام الرؤياء.'' (توضیح المرام ص۱۹، خزائن ج ۳ ص ۶۰)

اس میں من النبوۃ کے معنی من انواع النبوۃ بیان کر کے مبشرات کو نبوت کی ایک نوع بنا دیا۔ باوجودیکہ مبشرات اور رویاء صالحہ نبوت کا چھیالیسواں جز ہے اور جزء عین کل یا اس کی قسم نہیں ہو سکتا۔

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ محدثیت اور نبوت میں جامع کمالات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں رکھا۔ صرف قوہ اور فعلیت کے لفظی اعتبار پر اکتفاء کی گئی۔ باوجودیکہ باب نبوت کے بند ہو جانے کی وجہ سے کوئی شخص مقام نبوت میں قدم ہی نہیں رکھ سکتا۔ پھر محدثیت میں جمیع اجزاء نبوت کے پائے جانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

خود محمد علی اپنی کتاب ''مسیح موعود'' میں شیخ اکبر کا یہ مقولہ نقل کر رہے ہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی شخص مقام نبوت میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ نبوت کے متعلق اپنا ذوق پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر وہ مرزا قادیانی کو جامع کمالات نبوی اور اجزاء نبوت پر حاوی ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

مصرعہ بسوخت عقل زحیرت که اینچه بو العجبی ست!

چنانچہ کہتے ہیں: اعلم انه لاذوق لنافی مقام النبوة لنتكلم عليه وانا نتكلم على ذالك بقدر ما اعطينا من مقام الارث فقط فانه لايصح منا دخول مقام النبوة! (از فتوحات نقلہ محمد علی رسالہ ص۲۹)

مقام نبوت کے متعلق ہمیں کوئی ذوق نہیں ہے کہ ہم اس پر کلام کر سکیں جو تھوڑا سا حصہ بطور وراثت محمدی مل جاتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی شخص نبی کے بعد نبوت کے مقام پر قدم نہیں رکھ سکتا۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں: ''فلا تلحق نہایة الولایة بدایت النبوة ابد ا ولو ان ولیاً تقدم الی العین التی یاخذمنہا الانبیا لاحترق''

(یواقیت ج۲ ص۷۱)

ولایت کا انتہائی درجہ نبوت کے ابتدائی درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی ولی اس چشمہ کی طرف قدم اٹھائے جہاں سے انبیاء علیہم السلام اخذ کرتے ہیں تو فوراً جل جائے۔

اسی طرح کسی ولی میں جمیع اجزاءِ نبوت کے بالقوة جمع نہیں ہوسکتے: ''اما قدم محمد ﷺ فلا یطاء اثره احد کمالا یکون احد علی قلبه وکمالا یکون احد وارثاله علی الکمال ابداً لانه لوورثه علی الکمال لکان رسولا مثله اونبیا بشریعة تخصه یاخذها عمن اخذ منه محمد ﷺ ولا قائل بذلك فنعوذ باللّٰه من التلبیس ''یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعینہ متابعت کسی سے نہیں ہوسکتی اور نہ کسی کا دل آپ جیسا ہوسکتا ہے اور نہ کوئی وراثۃ تمام کمالات سے نبوی پر حاوی ہوسکتا ہے۔ ورنہ وہ ان جیسا رسول یا نبی تشریعی صاحب شریعت خاصہ غیر تبلیغیہ ہوگا اور اس کا امت میں سے کوئی قائل نہیں۔ یہ وسوسہ شیطانی ہے جس سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ کمالات نبوی کا کوئی شخص جامع نہیں ہوسکتا اور اگر کسی کو ایسا دعویٰ ہوگا تو لازمی طور پر وہ نبوت کا مدعی ہی سمجھا جائے گا۔ اگرچہ زبان سے اپنے آپ کو نبی یا رسول نہ کہتا ہو۔ اس لئے مرزا قادیانی کا اپنے آپ کو جمیع اجزاءِ نبوت کا جامع کہنا اور تمام کمالات نبوت کا بالقوہ اپنے اندر دعویٰ کرنا نبوت کے دعویٰ کرنے کے برابر ہے اور شعر:

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

کہنا اگرچہ وہ مثالی طور پر ہو کفر ہے۔

س...... حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں: ''پس حصول کمالات نبوت مرتابعاں را بطریق متبعیت ووراثت خاتم الرسل منافی خاتمیت او نیست '' یعنی کمالات نبوت کا حصول پیروؤں کے لئے پیروی اور وراثت کے طریق پر خاتم الرسل کی بعثت کے بعد اس کے خاتم ہونے کے منافی نہیں۔ معلوم ہوا کہ اولیاء وارث نبی ہونے کی وجہ سے جامع کمالات نبوت ہوسکتے ہیں اور یہی منشاء ان حدیثوں کی ہے:

(۱)...... ''علماء امتی کا ابنیاء بنی اسرائیل''

(۲)...... ''لوکان بعدی نبی لکان عمر''یعنی عمر بالقوہ نبی ہے۔اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی کر دیا جاتا۔

ج...... مجدد صاحب نے وراثت محمدی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ کسی شخص میں جمیع اجزاء نبوت کے جمع ہو سکتے ہیں یا روحانیت اور ظاہری علوم کے علاوہ نبوت کی خصوصیات میں بھی وراثت جاری ہے۔جیسا کہ مرزا قادیانی نے اس عبارت سے سمجھا ہے۔مجدد صاحب کی وہی مراد ہے جو شیخ اکبر نے فتوحات کے باب میں لکھا ہے:

''ولا یخفی ان الارث کلہ یرجع الی نوعین معنوی ومحسوس فالمحسوس ھوالاخبار المتعلقة بافعاله واقواله واحوالهﷺ واما المعنوی فھو تطھیر النفس من مذام الخلاق تحلتبھا بمکار مھاوکثرة ذکر اللّٰه عزوجل علی کل حال بحضور و مراقبة'' (یواقیت ج۲ ص۸۹)

رسول اللہﷺ کی وراثت دوقسم کی ہے۔ ظاہری اور معنوی۔ ظاہری وراثت حضورﷺ کا قول وفعل اور آپﷺ کے حالات ہیں (جس کے علمائے ظاہر وارث ہیں) تزکیہ نفس،تقویٰ طہارت ،اخلاقی خوبیوں کے ساتھ متصف ہونا اور بداخلاقیوں سے بچنا اور ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا وغیرہ وراثت معنوی ہے۔جس طرح تخلق باخلاق اللہ سے خدائی کی صفتیں کسی شخص میں پیدا نہیں ہوسکتیں اور وہ خدا نہیں کہلایا جا سکتا۔اس طرح اخلاق نبوی حاصل کرنے کی وجہ سے کمالات کا جامع یا نبی بالقوہ نہیں بن سکتا۔یہی مراد حدیث''علماء امتی'' کی ہے اور ''لوکان بعدی نبی لکان عمر''کے یہ معنی کرنے کہ اصل نبوت بالقوۃ موجود تھی غلط ہے۔اس حدیث میں صرف ان کی نبوت کے واسطے موزنیت کا اظہار کیا ہے۔نہ یہ کہ اس میں جمیع کمالات نبوت بالقوہ موجود تھے۔ورنہ تو ان سے زیادہ ابوبکرؓ اس بات کے مستحق تھے۔پھر نبوت کے حصول کے واسطے لیاقت کا کوئی خاص معیار مقرر نہیں ہے۔جیسا کہ مذکور ہو چکا۔اس کے علاوہ کمالات نبوت میں نبی کے مساوی ہونے کے باوجود اگر کوئی فرق لاہوری جماعت کے خیال کے موافق قابل اعتبار ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ نبی بالفعل کو حقیقی نبی کہہ سکتے ہیں اور ان کو حقیقت میں نبی نہیں کہہ سکتے۔گو نبی کے معنی سے محدث کہہ سکتے ہیں۔لیکن مرزا قادیانی صرف لغوی نبی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے خطاب یافتہ نبی ہونے کے مدعی ہیں۔بلکہ''فلا یظھر علی غیبہ احداً (جن:۲۶)''جو نبیوں کے واسطے مخصوص ہے پیش کر کے اپنی نبوت ثابت کرنا

چاہتے ہیں۔ پھر لغوی اور حقیقی کا فرق نکالنا بھی بے سود ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

(۱)...... ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اسی پر قائم ہوں اس وقت تک کہ اس دنیا سے گزر جاؤں۔''

(مرزا کا آخری مکتوب اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

(۲)...... ''اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگویاں ہیں جن کی رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے...... مصفی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اس مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفی غیب حسب منطوق آیت (فلا یظھر علی غیبه احدا) نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ وہ طریق براہ راست بند ہے...... اس موہبت کے لئے محض بروز ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵۵، حاشیہ خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹)

(۳)...... ''مستقل نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔''

(حقیقت الوحی ص ۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۰)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نبوت اور رسالت جو آیت کا مصداق ہے مستقل طور پر بلا واسطہ تو حاصل نہیں ہوسکتی۔ مگر مرزا کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے یہ درجہ نصیب ہوسکتا ہے اور یہی معنی ظلیت کے ہیں۔

لہٰذا محمد علی کا دعویٰ ظلیت کو دعویٰ نبوت کی نفی میں پیش کرنا کہ سایہ اور اصل شے برابر نہیں ہوا کرتی جائز نہ رہا۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے (الحکم مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء) میں ظلیت کے معنی کمالات نبوی کا حاصل کرنا لکھا ہے اور ایسی ظلیت کا وجود دوسرے حقیقی نبیوں میں تسلیم کیا ہے جس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ جب دوسرے نبی باوجود ظلیت کے حقیقی نبی تھے تو مرزا قادیانی کیوں حقیقی نبوت سے محروم رکھے جائیں۔ ملاحظہ ہو اخبار الحکم جس میں وہ لکھتے ہیں:

''پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم ﷺ کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔'' (الحکم ج ۶ نمبر ۱۵، ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء ملفوظات ج ۳ ص ۲۷۰)

جب ایک صفت میں ظل ہونے کے باوجود تمام انبیاء نبی حقیقی تھے تو مرزا قادیانی جو جمیع اوصاف نبوی میں اپنے آپ کو ظل کہہ رہے ہیں کیوں نبی حقیقی نہ ہوں گے؟۔

رہا یہ شبہ کہ وہ اپنے منکر کو کافر نہیں کہتے۔ اگر وہ نبی ہوتے تو ان کا منکر ضرور کافر سمجھا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی غیر رسول کا خیال امت کے اولیاء اللہ کی طرح ہے۔ کسی خاص ولی کو ماننا اور اس کی بیعت کرنا ضروری نہیں۔ البتہ بیعت میں داخل ہونے کے بعد ان سے بلا وجہ شرعی علیحدہ ہونا مذموم ہے اور نبی کی بیعت سے نکلنا موجب کفر ہے۔

چنانچہ فتوحات کے باب ۳۱۴ میں ہے: ''اعلم ان اول رسول ارسل نوح علیہ السلام ومن کانو اقبلہ انما کانوا انبیاء کل واحد علی شریعۃ من ربہ فمن شاء دخل فی شرعہ معہ ومن شاء لم یدخل فمن دخل ثم رجع کان کافراً ومن لم یدخل فلیس بکافر'' (کبریت احمر ج ۱ ص ۱۵)

سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام تھے اور ان سے پہلے سب نبی تھے جن کو خدا کی طرف سے شریعت غیر تبلیغیہ دی گئی تھی۔ جو شخص ان کی شریعت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ داخل ہو جاتا اور جو نہ چاہتا وہ داخل نہ ہوتا۔ اسی لئے ان کی بیعت میں داخل نہ ہونے والا کافر نہ ہوتا۔ لیکن جو شخص بیعت کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتا وہ کافر ہو جاتا تھا۔

یہی بات مرزا قادیانی نے کہی ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر عبدالحکیم کو بیعت توڑنے کے بعد مرتد کہا گیا۔ اس کے علاوہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہ کہنا مرزا قادیانی کا پہلا خیال ہے۔ آخری عقیدہ بھی سن لیجئے:

''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔''

(مرزا کا خط بنام عبدالحکیم مندرجہ تذکرہ ص ۶۰۷ طبع سوم)

''یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے...... علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

س...... ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذنہ! اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی امتی نہیں ہو سکتا۔

ج...... یہ آیت رسول کے بارے میں ہے۔ نبی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نبی

زمانہ نبوت میں امتی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ البتہ رسول زمانہ رسالت میں مطیع کسی دوسرے رسول کا نہیں ہوتا۔ لیکن زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد مطیع ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث میں ہے:''لوکان موسی حیاً لمایسعه الا اتباعی ''اور عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد نبی ہوں گے۔ مگر نبوت کے عہدہ پر نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ اس معاملہ میں بالکل امتی جیسے ہوں گے۔ پھر اس آیت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ جس قوم کی طرف اس کو رسول بنا کر بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے سے بڑے رسول کا فرمانبردار یا تبع نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں ہے:''واذ اخذ اللّٰه میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)''اس میں تمام نبیوں کو آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

غرض مرزا قادیانی نے آخر میں نبوت کا کھلا ہوا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے لاہوری جماعت محمد علی کی، اس تحریر کے بموجب جس میں وہ مدعی نبوت کو کافر کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو بھی خارج از اسلام سمجھیں یا قادیانیوں کے ساتھ مل جائیں اور محدثیت کے پردہ میں ان کی نبوت پیش کرنی چھوڑ دیں۔ چنانچہ مسٹر محمد علی اپنے رسالہ (مسیح موعود اور ختم نبوت ص۳) میں تحریر کرتے ہیں کہ: ''آپ دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر بناتے ہیں۔''اس کے بعد ہم مرزا قادیانی کے وہ چند حوالے پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے فیصلہ کی تائید اور تقویت ہوتی ہے:

۱...... ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم بالغیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کہیں انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔'' (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۷،۶، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱،۲۱۰)

۲...... ''بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اس وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک

پہلو سے امتی بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۹۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۰) اس بیان کی غلطی پہلے مذکور ہو چکی ہے۔

۳...... ''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔''

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

۴...... ''جس شخص کو بکثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۹۰، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

۵...... ''خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا۔'' (چشمہ معرفت ص ۳۲۵، خزائن ج ۲۳ ص ۳۴۱)

۶...... ''میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اور اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔''

(تجلیات الٰہیہ ص ۲۰، خزائن ج ۲۰ ص [illegible])

۷...... ''خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔''

(الوصیت ص ۱۱، خزائن ج ۲۰ ص [illegible])

۸...... ''اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹)

مرزا قادیانی نے ان حوالجات میں ثابت کر دیا کہ جس شخص کو بکثرت مکالمہ اور مخاطبہ الٰہی سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر کھولے جائیں اس کو شریعت کی اصطلاح میں نبی کہتے ہیں اور دنیا میں جس قدر انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں وہ سب اسی قسم کے نبی تھے اور ان پر لفظ محدث اطلاق کرنا جائز نہیں اور ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا کہ ''یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو

بارِ ثبوت اس کی گردن پر۔" (حقیقت الوحی ص۳۹۱ 'خزائن ج۲۲ص۴۰۶)

لاہوری جماعت نبوت حقیقیہ کے دعویٰ سے انکار کرتی ہے۔ مگر مندرجہ ذیل حوالہ سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا قادیانی حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں:

۱...... "یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۱۳۸ 'خزائن ج۲۱ص۳۰۶)

۲...... "بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ تا ان کو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں۔" (شہادت القرآن ص۴۴ 'خزائن ج۶ص۳۴۰)

۳...... "نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۹ 'خزائن ج۱۸ص۲۱۰)

نبی کے معنی ظاہر کرنے کے بعد اسی قسم کی نبوت کا دعویٰ بایں الفاظ کرتے ہیں:

(۱)...... "اس امت میں آنحضرتﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔" (حقیقت الوحی ص۲۸ 'خزائن ج۲۲ص۳۰)

(۲)...... "جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ کیونکہ جو شخص براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے۔ جیسا کہ نبیوں سے کیا۔ اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے۔" (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۱ 'خزائن ج۱۷ص۶۱)

(۳)...... "ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توریت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں۔ پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچے مانتے ہو۔"

(بدر۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء 'ملفوظات ج۱۰ص۲۱۷)

(۴)...... "ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں...... ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل میں یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس

میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کتنے ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔ جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشانات اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہئے۔''

(ڈائری مرزا قادیانی مندرجہ اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)

(۵)...... ''خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔''
(چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

ان تمام حوالہ جات سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے اسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا تھا جو انبیاء بنی اسرائیل میں پائی جاتی تھی اور اس کو ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے اور اس کا نام لوگوں کے اشتعال کو دبانے کے لئے نبوت غیر تشریعہ رکھا ہوا تھا۔ البتہ رسالت جس کو نبوت تشریعی بھی کہتے تھے اور جس میں نئی کتاب اور شریعت جدیدہ لانے کی شرط لگا رکھی تھی اس کا کھلم کھلا دعویٰ نہیں کیا اور اس کو ختم نبوت کے خلاف سمجھتے تھے۔ گویا ان کے خیال میں خاتم النبیین کے معنی خاتم المرسلین یعنی تشریعی نبی کے ختم کرنے والے تھے۔ اور بس!

مگر ان کا یہ خیال بھی اجماع امت کے خلاف اور موجب کفر ہے۔ کما سیظهر لك انشاء الله تعالیٰ۔ اور جیسا کہ خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''حضرت محمد مصطفیٰ خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

(اشتہار مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء از رسالہ مسیح موعود ص ۳، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰،۲۳۱)

بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو مرزا قادیانی نے رسالت تشریعی کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے جو معنی نبی تشریعی کے ازالہ وغیرہ میں بیان کئے ہیں ان کو مرزا قادیانی کے دعاوی سے مقابلہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے در پردہ نبی تشریعی ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ ذیل کے اقتباسات ہمارے اس خیال کے زبردست مؤید ہیں:

۱...... ''جب حضرت مسیح بن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرائیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعے سے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہیہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہرحال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرائیل ان پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ بھی بکلی مسلوب النبوۃ ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول ہونا فرض کر لیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں تو یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔'' (ازالہ ص۵۷۷، خزائن ج۳ ص۴۱۱)

۲...... ''اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے مطابق بعض احکام قرآن کے منسوخ بھی ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اترنے سے قرآن شریف توریت اور انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کس قدر مختلف بھی ہوگا۔'' (ازالہ ص۵۸۴، خزائن ج۳ ص۴۱۵)

۳...... ''غرض شریعت محمدیہ کے تمام اجزاء پر خواہ از قبیل عقائد ہیں یا از قسم عبادات یا از نوع معاملات یا از قبیل قوانین قضا یا از قبیل مقدمات اطلاع پانا ان کے لئے ضروری ہوگا..... لہٰذا ان کے لئے بھی لابدی اور ضروری ہے کہ جمیع اجزاء شریعت کے نئے سرے ان پر نازل ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۵۸۴، ج۳، ص۴۱۵)

۴...... ''یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد ورفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد ہی رکھتی ہو پیدا ہو جائے۔'' (ازالہ اوہام ص۵۸۳، خزائن ج۳ ص۴۱۴)

معلوم ہوا کہ عقائد واعمال عبادات اور معاملات قوانین زندگی اور فصل قضاء وغیرہ اجزاء شریعت میں سے کسی جز کا خواہ وہ شریعت محمدیہ کے موافق ہو یا مخالف بذریعہ الہام ظاہر

ہونا نبوت تشریعیہ ہے جو ختم نبوت کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ وضع حرب اور وضع جزیہ کا حکم بھی ایک شریعت جدیدہ ہے۔ جس سے شریعت محمدی کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ انعقاد شریعت کے لئے جملہ احکام فقہیہ کا ظاہر ہونا ضروری نہیں۔ صرف ایک حکم بھی شریعت کہلایا جا سکتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی بعض احکام شرعیہ کو وقتی تقاضا کی وجہ سے منسوخ اور تبدیل کررہے ہیں۔ چنانچہ جہاد کی فرضیت کو حکم شرعی سمجھتے ہوئے رفتار زمانہ کی وجہ سے حرام فرمارہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ ان باتوں پر ہرگز اعتقاد نہ رکھے بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے۔ اسی وقت تک جہاد تھا کہ جب اسلام پر مذہب کے لئے تلوار اٹھائی جاتی تھی۔ اب خودبخود ایک ایسی ہوا چلی ہے جو ہر ایک فریق اس کاروائی کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے جو مذہب کے لئے خون کیا جائے .... مگر اب وہ لوگ بھی ان بے جا کاروائیوں سے کنارہ کش ہوگئے ہیں اور عام طور پر تمام لوگوں میں عقل اور تہذیب اور شائستگی آ گئی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اب مسلمان بھی جہاد کی تلوار کو توڑ کر کلبہ رانی کے ہتھیار بنالیں۔ کیونکہ مسیح موعود آ گیا اور اب تمام جنگوں کا خاتمہ زمین پر ہوگیا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۷۹، خزائن ج ۱۷ ص ۲۲۳)

مرزا قادیانی بعنوان ''دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے'' یہ اشعار لکھتے ہیں کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

آخری شعر ہے کہ:

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶، ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۷، ۷۸)

عقائد میں ملائکہ کی حقیقت شرعیہ سے انکار کیا۔ فلسفی رنگ میں جبرائیل علیہ السلام کا نزول پانا۔ معجزات کی شرعی حیثیت سے انکار کرتے ہوئے اس کو جادو اور از قبیل مسمریزم بتایا۔ حیات مسیح اور ختم نبوت سے انکار کیا۔ قرآن عزیز کی تفسیر میں رائے کو دخل دیا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی کوئی پرواہ نہ کی وغیرہ وغیرہ تمام نئے احکام ہیں جس کا شریعت اسلامی میں کوئی پتہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ حسب بیان سابق قرآن مجید کی کسی آیت کا الہام ہونا بھی نبوت تشریعیہ ہے اور مرزا قادیانی کو قرآنی آیات کا الہام کئی بار ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ الہام لکھا ہے:

(۱)...... وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى (۲)...... الرحمن علم القرآن (۳)...... لتنذر قوماً ما انذر اباؤهم (۴)...... ولتستبين سبيل المجرمين! اس صغریٰ کبریٰ کے بعد نتیجہ ظاہر ہے۔ (نصرۃ الحق ص ۵۱، خزائن ج۲۱ ص ۶۶)

س...... اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مانا جائے تو قرآنی علم حاصل کرنے کے لئے وحی کا نازل ہونا تو ضروری ہے اور یہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

ج...... عیسیٰ علیہ السلام کو معارف قرآنیہ کا علم بذریعہ القاء ہوگا۔ وحی نبوت کی کوئی قسم نہیں پائی جائے گی (یواقیت ج۲ ص ۳۸) پر ہے کہ:

''وكذالك عيسىٰ عليه السلام اذا نزل الى الارض لايحكم فينا الا بشريعة نبينا محمد ﷺ يعرفه الحق تعالىٰ بها على طريق التعريف وان كان نبياً۰ ويلهم بشرع محمد ﷺ ويفهمه على وجه كالا ولياء المحمديين فهومنا وهو سيدنا''

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت محمدی کا علم بذریعہ الہام اور کشف تام کے ہوگا۔ جیسا کہ اس امت کے خواص کو ہوتا ہے پھر مرزا قادیانی بھی ملہم کے لئے بذریعہ الہام معارف قرآنیہ اور علم حدیث کے حاصل ہونے کے قائل ہیں۔

جیسا کہ لکھتے ہیں: ''والوحى الذى ينزل على خواص الاولياء والنور الذى يتجلى على قلوب قوم'' (توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج۳ ص ۶۰)

اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قرآن کا علم اس طرح ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ براہین میں لکھتے ہیں کہ: ''ماسوا اس کے علم دیا گیا اور احادیث کے صحیح معنی میرے پر کھولے گئے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۱، خزائن ج۲۱ ص ۲۹۸)

ختم نبوت کا ثبوت قرآن مجید سے

۱…… ’’وماھو الا ذکر للعالمین (القلم:۵۲)‘‘ ٭قرآن تمام عالم کے لئے تذکرہ اور نصیحت ہے۔٭

رنگ ولون، ملک وقوم کی تخصیص کے بغیر ہر فرد بشر کے واسطے اس میں ہدایت ہے اور اس کے اصول کی پابندی نجات کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کوئی ایسا فرد انسانی نہیں نکل سکتا جو کسی مسئلہ میں قرآنی فیصلہ کے علاوہ خدا تعالیٰ سے جدید حکم حاصل کر کے نبوت کے عہدہ پر ممتاز ہو سکے۔ ورنہ قرآن کا یہ دعویٰ: ’’ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان (البقرہ:۱۸۵)‘‘ کہ وہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کی روشن اور قوی دلائل پر حاوی اور حقانیت کو ظاہر کرنے والی ہے، صحیح نہ ہوگا۔ مرزا قادیانی بھی صداقت اور نجات کو اسی میں منحصر کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

’’وہ یقین اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ معہ ان دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں۔ وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہو سکے۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۸۹، خزائن ج۱ ص۷۷)

۲…… ’’ومارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء:۱۰۷)‘‘ کا ترجمہ جو مرزا قادیانی نے لکھا ہے یہ ہے: ’’یعنی میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت کر کے بھیجا ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۶۸، خزائن ج۲۳ ص۷۶)

پس جیسا کہ خدا تعالیٰ تمام جہان کا خدا ہے۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات بابرکات اسی وقت تمام دنیا کے لئے رحمت ہوسکتی ہے جبکہ کوئی شخص نبوت اور وحی جو خدا تعالیٰ کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت ہیں خدا تعالیٰ سے نہ پائے۔ اگرچہ وہ آنحضرت ﷺ کی غلامی اور شریعت کی اتباع کرنے سے ہی نصیب ہو۔ کیونکہ اب جملہ رحمتوں کا انحصار رسول عربی ﷺ کی ذات اقدس میں ہوگیا ہے۔

اگرچہ نبی بعض احکام میں رسولی شریعت کا تابع ہوتا ہے۔ جیسا کہ (احمدیہ پاکٹ بک

کے ص۳۶۰) پر اس کا اقرار کیا ہے اور تائیداً یہ عبارت پیش کی ہے: ''قد لا یکون مستقلاً بل یأتی لتقویم شرعیة من نبی ماقبله ۰ زرقانی ج ٤ ص ٧٤ ''یعنی وہ نبی جو رسول نہیں ہوتا وہ رسولی شریعت کی تقویت کے لئے آتا ہے۔ لیکن نبوت اور وحی براہ راست خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ اس صفت میں کسی کا واسطہ نہیں ہوتا۔ مگر رسول اکرم ﷺ کی غلامی کی رحمت تمام رحمتوں سے بڑھ کر رحمت ہے۔

اس کی موجودگی میں کسی اور رحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ فخر اس امت کے لئے کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے علمائے ربانی کا درجہ قیامت کے روز بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر ہوگا اور ایک اولوالعزم رسول حضور سرور کائنات ﷺ کی غلامی میں داخل ہوکر امتیوں کا درجہ بلند کرے گا۔

۲...... دراصل اس رحمت سے نکل کر براہ راست نبوت اور وحی ملنے سے آنحضرت ﷺ کی رحمت عامہ ہونے پر حرف آتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

۳...... اور جبکہ قیامت کے روز تمام انبیاء علیہم السلام ان کے علم کے نیچے ہوں گے تو دنیا میں کسی کا آپ ﷺ کی غلامی سے بھاگنا خسران مبین ہے:

فخر دارم کہ مرا داغ غلامی زدہ

اس بیان سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ امت محمدیہ کو اس رحمت سے محروم رکھنا اس کے مفضول اور کم مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔ نیز اس کا جواب مرزا قادیانی کے الفاظ میں سنئے: ''کمال عقل اور کمال نورانیت قلب صرف بعض افراد بشریہ میں ہوتا ہے۔ کل میں نہیں ہوتا۔ اب ان دونوں ثبوتوں کے ملانے سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ وحی اور رسالت فقط بعض افراد کاملہ کو ہی ملتی ہے۔ نہ ہر ایک فرد بشر کو۔'' (براہین احمدیہ ص۱۸۲، خزائن ج۱ص۱۹۸ حاشیہ)

۴...... ''قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا (اعراف:۱۵۸)'' ''وارسلناك للناس رسولا (النساء:۷۹)'' ﴿لوگوں کو کہہ دو کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ نہ صرف ایک قوم کے لئے۔﴾

(چشمہ معرفت ص۱۶، خزائن ج۲۳ص۲۸۸ وچشمہ معرفت ص۶۸، خزائن ج۲۳ص۷۶)

حضور ﷺ کی یہ بعثت عامہ آپ کے زمانہ کے لئے مخصوص نہ تھی۔ بلکہ ہر زمانہ کی ہر قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ حدیث میں ہے کہ: ''انی رسول من ادرکت حیا ومن یولد بعدی (کنزالعمال ج۱۱ ص٤٠٤ حدیث نمبر ۳۱۸۸۵ وطبقات ابن سعد ج۱ ص۱۵۰)''

جومیری زندگی میں اور مرنے کے بعد پیدا ہوں گے میں ان سب کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں: ’’واوحی الی هذا القرآن لانذركم به ومن بلغ (انعام:۱۹)‘‘ اب اگر کوئی آپ کے بعد نبی ہوگا تو آپ کی رسالت عامہ نہ رہے گی۔ کیونکہ نبی فی الجملہ رسول کی اتباع سے باہر ہوتا ہے۔

۴…… ’’اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى (المائده:۳)‘‘ ﴿آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔﴾

’’هذا اكبر نعم الله تعالى على هذه الامة حيث اكمل الله تعالىٰ دينهم فلا يحتاجون الىٰ دين غيره ولا الى نبى غيرنبيهم صلوة الله وسلامه عليه ولهذا جعله الله تعالى خاتم الانبياء (ابن کثیر ص۲۲ ج۳)‘‘ یہ خدا کی بڑی نعمت ہے کہ ان کا دین کامل کر دیا اور اب کسی نئے نبی اور جدید مذہب کی ضرورت نہیں رہی اور ہمارے رسول خاتم النبیین بنا دیئے گئے۔

جب کوئی چیز کامل اور تمام ہو جاتی ہے تو اس پر کسی بڑی زیادتی یا اضافہ ناممکن ہو جایا کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نبی کا آنا جائز سمجھ لیا جائے تو ایک ناممکن چیز کو ممکن کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ انسان نبی اس صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ وہ بعض احکام میں رسولی شریعت کا تابع ہو اور بعض احکام اس کی ذات خاص کے لئے خدا کی طرف سے نازل ہوں۔ جس کے یہ معنی ہوں گے کہ رسولی شریعت ناقص تھی اور اس میں اس کے متعلق یہ حکم موجود نہ تھا۔ اس لئے ایک جدید حکم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ تکمیل دین اور اتمام شریعت کے خلاف ہے۔ یہی وجہ تھی کہ موسوی شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کامل اور تمام نہ کی گئی۔ کیونکہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں نبی آنے والے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے دین موسوی کی تکمیل کی گئی اور وہ متمم شریعت موسوی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ کیونکہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی آنے والا نہیں تھا اور وہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل تھے۔

جیسا کہ خود مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’جو اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ تھا یعنی مسیح بن مریم۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۸۱، ۶۸۲، خزائن ج۳ ص۴۶۷)

’’بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا اور ایک مدت دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاء بنی اسرائیل میں رہ کر چودہ سو برس پورے ہونے تک حضرت عیسیٰ بن مریم پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۶۹، خزائن ج۳ ص۴۶۱)

اس دلیل کی صداقت اور قوت کا مرزا قادیانی کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ:

(۱)......

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم بر پیغمبرے

(دیباچہ براہین احمدیہ ص۱۰، خزائن ج۱ ص۱۹)

''بر پیغمبرے'' نبوت اور رسالت دونوں کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۲)...... ''ولیسوا نبیین فی الحقیقة فان القرآن اکمل واطر الشریعة'' (مواہب الرحمٰن ص۶۶،۶۷، خزائن ج۱۹ ص۲۸۵) حقیقت میں نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن کریم نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا۔

(۳)...... ''قرآن شریف سے ہم کوئی زیادہ امر بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کی تعلیم اتم واکمل ہے۔ وہ توریت کی طرح کسی انجیل کا محتاج نہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۵۱، خزائن ج۲۲ ص۱۵۵)

۵...... ''وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون (سبا:۲۸)'' ﴿ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ آپ ﷺ مومنوں کو خوشخبری اور کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔﴾

اگر کوئی نبی منصب نبوت پر فائز ہو کر آیا تو آپ ﷺ کی بعثت عامہ نہیں رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''ارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون (مسلم ج۱ ص۱۹۹ باب المساجد ومواضع الصلوة)'' میں تمام جہان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور تمام نبیوں کا آنا مجھ پر ختم ہو چکا ہے۔

۶...... ''واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول (آل عمران:۸۱)'' ﴿اور یاد کرو جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا۔﴾ ''اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو چکے تھے۔ یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ۔ ورنہ مواخذہ ہوگا۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۳۱، خزائن ج۲۲ ص۱۳۴)

بقول مرزا قادیانی کے معلوم ہوا کہ جن نبیوں سے آنحضرت ﷺ کی اتباع کا عہد لیا تھا وہ انبیاء گزر چکے ہیں اوران کی امتیں بھی آپ ﷺ کی آمد سے پہلے بن چکی ہیں اوراب کوئی نیا نبی یانئی امت آنے والی نہیں رہی اور یہی تقاضا ثم جاء کم رسول ! میں لفظ ثم کا ہے جو تاخیر زمانی کے لئے آتا ہے۔

۷..... ''انا ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذيرا وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيرا (الاحزاب:٤٥،٤٦)'' ﴿ہم نے آپ کو گواہ اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا کہ آپ بامرالٰہی لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں اور آپ کو روشن اور چمکتا ہوا ایسا چراغ بنایا کہ اس سے دوسرے لوگ اپنے ایمان کے چراغ روشن کرتے ہیں۔﴾

معلوم ہوا کہ اب براہ راست نور کا استفادہ حق تعالیٰ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر حالت میں آپ ہی کی اتباع کرنی ضروری ہے۔ اس لئے کوئی نبی بھی نہیں آسکتا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''واعلم انه خاتم الانبياء ولا يطلع بعد شمسه الانجم التابعين الذين يستفيضون من نوره'' (حمامۃ البشریٰ ص۴۹، خزائن ج۷ ص۲۴۴)

۸..... ''انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون ! جبکہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف اور مبدل ہو جانا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عندالعقل محال اور ممتنع ہوا تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔'' (مقدمہ براہین احمدیہ ص۲۱۲، خزائن ج۱ ص۱۰۳)

اگر مرزا قادیانی کی مراد خاتم الرسل سے اصطلاحی رسول ہے اور اس میں انبیاء علیہم السلام کو داخل نہیں کیا تو لازم آئے گا کہ مرزا قادیانی حضور ﷺ کو خاتم النبیین یعنی نبی اور رسول دونوں کے ختم کرنے والے نہیں سمجھتے اور آیت کے ظاہری معنی سے انکار کرتے ہیں۔

۹..... ''انك لعلى خلق عظيم !ہاں جو اخلاق حمیدہ فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ حضرت موسیٰ سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔''

(حاشیۃ الحاشیہ نمبر۳ براہین احمدیہ ص۵۰۹، خزائن ج۱ ص۶۰۶)

۱۰..... ''تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا (الفرقان:۱)'' ﴿مبارک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر اس لئے قرآن نازل کیا کہ وہ تمام دنیا کو ڈراوے۔﴾

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام دنیا کوڈراوے۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۶۸، خزائن ج۲۳ ص۷۶)

اس لئے عالم کا کوئی آدمی بھی اس سے باہر نہیں ہوسکتا اور نبی کے واسطے فی الجملہ ایسا ہونا ضروری ہے۔

۱۱…… ’’ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصلیه جهنم وسأت بصیرا (النساء:۱۱۵)‘‘

اس میں آنحضرت ﷺ کی اتباع سے نکلنے والوں کو جہنمی کہا گیا ہے۔ چونکہ نبی کے لئے فی الجملہ رسولی شریعت کی پابندی سے باہر ہونا لازمی ہے۔ ورنہ وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے نبی کا آنا ممتنع ہے۔

۱۲…… ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شئی علیما (الاحزاب:۴۰)‘‘

’’خاتم النبوة بکسر التاء ای فاعل الختم وهو الاتمام وبفتحها بمعنی الطابع‘‘ (مجمع البحار الانوار ج۲ ص۱۵) ’’وخاتم کل شئی وخاتمته عاقبته وآخره‘‘ (لسان العرب ج۴ ص۲۰ زیر آیت ختم)

یعنی لفظ خاتم تا کی زیر اور زبر دونوں طرح پر لکھا پڑھا گیا ہے۔ بکسر التا ختم مصدر کا لفظ اسم فاعل ہے۔ جس کے معنی ختم کرنا یا مہر لگانا ہیں۔ لیکن جب مہر لگانے کے لئے آتا ہے تو اس کا صلہ علیٰ آیا کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ختم الله علی قلوبهم اور زبر کے ساتھ بمعنی مہر ہے اور اس وقت آیت کے یہ معنی ہیں۔ آپ ﷺ نبیوں کی مہر ہیں۔ کسی تحریر کے آخر میں مہر کا ہونا اس مکتوب یا مضمون کے ختم ہونے کی علامت ہے یا جو تحریر سربمہر ہوتی ہے وہ ہر قسم کے تغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہوجایا کرتی ہے:

’’قیل ای طابعه وعلامته التی تدفع عنهم الاعراض والعاهات لانه خاتم الکتاب یصونه ویمنع الناظرین عمافی باطنه‘‘

(مجمع البحار ج۲ ص۱۴ ختم)

اسی طرح نبوت ایک سربمہر چیز ہوگئی۔ جس کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی اس مقام میں قدم رکھ سکتا ہے۔ جس کے لازمی معنی یہی ہوئے کہ نبوت آپ ﷺ پر بند ہوچکی ہے اور یہی

معنی کسرتاء کی صورت میں ہیں اور مہر لگانے والے معنی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ ان کا استعمال لفظ علیٰ کے بغیر نہیں آتا۔

لہٰذا مرزا قادیانی کا خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا صحیح نہیں کہ: ''اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰)

یعنی وہ اپنی مہر سے دوسروں کو نبی بناتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں متعدد تحریفیں کرنی پڑیں گی:

۱...... النبیین سے آئندہ آنے والے نبی مراد لینے ہوں گے۔ کیونکہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام براہ راست نبی بنائے گئے تھے۔ آنحضرتﷺ کی اتباع کرنے سے وہ نبی نہیں بنے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خداتعالیٰ نے براہ راست چن لیا تھا۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰)

اس لئے لفظ خاتم النبیین بمعنی اپنی مہر سے نبوت عطا کرنے والے باعتبار انبیاء سابقین کے صادق نہیں آسکتا۔

۲...... نبیین جمع کا لفظ ہے۔ جس کی رعایت کرتے ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس میں کم ازکم تین نبی ضرور ہونے چاہئیں تھے۔ مگر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیاگیا۔''

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

۳...... رسول اللہﷺ نے جو اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمائی ہے اس کی مخالفت کرنی اور اپنی رائے کو ترجیح دینی لازم آتی ہے۔ کیونکہ آنحضرتﷺ نے اپنے آپ کو مکان نبوت کی آخری اینٹ فرماکر خاتم النبیین ہونے کے معنی واضح کر دیئے۔ نیز (مسلم کتاب المساجد ج۱ ص۱۹۹) میں ہے: ''ختم بی النبیون'' ایک اور روایت میں ہے: ''انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (ابن ماجہ ص۲۹۷ باب فتنۃ الدجال)'' وفی روایت: ''انی آخر الانبیاء (ایضاً) اول الرسل آدم وآخرہم محمد''

(کنز العمال ج۱۱ ص۴۸۰ باب ذکر الانبیاء)

''ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلارسول بعدی ولا نبی''

(ترمذی ج ۲ ص ۵۳ باب ذهبت النبوة وبقیت المبشرات)

پھر انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں دونوں جملوں کو ذکر کر کے ثابت کر دیا کہ خاتم النبیین کے معنی مہر لگانے والا ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں۔ پھر نبوت بالواسطہ یا بلا واسطہ کا ذکر ہی فضول ہے۔

لہٰذا ان احادیث صحیحہ کی موجودگی میں آیت کے ایسے معنی کرنے جس سے سلسلہ نبوت کا ختم ہونا ظاہر نہ ہوتا ہو اسی شخص کا کام جو قرآن میں تفسیر بالرائے کو جائز سمجھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم پر نہیں چلتا۔

۴۔ پھر اس آیت کی دوسری قرأت یوں آئی ہے۔ ولکن نبیا ختم النبیین اس قرأت نے پہلے معنی کو اچھی طرح واضح کر دیا۔ اس لئے تمام مفسرین اس کے معنی آخر النبیین کرتے ہیں۔ خواہ خاتم کو تا کی زبر کے ساتھ پڑھیں یا زیر کے ساتھ۔ مگر احادیث صحیحہ سے تجاوز نہیں کرتے اور اس کی مخالفت کو تفسیر بالرائے ہونے کی وجہ سے کفر خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتے ہیں کہ۔

۱۔ ''وخاتم النبیین ای کان آخر هم الذی ختموا به وقری بکسر التاء ای کان خاتمهم ویؤید قرأة ابن مسعود ولکن نبیا ختم النبیین'' (تفسیر ابو السعود ج ۷ ص ۱۰۶ زیر آیت ماکان محمد ابا احد)

۲۔ ''ولکن رسول الله وخاتم النبیین الذی ختم النبوة فطبع علیها فلا تفتح لاحد بعده الی قیام الساعة'' (ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۶)

۳۔ ''ومن قرء بفتحها ارادانه علیه السلام آخر النبیین لا نبی بعده حیث ختموا به وتم به بنیان النبوة'' (شیخ زاده علی البیضاوی)

۴۔ ''فهذه الآیت نص فی انه لا نبی بعده''

(ابن کثیر ج ۶ ص ۳۸۱)

۵۔ ''ومن اسمائه علیه السلام الخاتم والخاتم وهو الذی ختم النبوة بمجیئه'' (تاج العروس ج ۱۶ ص ۱۹۱، تحت لفظ)

۶۔ ''وخاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تمها بمجیئه''

(مفردات راغب ص ۱۴۲)

۷..... ''والخاتم اسم آلة لما يختم به كالطابع يطبع به فمعنى خاتم النبيين الذى ختم النبيون به ومآله آخر النبيين''

(روح المعانی ج۲۲ص۳۲)

اور یہی معنی مرزا قادیانی نے بھی کئے ہیں:

ا..... ''وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبیین''

(حمامۃ البشریٰ ص۲۰ خزائن ج۷ص۲۰۰)

۲..... ''الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبیناﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسره نبینا فی قوله لانبی بعدی ببیان واضح''

(حمامۃ البشریٰ ص۲۰ خزائن ج۷ص۲۰۰)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے آنحضرتﷺ کے قول ''لانبی بعدی'' کو خاتم النبیین کی تفسیر ہونا تسلیم کیا ہے۔ پھر ازالہ میں اس کا صاف ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ: ''یعنی محمدﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔''

(ازالہ اوہام ص۶۱۴ خزائن ج۳ص۴۳۱)

اس لئے آیت سے کوئی اور معنی کرنے صحیح نہیں ہیں۔

س..... خاتم النبیین سے مستقل بالواسطہ نبی کا ختم ہونا بتایا گیا ہے اور یہی معنی لانبی بعدی کے ہیں۔ یعنی کوئی نبی مغائر نہیں آسکتا۔ اس سے نبی تابع کی نفی نہیں ہوتی جو ایک وجہ سے امتی ہوگا اور ایک حیثیت سے نبی۔

ج..... نبی ہمیشہ سے رسول شریعت کے تابع اور پیرو ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے نبی امتی اور غیر امتی کا فرق نکالنا سراسر غلط ہے اور جس نبی امتی کا نام مرزا قادیانی نے غیر تشریعی نبی رکھا ہے اس کا قرآن وحدیث اور پہلی آسمانی کتابوں میں کوئی پتہ نہیں اور نہ مرزا قادیانی کے ایجاد کردہ معنی صوفیاء کے نزدیک مقبول ہیں۔ کیونکہ جس کو وہ نبی غیر تشریعی کہتے ہیں اس کے ساتھ نبوت کا معاملہ قطعاً جائز نہیں سمجھتے اور نہ نبی کا لفظ اس پر اطلاق کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا غیر تشریعی کے یہ معنے کرنے کہ وہ رسول اللہﷺ کی اتباع سے مقام نبوت پر پہنچا ہوتی ایجاد ہے۔ بلکہ اس طرح غیر تشریعی نبوت کے پردہ میں حقیقی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام یہی فی الجملہ امتی اور فی الجملہ نبی ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح لانبی بعدی سے نبی مغائر کی نفی مراد لینا صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ حضورﷺ نے

حضرت علیؓ سے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جبکہ آپ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر مدینہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ رہے تھے۔ مگر چونکہ حضرت علیؓ کی دلی تمنا جہاد میں شرکت کی تھی۔ اس لئے ان کو تسلی دینے کے لئے آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

''یاعلی اماترضی انت منی بمنزلة هارون من موسی ولکن لانبی بعدی (مشکوٰة ص ۵۶۳ باب مناقب علیؓ)'' ٭یعنی جس طرح حضرت موسیٰ کوہ طور پر جانے کے وقت حضرت ہارون کو اپنا قائم مقام بنا گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی تجھے اپنا نائب بنا رہا ہوں۔ مگر ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے تو بھی نبی نہیں۔٭

ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے تابع اور فرماں بردار تھے۔ مخالف یا مغائر نہ تھے۔ مگر حضور ﷺ نے ان سے بھی نبوت کی نفی کرنے کے لئے عام ضابطہ لا نبی بعدی ہی ارشاد فرمایا۔ جس میں تابع اور مستقل دونوں کی نفی ہوگئی۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لفظ بعد سے بعدیت زمانی مراد نہیں۔ ورنہ حضرت علیؓ سے نبوت کی نفی ہرگز صحیح نہ ہوتی اور لکن لانا جو مغائرت کو چاہتا ہے درست نہ رہتا۔ کیونکہ بعد وفات نبی کے نفی کرنے سے زمانہ حیات میں نبی کی نفی لازم نہیں آتی اور مقصود اصلی یہی ہے کہ زمانہ حیات اور مابعد وفات دونوں صورتوں میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے لامحالہ بعد کے معنی اور کے لینے پڑیں گے۔ جس کے صاف طور پر یہ معنی ہوں گے کہ میرے علاوہ کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ یعنی جتنے نبی آنے تھے وہ آچکے۔ اب کوئی اور نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی ختم نبوت کے خلاف نہیں ہوگی۔ کیونکہ لا نبی بعدی یا ختم نبوت کے یہی معنی ہیں کہ اب کوئی اور نیا نبی نہیں آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد نبی نہیں بنائے گئے۔ بلکہ اس وقت ان کے ساتھ نبیوں جیسا معاملہ بھی نہ ہوگا۔ جیسا کہ ریٹائرڈ لارڈ دوسرے قائم مقام وائسرائے کی موجودگی میں اعزازی طور پر لارڈ یا وائسرائے ہی کہلائے گا۔ مگر وائسرائے کے اختیارات میں سے کوئی اختیار بھی نہیں ہوگا۔

غرض پہلے نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ ورنہ قیامت کے روز دیگر انبیاء علیہم السلام کی موجودگی میں آپ خاتم النبیین ہی نہ رہیں گے۔ دوسرے: ''لوکان موسی حیا لما وسعه الاتباعی (مشکوٰة ص ۳۰ باب الاعتصام باالکتاب والسنة)'' سے بھی پہلے نبی کا آنا جائز اور ختم نبوت کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔

یہی مطلب حضرت عائشہؓ کے اس قول کا ہے: ''قالت قولوا خاتم النبیین

ولاتقولوا لانبی بعدہ (مجمع بحار الانوار ج۵ص۵۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ص۲۰۹) ''یعنی لانبی بعدی سے مطلق نبی کی آمد کو ختم نبوت کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے بعد تشریف لائیں گے مگر ان کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہوگا۔ کیونکہ کسی نئے نبی کا آنا یا منصب پر فائز ہونا ختم نبوت کے مخالف ہے اور پہلے نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں اور اگر بعد کو اپنے ظاہری معنی پر رکھنا ہے تو پھر بھی نئے نبی کے آنے کی نفی ہوگی۔ پہلے کی نہیں۔ کیونکہ ان میں قبلیت اور بعدیت دو جہتیں جمع ہو جائیں گی اور حدیث میں صرف بعدیت کی نفی ہے۔

جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں'' فقال المغیرۃ حسبك اذا قلت خاتم الانبیا فاناکنا نحدث ان عیسی علیه السلام خارج فان ھو خرج فقدکان قبله وبعدہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ص۲۰۹، طبرانی کبیر ج۲۰ ص ٤١٤) ''یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو وہ محض نبی مابعد نہ ہوں گے کہ جن کی حدیث میں نفی آئی ہے۔ بلکہ وہ نبی مابعد اور ماقبل دونوں ہوں گے اور ایسا ہونا ختم نبوت کے خلاف نہیں۔

بہرحال نئے نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف ہے۔ اس لئے مفسرین نے خاتم النبیین کے معنی لاینبأ بعدہ کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

۱..... ''لاینباء احد بعدہ'' (کشاف ج۳ص۵٤٥)

۲..... ''ولایقدح فیه نزول عیسی بعدہ علیه السلام لان معنی کونه خاتم النبیین انه لاینباء احد بعدہ وعیسی ممن ینبئ قبله وحین ینزل انما ینزل عاملا شریعة محمد ﷺ مصلیا الی قبلته کانه بعض امته''

(ابوسعود ج۷ ص۱۰۶)

س..... خاتم المحدثین کی طرح خاتم النبیین کے معنی بھی افضل النبیین ہوں تو کیا مضائقہ ہے۔

ج..... بلاقرینہ صارفہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا جائز نہیں ہے۔ پھر اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم نبوت تشریعیہ بھی نہ رہیں۔ باوجودیکہ اس کے انکار کو مرزا قادیانی نے کفر لکھا ہے۔

س..... لانبی بعدی کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میرے ساتھ اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

ج...... بعد کے معنی کسی لغت کی کتاب میں معیت کے نہیں آئے۔ البتہ اور یا دیگر کے معنی کثیر الاستعمال ہیں۔ نووی نے شرح مسلم میں اقتل من بعدنا من املاقاء کے معنی من سوانا کئے ہیں۔

۲...... ''اولتهما كذابين يخرجان بعدی احدهما عنسی والاخر مسیلمه (بخاری ج۲ ص۶۲۸ باب وفد بنی حنيفة)'' میں بعد سے مراد مدعی نبوت ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں الكذابين الذين انا بينهما آیا ہے اور ان دونوں نے دعویٰ نبوت بھی آپ ﷺ ہی کے زمانہ میں کیا تھا۔

۳...... ''لوكان موسىٰ حيا (مشكوة ص۳۰ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)'' نے یہ بات ثابت کردی کہ پرانے نبی کا آنا آپ ﷺ کے ساتھ جمع ہونا منع نہیں ہے۔ ناجائز اگر ہے تو جدید نبی کا آنا ناجائز ہے۔

س...... لا نبی بعدی میں لانفی جنس کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صفت کے واسطے ہے۔ جیسا کہ اذهلك كسرىٰ فلا كسرى بعده میں ہے۔

ج...... لاکو نفی صفت کے لئے لینا مضر نہیں ہے۔ کیونکہ نبوت غیر تشریعہ درحقیقت شرعی اصطلاح میں نبوت نہیں کہلاتی۔ بلکہ وہ ولایت کا ایک مقام ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ختم نبوت از احادیث

۱...... ''قال مثلی ومثل الانبياء من قبلی كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال انا اللبنة واناخاتم النبيين (بخاری ج۱ ص۵۰۱ باب خاتم النبيين، مسلم ص۴۴۸، نسائی، ترمذی، مشكوة ص۵۱۱)''

سلسلہ نبوت کو ایک مکان سے تشبیہ دی جس کے تمام ہونے میں ایک اینٹ کی کسر تھی۔ وہ آخری اینٹ رسول اللہ ﷺ تھے۔ لہٰذا مکان مکمل ہوگیا اور اس میں کوئی نئی اینٹ لگانے کی جگہ نہیں رہی۔ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت نئے نبی نہ ہوں گے۔ بلکہ مکان نبوت کی پہلے والی اینٹ ہوں گے۔ جن کی آمد نبوت کے رنگ میں نہ ہوگی کہ جو تکمیل مکانیت کے منافی ہو اور من قبلی کی قید اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جس قدر نبی آنے والے تھے وہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے

آ چکے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ مثال صرف پہلے نبیوں کی ہے۔ اس سے آنے والے کی نفی نہیں ہوتی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تکمیل مکان کے ساتھ کبھی تشبیہ نہ دی جاتی اور آنحضرت ﷺ اپنے آپ ﷺ کو آخری اینٹ نہ فرماتے۔

۲ ..... ''کانت بنواسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی (بخاری ج۱ ص۴۹۱ باب ماذکر عن بنی اسرائیل، مشکوۃ ص۳۲۰ کتاب الامارۃ، مسند احمد ج۲ ص۲۹۷، مسلم ج۲ ص۱۲۶ باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الاول فالاول)''

فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست اور ملکی انتظام انبیائے کرام علیہم السلام کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام ہو جاتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

س ..... اس کے یہ معنی ہیں کہ پہلے سیاست کرتے تھے۔ میری امت کے سیاست نہ کریں گے۔

ج ..... اگر یہ مطلب ہوتا تو لانبی بعدی سے نبی کی نفی نہ کرتے۔ بلکہ یہ فرماتے کہ لاکن لاتسوس نبی امتی مگر حدیث میں تو مطلق نبی کی نفی ہے۔

''فانه لیس کائنا فیکم نبی بعدی. ابن جریر ''میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں ہونے والا۔ اس میں امامکم منکم کے اس معنی کی تردید ہوگئی جو مرزا قادیانی نے گھڑے ہیں۔

۴ ..... ''انا خاتم النبیین ولا فخر (دارمی ج۱ ص۲۷ باب کیف کان اول شان النبی ﷺ، مشکوۃ ص۵۱۴ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)''

۵ ..... ''ارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون''

(مسلم ج۱ ص۱۹۹ کتاب المساجد، نسائی، ترمذی، مشکوۃ ص۵۱۲)

''ختم بی النبیون ای فلا نبی بعده ولاشرعاً ولامتابعاً''

(روح البیان ج۷ ص۲۹۵)

''لانبی بعده مشرعا اومشرعا له والاول هوالآتی بالاحکام الشرعیة من غیر متابعة نبی آخر کموسی وعیسی ومحمد ﷺ والثانی هو المتبع لما شرعه له النبی المقدم کانبیاء بنی اسرائیل''

(شرح فصوص الحکم و روح البیان ج۷)

۶ ''انی عندالله مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینة (احمد ج ۴ ص ۱۲۷، ۱۲۸، مشکوٰة ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلینﷺ)''

۷ ''انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی''

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱ باب فی اسمائهﷺ)

''وفی روایة انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی وانا العاقب لیس بعدی نبی (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱ باب ماجاء فی اسماء النبیﷺ)'' معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں بھی عاقب کی تفسیر رسول اللہﷺ کی ہے۔

''اما العاقب فھو الذی جاء عقب الانبیاء فلیس بعده نبی لان العاقب ھوالآخر'' (انوار محمدیه، مواھب لدنیه ص ۱۴۰ طبع بیروت)

۸ ''سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم زعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین ولا نبی بعدی (مسلم، ترمذی ج ۲ ص ۴۵ باب ماجاء لاتقوم الساعة حتی یخرج کذابون، دارمی، ابن ماجه، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷ کتاب الفتن، مشکوٰة ص ۴۶۵)''

س ۳۰ کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔ (اکمال شرح مسلم ص ۲۵۸)

ج یہ ثلثین کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے۔ اس میں مابعد کی نفی نہیں ہے۔

۲ بڑے بڑے دجال تیس ہوں گے۔ باقی پہلوؤں کے تعلم سے اخذ کرنے والے جن میں سے ایک مرزا قادیانی بھی ہیں۔

۹ ''لاتقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذاباً''

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۷ ص ۱۸۹ حدیث نمبر ۶۷۹۷)

۱۰ ''سیکون فی امتی کذابون دجالون وانا خاتم النبیین ولا نبی بعدی'' (درالمنثور ج ۵ ص ۲۰۴)

۱۱ ''لاتقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون دجالون کذابون کلھم یزعم انه نبی فمن قاله فاقتلوه ومن قتل منھم احداً فله الجنة''

(کنز العمال ج ۱۴ ص ۱۹۹ حدیث نمبر ۳۸۳۷۶)

۱۲ ''ان الله لم یبعث نبیا الا حذر امته الدجال وانا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم یا عبادالله فاثبتوا فانه یبدٔ فیقول انا نبی فلا نبی

بعدی'' (ابن ماجه باب فتنة الدجال وخروج عیسی بن مریم ص۲۹۷)

۱۳۔ ''انا محمد النبی الامی انا محمد النبی الامی انا محمد النبی الامی لانبی بعدی'' (کنزالعمال ج۱ ص۱۹۰ حدیث نمبر۹۶۱)

۱۴۔ ''انا محمد واحمد المقفی والحاشر ونبی التوبة نبی الرحمة'' (مسلم ج۲ ص۲۶۱ باب فی اسمائهﷺ)

نووی لکھتے ہیں: ''المقفی فقال شمر هو بمعنی العاقب''

(حاشیہ مسلم ج۲ ص۲۶۱)

شیخ عبدالروف المناوے شرح کبیر میں فرماتے ہیں: ''المقفی بشدة الفاء وکسرها لانهﷺ جاء عقب الانبیاء وفی قفاهم'' (نقله النبهانی فی جواهر البحار ج۱)

۱۵۔ ''ربی الله وحده لاشریك له والاسلام دینی ومحمد نبی وهو خاتم النبیین فیقولان صدقت'' (درمنثور ج۶ ص۵۶۱)

۱۶۔ ''نزل آدم بالهند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان الله اکبر الله اکبر مرتین اشهدان لااله الا الله مرتین اشهد ان محمد رسول الله مرتین قال آدم من محمد قال آخر ولدك من الانبیاء (کنزالعمال ج۱۱ ص۴۵۵ حدیث نمبر۳۲۱۳۹ وفی روایة هو آخر الانبیاء من ذریتك، طبرانی)''

۱۷۔ ''الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبی بعدی (بخاری ج۲ ص۶۳۳ باب عزوه تبوك مسلم ج۲ ص۲۷۸ باب فضائل علیؓ، مشکوٰة ص۵۶۳ باب مناقب علیؓ)''

''وفی روایة مسلم الا انه لانبوة بعدی''

(مسلم ج۲ ص۲۷۸ باب فضائل علیؓ)

۱۸۔ ''فانی آخر الانبیاء ومسجدی آخر المساجد''

(مسلم ج۱ ص۴۴۶)

آخر المساجد سے نبیوں کی مسجد میں آخری مسجد مراد ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے:

''انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء''

(کنزالعمال ج۱۲ ص۲۷۰ حدیث نمبر۳۴۹۹۹)

۱۹۔ ''لانبی بعدی ولا امة بعد امتی'' (ابن کثیر ج۹ ص۳۶۹)

۲۰…… ''اول الرسل آدم وآخرهم محمد ﷺ''

(کنزالعمال ج۱۱ ص۴۸۰ حدیث نمبر۳۲۲۹۹)

۲۱…… ''ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی''

(ترمذی ج۲ ص۵۳ باب ذهب النبوة وبقیت المبشرات)

۲۲…… ''لوكان بعدی نبی لكان عمر (ترمذی ج۲ ص۲۰۹ باب مناقب ابی حفص عمرابن خطاب، مشكوة ص۵۵۸ باب مناقب عمر الفصل الثانی)''

س…… قال الترمذی هذا حدیث غریب!

ج…… غریب ضعیف حدیث کونہیں کہتے۔ بلکہ آحاد کی قسموں میں سے ایک قسم کا نام ہے جو سنداً صحیح ہوتی ہے۔

۲۳…… ''كنت اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث ''(كنز العمال ج۱۱ ص۴۰۹ حدیث نمبر۳۱۹۱۷، ابن كثیر ج۶ ص۳۴۲ نحو البخاری فی تاریخه واحمد وابونعیم فی دلائل النبوة ج۱ ص۴۲)

۲۴…… ''ان تشهد وان لا اله الا الله وانی خاتم الانبیاء ورسله''

(مستدرک ج۴ ص۲۲۵ حدیث نمبر۴۹۹۹)

۲۵…… ''والذی نفس محمد بیده لواصبح فیكم موسیٰ ثم اتبعتموه لضللتم انكم حظی من الامم وانا حظكم من النبیین''

(مسند احمد، درمنثور ج۲ ص۴۸)

۲۶…… ''ولوكان موسی حیاً وادرك نبوتی لاتبعنی''

(دارمی مشكوة ص۳۲)

''وفی روایة لوكان موسی حیا لما یسعه الاتباعی (مشكوة ص۳۰)''

یعنی وہ عہد نبوت پر نہیں رہیں گے اور نہ ان پر وحی نازل ہوگی۔ البتہ ان کو شریعت محمدیہ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ گو مرتبہ نبی کا ہوگا۔ مگر عہدۂ نبوت پر ختم نبوت کی وجہ سے فائز نہ رہیں گے۔

۲۷…… آپ نے حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار کی جماعت کے سامنے فرمایا تھا: ''یا ایها الناس انه لانبی بعدی ولا امة بعدكم''

(مسند احمد حاشیه منتخب كنزالعمال ج۲ ص۳۹۱)

۲۸…… ''ان ربكم واحد واباكم واحد ودینكم واحد ونبیكم

واحد ولا نبی بعدی'' (کنزالعمال ج۳ص۹۳حدیث نمبر ۵۶۵۵)

۲۹...... حشر کے دن سب لوگ آپ کی خدمت میں شفاعت کے لئے حاضر ہوکر عرض کریں گے:''یا محمد انت رسول اللّٰہ وخاتم الانبیاء''

(بخاری مسلم ج۱ ص۱۱۱باب اثبات الشفاعة)

۳۰...... ''لم یبق من النبوة الا المبشرات (بخاری شریف ج۲ ص۱۰۳۵)''
نبوت کے جملہ اجزا میں سے صرف مبشرات یعنی رویا صالحہ رہ گئی ہیں اور جز کبھی کل کے مساوی نہیں ہوسکتا۔

س...... نبوت سے نبوت تشریعیہ مراد ہے۔یعنی اقسام نبوت میں سے صرف ایک قسم رہ گئی ہے۔

ج...... جزء من اجزاء النبوة کا ترجمہ قسم اور نوع کرنا تحریف لغوی ہے۔نیز اس سے لازم آتا ہے کہ بقاعدہ استثناء مبشرات بھی نبوت تشریعیہ ہو اور اس کا دعویٰ نبوت تشریعی کا دعویٰ ہو جو مرزا قادیانی کے نزدیک بھی کفر ہے۔

۳۱...... ''عن ام کوز الکعبیه قالت سمعت رسول اللّٰہﷺ یقول ذهبت النبوة وبقیت المبشرات (طبرانی واحمد وصححه ابن حبان وابن خزیمه)''

۳۲...... ''کشف رسول اللّٰہﷺ الستارة والناس صفوف خلف ابی بکرؓ فقال ایها الناس انه لم یبق من مبشرات النبوة الا الرؤیا الصالحة یراها المسلم اوتری''

(مسلم ج۲ص۱۹۱ باب النهی عن قرأة القرآن فی رکوع والسجود)

۳۳...... ''عن ابی هریرةؓ مرفوعاً انا اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث'' (ابن کثیر ج۶ ص۳۴۲، عن ابی حاتم)

۳۴...... ''قال رسول اللّٰہﷺ العباس حین ساله الهجرة بعد الفتح یاعم اقم مکانك انت به فان اللّٰہ قدختم بك الهجرة کما ختم بی النبیون'' (الطبرانی ج۶ ص۱۵۴ حدیث نمبر۵۸۲۸وابونعیم)

س...... ہجرت تو اب بھی جائز ہے۔لہٰذا نبوت کا اجرا بھی جائز ہونا چاہئے۔

ج...... ہجرت کی خاتمیت مکہ سے بیان فرمائی گئی ہے اور حضرت عباسؓ نے اس کا سوال بھی کیا تھا۔تمام جہان سے ہجرت کا ختم ہونا ذکر نہیں کیا۔حدیث میں وارد ہے:''الهجرة

ماضية الی یوم القیامة ''چونکہ مکہ دارالاسلام ہے اور قیامت تک رہے گا۔اس لئے وہاں سے ہجرت کرنا بند ہو چکا ہے اور ہجرت کی خاتمیت اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے۔

۳۵۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی عربی ﷺ کے متعلق حضرت آدم علیہ السلام کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: ''آخر ولدك من الانبیاء''

(ابن عساکر، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۵۵ حدیث نمبر ۳۲۱۳۹)

اس مختصر رسالہ میں چند روایتوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ ورنہ ختم نبوت پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔ چنانچہ ابن کثیر آیت خاتم النبیین کے تحت لکھتے ہیں ''فهذا الاية نص فی انه لا نبی بعده (الی ان قال) وبذالك وردت الاحادیث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حدیث جماعة من الصحابة'' (ابن کثیر ج ۶ ص ۳۸۱)

''قد اخبر الله تعالی فی کتابه ورسوله ﷺ فی السنة المتواترة منه انه لانبی بعده'' (ابن کثیر ج ۸ ص ۹۱)

ختم نبوت از اجماع امت

۱۔ ''واعلم ان الاجماع قد انعقد علی انه ﷺ خاتم المرسلین کما انه خاتم النبیین وان کان المراد بالنبیین فی الآیة هم المرسلین وعبارت الشیخ محی الدین فی الباب ۴۶۲ من الفتوحات قد ختم الله تعالی بشرع محمد ﷺ جمیع الشرائع فلا رسول بعده یشرع ولا نبی بعده یرسل الیه بشرع یتعبدبه فی نفسه انما یتعبد الناس بشریعة الی یوم القیامه''

(یواقیت ج ۲ ص ۳۷)

آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر اجماع ہو چکا ہے۔اب نہ کوئی نبی آئے گا کہ جس پر احکام اس کی ذات کے لئے نازل ہوں اور نہ کوئی رسول شریعت تبلیغیہ دے کر مبعوث کیا جائے گا۔ بلکہ قیامت تک آپ ﷺ کی شریعت کی پابندی تمام بنی نوع انسان پر لازمی ہے۔ آیت خاتم النبیین میں نبی اور رسول دونوں مراد ہیں اور اگر کوئی مرسلین کے معنی لے پھر بھی اجماع اسی پر منعقد ہوا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں بنایا جائے گا۔

۲۔ ''وکونه ﷺ خاتم النبیین ممانطق به الکتاب وصدعت

به السنة واجمعت عليه الامة فيكفر مدعی خلافه ويقتل ان اصر"

(روح المعانی ج۸ ص۳۹)

۳۔ علامہ نووی شرح مسلم میں اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ختم نبوت کے خلاف ہے۔

لکھتے ہیں کہ "وانكر ذالك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذه الاحاديث مردودة بقوله تعالى وخاتم النبيين وبقوله عليه السلام لا نبی بعدی وباجماع المسلمين انه لا نبی بعد نبينا ﷺ وان شريعة مؤبدة الى يوم القيامة لا تنسخ ، وهذا استدلال فاسد لانه ليس المراد بنزول عيسى عليه السلام انه ينزل نبيا بشرع ينسخ شرعنا ولا فی هذه الاحاديث ولا فی غير هاشئ من هذا بل صحت هذه الاحاديث ههنا وما سبق فی كتاب الايمان وغيرها انه ينزل حكما مقسطا يحكم بشرعنا ويحيی من امور شرعنا ماهجره الناس" (شرح نووی مسلم ج۲ ص۴۰۳)

معتزلہ جہمیہ (مرزا قادیانی) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ختم نبوت کے خلاف ہونے کی وجہ سے انکار کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگرچہ بے شک ختم نبوت پر اجماع ہو چکا ہے۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت خاصہ غیر تبلیغیہ یا عامہ تبلیغیہ نازل نہیں ہوگی۔ جس سے وہ نبوت کے عہدے پر سمجھے جائیں۔ بلکہ وہ ہر حکم میں شریعت محمد ﷺ کے تابع ہوں گے اور ان کی حیثیت امتی جیسی ہوگی۔ اگرچہ وہ رتبہ میں وہ نبی ہی ہوں گے۔ صاحب یواقیت اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وان عيسى عليه السلام وان كان بعده ومن اولى العزم وخواص الرسل فقد زال حكمه من هذا المقام بحكم الزمان عليه الذی هو بغيره فيرسل وليا ذا نبوة مطلقة فختمت النبوة بمحمد والولاية بعيسى عليه السلام" (اليواقيت ج۲ ص۸۹)

۴۔ "ثم ان الامة اجمعت على ان لا نبوة بعده ﷺ ولا رسالة اجماعاً قطعيا وتواترت به الاحاديث نهو مائتی حديث فتاويه بحيث ينتفی به الختم الزمانی كفر بلا شبه" (عقیدہ اسلام ص۲۱۶)

۵۔ "قال ابوبكرؓ قد انقطع الوحی وتم الدين"

(مشکوۃ ص۵۵۶، مناقب ابوبکرؓ الفصل الثالث)

۶ ''قالت ام ایمن ان الوحی قد انقطع من السماء''
(مشکوۃ ص۵۴۸، باب وفات النبی علیہ السلام)

۷ ''اخبرانہ ﷺ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل الی کافۃ الناس واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھولاء الطوائف کلھا قطعاً واجماعاً'' (الشفاء ج۲ ص۲۴۷)

س..... مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی اجراء نبوت کے قائل ہیں اور اسی طرح دیگر بزرگان دین اجراء نبوت غیر تشریعہ کے قائل ہیں؟۔

ج..... مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی جس عبارت کو ختم نبوت کے خلاف سمجھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص۲۸)

اس تحریر سے باوجود لفظ ''بالفرض'' ہونے کے اجراء نبوت پر استدلال کرنا ایسا ہی غلط اور بے وقوفی ہے۔ جیسا کہ ''لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا'' سے شرک کے جواز پر استدلال کرنا غیر صحیح ہے۔

دوسرے یہ مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ ''لوکان موسی حیاً لما یسعہ الا اتباعی (مشکوۃ ص۳۰ باب الاعتصام باالکتاب والسنۃ)'' اگر اس حدیث سے جواز نکلتا ہے تو اس سے بھی نکلنا صحیح ہے۔ ورنہ نہیں۔ پھر نبوت غیر تشریعی نبوت مصطلحہ نہیں ہے۔ یہ ولایت کا ایک درجہ ہے۔ جس کو فنافی الرسول سے تعبیر کرتے ہیں۔ مزید تحقیق پہلے گذر چکی۔

باب: تردید اجراء نبوت

تحریف:۱..... ''یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی (اعراف:۳۵)'' ای بنی آدم جب بھی آویں تمہارے پاس میرے رسول تم میں سے بیان کرتے ہوئے تم پر میری آیتیں اور اب اس غرض (لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیت بتلانا) کے پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ (پاکٹ بک احمدیہ ص۳۴۴)

تحقیق..... اسی رکوع میں اس آیت سے پہلے یا بنی آدم تین مرتبہ آیا ہے اور اول یا بنی آدم کا تعلق ''اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض (اعراف:۲۴)'' سے

ہے۔کیونکہ اھبطوا کا مخاطب آدم اور حوا کی اولاد ہے۔اسی لئے معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی ہبوط آدم کے وقت مخاطب بنایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں اس امر کو بالکل واضح کر دیا گیا۔ ''قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یاتینکم منی ھدًی (البقرہ:۳۸)'' علامہ سیوطی ھدًی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کتاب ورسول (جلالین) لہٰذا یاتینکم اور یقصون حکایت حال ماضیہ کے طور پر مذکور ہوئے ہیں۔یعنی زمانہ ماضی میں ھبوط کے وقت مضارع استعمال کیا گیا تھا۔اسی مضارع کو زمانہ دراز کے بعد بھی بعینہ نقل کر دیا۔اس لئے اس میں زمانہ استقبال یا آئندہ ھبوط کے بعد سے شروع ہوگا۔جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک پورا ہو گیا۔

مضارع اگر چہ بعض اوقات استمرار کے لئے آتا ہے۔مگر استمرار کے واسطے قیامت تک رہنا ضروری نہیں ہے۔ جو فعل دو چار دفعہ پایا جائے۔اس کو مضارع استمراری سے تعبیر کرنا جائز ہے۔قرآن میں ایسی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔جن میں سے چند یہ ہیں:

۱...... ''انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون (المائدہ:۴۴)'' ظاہر ہے کہ توریت کے موافق حکم کرنے والے انبیائے کرام، آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی گذر چکے اور آج گذشتہ نبیوں میں سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نزول کے بعد حق نہ ہوگا کہ وہ توریت یا انجیل کی اتباع کرائیں۔

۲...... ''واوحی الیّ ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (انعام:۱۹)'' قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ میں تم کو اور جس کو میرا پیغام پہنچے خدا کے غصہ سے ڈراتا ہوں۔چنانچہ خود آنحضرت ﷺ ایک زمانہ تک ڈراتے رہے۔مگر آج آپ ﷺ کی انذار وتبشیر کا سلسلہ بلاواسطہ مسدود ہے۔

۳...... ''وسخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر۰ وکنا فاعلین (الانبیاء:۷۹)'' ہم نے پہاڑوں اور جانوروں کو داؤد علیہ السلام کا مسخر کر دیا کہ جو ایک ساتھ تسبیح کرتے تھے۔یہ تسبیح داؤد علیہ السلام کی زندگی تک رہی اور پھر بند ہو گئی۔

۴...... آیت میں صاحب شریعت رسول کا ذکر ہے۔جیسا کہ لفظ رسل اور آیاتی سے ظاہر ہے۔اس لئے اگر اس آیت سے استدلال کیا گیا تو نبوت تشریعیہ کا اجراء لازم آئے گا جو مرزا قادیانی کی نظر میں بھی کفر ہے اور تقریب کا ناتمام رہنا یعنی دلیل کا دعوی کے مطابق نہ ہونا اس کے علاوہ ہے۔

تحریف:۲...... ''وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی

من رسله من يشاء (آل عمران:۱۷۹) ''نہیں تھا اللہ تعالیٰ کہ مطلع کرتا تم کو غیب کی باتوں پر لیکن رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس بات کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ غیب پر رسولوں ہی کو مطلع کرتے ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی نے بذریعہ متعدد پیشگوئیوں کے غیب کی خبر دی ہے اس لئے نبی ہونا چاہئے۔ یہی منشاء اس آیت کا ہے۔ ''فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول (الجن:۲۶) لفظ يجتبى مضارع بھی اسی امر کا مقتضی ہے۔

تحقیق: آیت کا مطلب نہیں ہے کہ جس کو رسول بنانا چاہتا ہے۔ اس کو امور غیبیہ کی خبر دے کر رسالت عطا کرتا ہے۔ بلکہ دونوں آیتوں کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کی خبر رسولوں میں سے کسی ایک رسول کے ذریعے سے دیتا ہے۔ اس صورت میں من رسله میں لفظ من تبعيضيه ہوگا۔ یعنی رسولوں میں سے بعض رسولوں کو پیشگوئی کے لئے چن لیتا ہے اور اگر من بیانیہ ہیں تو غیب سے وحی مراد لینی پڑے گی اور اس وقت آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ وحی پر سوائے رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ غرض معیبات کی اطلاعیں دے کر رسول بنانا آیات کا مفہوم نہیں ہے۔ بلکہ رسول بنا کر مغیبات پر مطلع کرنا آیت کا منشاد ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ولكن الله يجتبى لرسالة من يشاء فيوحى اليه ويخبره ببعض المغيبات (بيضاوى ج۱ ص۱۶۷، آل عمران) ''یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا رسول بنا لیتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے مغیبات کی اطلاعیں دیتا ہے اور اگر ہر وہ شخص جو غیب کی خبر دے اس کا رسول ہونا ضروری ہے تو مرزا قادیانی کے خیال میں فاسق فاجر اور فاحشہ عورتیں بھی غیب کی خبریں بتایا کرتی ہیں۔ جیسا کہ متعدد حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے ان کو بھی مرزا قادیانی کی سرکار سے کوئی معزز خطاب ملنا چاہئے۔ پھر مرزا قادیانی حضرت خضر کا ملہم ہونا مانتے ہیں۔ مگر نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

۲ ... يجتبى فعل مضارع ہے۔ جو استمرار الی یوم القیامہ کو نہیں چاہتا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ: ''وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحى اليهم (يوسف:۱۰۹)'' نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر مرد کہ جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ لفظ نوحی میں اگرچہ استمرار ہے۔ لیکن من قبلك استمرار الى يوم القيامه مراد لینے سے مانع ہے۔ كمالا يخفى۔

۳۔ دعویٰ نبوت غیر تشریعیہ کا ہے اور دلیل میں نبوت تشریعیہ کے اجراء کو ثابت کیا جارہا ہے۔ جو تقریب ناتمام ہونے کے علاوہ کفر بھی ہے۔

۴۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کا وہی حال ہے۔ جو نجومی اور رمالوں کی پیش گوئیوں کا ہوتا ہے۔ جس میں ایک سچ ہے تو دس جھوٹ بھی موجود ہیں۔ ایسی غیب دانی نبوت کی نشانی نہیں ہے۔ وہ اخبار بالغیب نبوت کی خصوصیات میں ہے۔ جس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہوتا اور ہر ایک بات من وعن پوری ہوتی ہے اور مرزا قادیانی کا رتبہ اس میں رمال اور نجومی سے بھی گھٹا ہوا ہے۔

تحریف ۳: ''ان رحمة الله قريب من المحسنين (اعراف:۵۶)''

خدا کی رحمت نیکوں سے قریب ہے اور نبوت بھی ایک رحمت ہے۔ لہٰذا وہ بھی ملنی چاہئے۔

تحقیق... رحمت سے جملہ رحمتیں مراد نہیں ہیں۔ ورنہ مال و دولت جاہ وسلطنت بھی ایک رحمت ہے۔ مگر اس رحمت سے اکثر محسنین خصوصاً انبیاء علیہم السلام خالی ہیں۔ نیز رحمت سے خصوصیت کے ساتھ نبوت ہی مراد لینے پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف یہ قرینہ موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ اس لئے آپ کی غلامی اور اتباع سب سے بڑی رحمت ہے۔ اس سے الگ ہونا انتہائی بدنصیبی ہے۔ مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ: ''فلا حاجة لنا الى نبى بعد محمد'' (حمامة البشریٰ ص۸۹، خزائن ج۷ ص۳۰۲)

لہٰذا اگر کوئی نبی ہوگا تو وہ اس سعادت سے ضرور محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ نبی آیت ''ان اتبع الا ما يوحى الى'' کے ماتحت ہر حکم میں رسول شریعت کا تابع نہیں ہوتا۔ کما مر۔

۲۔ پھر بڑی رحمت تو نبوت تشریعیہ ہے۔ اس کو آیت کے مفاد سے نکال کر نبوت غیر تشریعیہ کو اس کا مصداق بنانا زبردستی اور ترجیح بلا مرجح ہے۔

تحریف ۴: ''اهدنا الصراط المستقيم'' نبوت بھی ایک ہدایت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ: ''ووهبنا له اسحق ويعقوب كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل'' (انعام:۸۴)

تحقیق... لفظ ہدایت شرک اور گناہ سے بچنے اور تعلق باللہ اور قرب الٰہی پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس لئے ''اهدنا الصراط المستقيم (فاتحہ:۵)'' میں ہدایت سے وہی معنی لئے پڑیں گے جو بطور قدر مشترک سب میں پائے جائیں۔ چونکہ نبوت قرب الٰہی کا ایک خاص درجہ ہے جو انبیاء ہی کے لئے مخصوص ہے۔ ہر خاص عام میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے سیدھے

راستہ پر قائم رکھنا ہی مراد ہوگا۔ جس کے لئے ہر شخص دعا کر سکتا ہے۔
۲۔ اس آیت میں منعم علیہم کی نعمت طلب کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بلکہ ان کے راستہ پر قائم رہنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور ان کا راستہ شریعت اور مذہب ہے کہ وہ اس کی پابندی اور اتباع کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ: "وجعلنا منهم آئمة يهدون بامرنا (حم السجده:۲۴)" ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے تھے۔ اگر نبوت طلب کرنے کی تعلیم دینی مقصود ہوتی تو اعطنا ما انعمت عليهم ہوتا۔ "صراط الذين انعمت عليهم" نہ ہوتا۔
۳۔ نبوت دعاؤں سے نہیں ملا کرتی جیسا کہ: "ماكنت ترجو ان يلقى اليك" (قصص:۸۶)
"وما كنت تدرى ماالكتب ولا الايمان (الشورى:۵۲)" سے ظاہر ہے۔
دوسرے "وهبنا له اسحاق" کے چند آیات بعد یہ آیت ذکر کی گئی ہے۔ "ذلك هدى الله يهدى به من يشاء من عباده (انعام:۸۸)" نبوت اللہ کی ایک ہدایت ہے اور یہ ہدایت جس کو وہ چاہتا ہے۔ عطا فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبوت وہبی چیز ہے کسی عمل یا دعاء سے نہیں ملتی اور آیت زیر بحث دعائیہ ہے۔ اس لئے نبوت اس کے مفہوم میں داخل نہیں ہو سکتی۔
تحریف:۵ "ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين" (النساء:۶۹)
تحقیق لفظ مع رفاقت اور معیت کے لئے ہے۔ عینیت کے واسطے نہیں آتا۔ ورنہ آیت "ان الله معنا (توبه:۴۰)"
۲۔ "ان الله مع الصابرين" (البقره:۱۵۳)
۳۔ "وهو معكم اينما كنتم (الحديد:۴)" میں اللہ تعالیٰ اور انسان میں عینیت لازم آئے گی۔ وهو كما ترى اور اس حدیث میں تارک الصلوٰة بعينه قارون، فرعون اور ہامان وغیرہ ہونا چاہئے: "عن النبى ﷺ انه ذكر الصلوة يوما فقال من حافظ عليها كانت له نورا وبرهانا ونجاة يوم القيامة ومن لم يحافظها لم تكن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابى ابن خلف (رواه احمد والدارمى والبيهقى، مشكوة ص۵۹، كتاب الصلوة)" ایسا ہی ایک اور روایت میں ہے کہ: "التاجر الصدوق مع النبيين والصديقين

والشهداء والصالحین (منتخب کنز العمال برحاشیه مسند احمد ص۲۰۹ ج۲، ابن کثیر ص۵۲۳ ج۱) ''چاہئے کہ تاجر بھی نبی ہوا کرے۔علاوہ ازیں حسن اولٓئك رفیقاً میں مرافقت کی تصریح موجود ہے۔پھر عینیت کیوں کر مراد ہوسکتی ہے؟۔

۲...... آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا ذکر ہے۔ظاہر ہے کہ جب تک قتل فی سبیل اللہ نہ ہو شہید نہیں ہوسکتا۔جس کا آیت میں کوئی ذکر نہیں۔جب شہادت کے لئے قتل کی قید دوسری آیتوں کی وجہ سے لگائی جاتی ہے تو دلائل ختم نبوت کی وجہ سے کیوں عینیت کی نفی نہیں کی جاتی؟۔

۳...... قرآن رحدیث اور پہلی آسمانی کتابوں میں کسی جگہ نبی کا لفظ غیرتشریعی نبی پراطلاق نہیں کیا گیا۔لہٰذا یہاں بھی نبیین سے تشریعی نبی ہی مراد ہے۔اس لئے اگر مع کو عینیت کے لئے تسلیم کرلیں تو نبوت تشریعیہ کا اجراء لازم آئے گا۔جو مرزا قادیانی کے نزدیک بھی ختم نبوت کے خلاف اور اس کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔

۴...... نبی،صدیق،شہید،صالح چاروں کی معیت ایک ہی شرط کی جزاء ہے۔ اگر مع کو عینیت کے لئے رکھیں تو نفس طاعت سے چاروں نام ایک ہی آدمی کے ہوں گے۔ باوجود یہ کہ یہ غلط ہے۔

۵...... نبیین جمع کا لفظ ہے۔اس کی کیا وجہ ہے کہ سوائے مرزا قادیانی کے آج تک کوئی نبی نہ بنا؟۔باوجود یہ کہ مرزا قادیانی حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق کے مطیع اور صالح ہونے کے قائل ہیں۔مگر نبی ان کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ملاحظہ ہو۔''خدا تعالیٰ افراد خاصہ امت محمد ﷺ کو جب وہ متابعت اپنے رسول میں فنا ہوجائیں اور ظاہراً و باطناً اس کی پیروی اختیار کریں بہ تبعیت ایسے رسول کے اس کی برکتوں میں سے عنایت کرتا ہے......اور یہی لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن شریف میں صدیق آیا ہے۔''

(براہین احمدیہ ج۳ ص۲۳۲،۲۳۳، خزائن ج۱ ص۲۵۶،۲۵۷)

حضرت عمرؓ فاروق کا محدث ہونا پہلے گذر چکا ہے کہ:''وقال علیؓ الاوانی لست بنبی ولا یوحی الی وشله فی الحاکم'' (ازالۃ الخفاء ج۱ ص۱۴۳)

۲...... نبوت وہبی اور عطائی چیز ہے۔کسبی شے نہیں ہے۔جیسا کہ آیت''الله اعلم حیث یجعل رسالته'' (انعام۱۲۴)

۳...... ''والله یختص برحمته من یشاء'' (البقره:۱۰۵)

۴… ''اهم یقسمون رحمته ربك (الزخرف:۳۲)'' وغیرہ سے ظاہر ہے۔ لہٰذا نبوت کو اکتسابی کہنا اس قسم کی آیات کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر ہے۔

تحریف:۶… ''هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة ۰ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۰ وآخرین منهم لما یلحقوابهم ۰ وهو العزیز الحکیم (جمعه:۳،۲)'' اس آیت میں آخرین کی بعثت کا بھی ذکر ہے اور ان میں سے مرزا قادیانی بھی ہیں۔

تحقیق… آخرین کا عطف الامیین یا یعلمهم کی ضمیر پر ہے اور اس لفظ کے زیادہ کرنے سے آنحضرت ﷺ کی بعثت عامہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ بیضاوی میں ہے کہ: ''واخرین منهم عطف علی الامیین اوالمنصوب فی یعلمهم وهم الذین جاؤابعد الصحابة الی یوم الدین فان دعوته وتعلیمه یعم الجمیع (بیضاوی شریف ص۳۷۶، زیر بحث سورہ جمعه)'' رسولاً پر عطف کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو قید معطوف علیہ میں مقدم ہوتی ہے۔ اس کی رعایت معطوف میں بھی ضروری ہے۔ چونکہ رسولاً معطوف علیہ سے فی الامیین مقدم ہے۔ اس لئے فی الامیین کی رعایت وآخرین منهم میں بھی کرنی پڑے گی اور اس وقت یہ معنی ہو جائیں گے کہ بہت سے دوسرے رسول امیین میں اور بھی آئیں گے… چونکہ امیین سے مراد عرب ہیں۔ جیسا کہ صاحب بیضاوی لکھتے ہیں کہ: ''ای فی العرب لان اکثرهم لا یکتبون ولا یقرؤن (بیضاوی ص۳۷۶، سورہ جمعه)'' اور لفظ منهم کا یہی تقاضا ہے اور مرزا قادیانی عربی نہیں ہیں۔

دوسرے بعث ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر رسولاً پر عطف کریں گے تو مضارع کے لئے لینا پڑے گا۔ ایک ہی وقت میں ماضی اور مضارع دونوں کا ارادہ کرنا ممتنع ہے۔

۳… لما نفی ترقب کے لئے آتا ہے۔ اس لئے لما یلحقوابهم کے یہ معنی ہوں گے کہ دوسرے آنے والے ابھی تک امیین سے نہیں ملے۔ مگر ان سے ملنے کی امید ہے یہ بات تابعین اور تبع تابعین پر صادق آتی ہے۔ مرزا قادیانی پر صادق نہیں آسکتی کہ جنہوں نے ۱۳سو برس بعد جنم لیا ہے۔

تحریف:۷… ''یا معشر الجن والانس الم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم هذا (انعام:۱۳۰)'' معلوم ہوا کہ رسولوں کا آنا جائز ہے۔ اس لئے الم یاتکم سوال کیا گیا ہے۔

تحقیق: یہ سوال مجرموں سے قیامت کے روز ہوگا۔ جیسا کہ ینذرونکم لقاء یومکم ھذا سے ظاہر ہے اور اسی امر کی یہ آیتیں ہیں۔ ''وقال لھم خزنتھا الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا'' (الزمر:۷۱)

۲۔ ''ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک (قصص:۴۷)''
فعل مضارع ان آیتوں میں حکایت حال ماضیہ کے لئے ہے اور بس لہذا اس آیت کا اجرائے نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔

تحریف:۸ ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (بنی اسرائیل:۱۵)''
معلوم ہوا کہ جب دنیا میں سخت درجہ کی گمراہی اور غفلت پھیلی ہوئی ہو تو خدا کی طرف سے رسول آتا ہے۔ جس کے آنے پر لوگوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

تحقیق: اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو غفلت اور بے خبری میں ہلاک نہیں کرتا بلکہ بذریعہ رسول کے ان کو آگاہ اور مطلع کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کریں تاکہ دنیوی عذاب سے نجات مل جائے اور اگر وہ رسول کی نافرمانی کریں ان کے کہنے پر نہ چلیں تو پھر ہلاک کئے جاتے ہیں اور اس کی تائید میں یہ آیت صریح موجود ہے۔ ''الم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون (انعام:۱۳۱)'' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے تو لوگ امن میں رہتے ہیں اور ان کی آمد کے ساتھ ساتھ عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گویا ان کا آنا رحمت کیا ہوا الٹا زحمت بن گیا۔

۲۔ ایسے وقت میں نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہدایت اور ارشاد کا کام بذریعہ علماء حق بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی خود بھی قائل ہیں کہ ''جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن میں صدیق آیا ہے اور ان لوگوں کا زمانہ ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعث سے بہت ہی مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے پیغمبر اس وقت آتے رہے ہیں کہ جب دنیا میں سخت درجہ کی گمراہی اور غفلت پھیلتی رہی ہے۔ ایسا ہی یہ لوگ بھی اس وقت آتے ہیں کہ جب ہر طرف گمراہی کا سخت غلبہ ہوتا ہے اور حق سے ہنسی کی جاتی ہے۔'' (براہین احمدیہ ص۲۳۵، خزائن ج۱ ص۲۵۹،۲۶۰ حاشیہ)

تحریف:۹ ''وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (النور:۵۵)'' پہلے لوگوں میں خلافت نبوت کے رنگ میں تھی۔ اس امت میں بھی ایسی ہی ہونی چاہئے۔

تحقیق...... اس خلافت سے حکومت اور زمینی وراثت مراد ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ کے عہد میں پوری ہوگئی اور قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: ''وهو الذی جعلکم خلائف الارض (انعام:۱۶۵)'' صحابہ کرامؓ کی جماعت اس کی مخاطب ہے اور انہی کو پہلوں کا خلیفہ ہونا بلفظ ماضی فرمایا گیا ہے۔

مغالطہ:۱...... ''اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم'' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر خیر و برکت نبوت اور رسالت تھی۔ اسی قسم کی برکات اور رحمتیں آل محمد ﷺ پر ہونی چاہئیں ورنہ لفظ کما کا ان نا صحیح نہ رہے گا۔

تصحیح...... اس خیر و برکت سے کثرت اولاد اور بقاء نسل مراد ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ''قالوا أتعجبين من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت (هود:۷۳)'' اس میں حضرت سارہؑ کو اولاد کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے عطاء نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے درود شریف میں بھی نبوت یا رسالت کی برکت مراد نہیں ہے۔ ورنہ بارک علی محمد کے یہ معنی ہوں گے کہ محمد ﷺ کو نبوت کی برکت عطاء فرما اور یہ بداہۃً غلط ہے۔ پھر آل نبی ہونے کی وجہ سے مرزا پر یہ دعا صادق نہیں آتی۔ نیز ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت مستقلہ اور بعد اکثیر ہوتی آئی ہے۔ امت محمدیہ میں سے بقول مرزا قادیانی سوا ان کے کوئی بھی نبی نہ ہوا اور وہ بھی ظلی بروزی جس کا اولاد ابراہیم میں کہیں پتہ نہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کی تحریف تسلیم کرتے ہوئے بھی کما کے معنی صحیح نہیں ہوتے۔

مغالطہ:۲...... اگر مرزا قادیانی جھوٹے ہوتے تو ان کو اس قدر کامیابی کبھی نصیب نہ ہوتی۔

تصحیح...... قلت اور کثرت پر حق و باطل کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم میں کافروں کی نسبت ارشاد ہے کہ: ''وجعلنا هم أئمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون (القصص:۴۱)'' ہم نے ان کو دنیا میں لوگوں کا پیشوا بنایا۔ جو ان کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت کے دن ایسوں کی مدد نہ کی جائے گی۔

مغالطہ:۳...... ''لو عاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً (ابن ماجه ص۱۰۸ باب ماجاء فى الصلوة على ابن رسول الله ﷺ)'' معلوم ہوا کہ نبوت ابھی تک جاری ہے۔

ورنہ بصورت زندگی ابراہیم بن رسول اللہ کا نبی ہونا ممکن تھا۔

تصحیح...... اہل علم سے مخفی نہیں کہ لوعاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً قضیہ شرطیہ ہے۔ اس میں لوعاش مقدم یعنی قضیہ کا پہلا جز اور لکان صدیقاً نبیاً تالی۔ یعنی دوسرا جز ہے۔ قضیہ شرطیہ کے صدق کے واسطے تالی کا وقوع تو بجائے خود رہا۔ اس کے واقع ہونے کا امکان بھی ضروری نہیں۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ: ''لوکان اجتماع الضدین جائز لکان اللیل مع النہار موجوداً'' اگرچہ اس میں جزء ثانی پہلے جز کی طرح محال ہے۔ مگر قضیہ کے سچا ہونے میں ذرا شک نہیں۔ اسی طرح ''قوله تعالیٰ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین (زخرف:۸۱)'' اور ''قوله تعالیٰ لئن اشرکت لیحبطن عملك (زمر:۶۵)'' میں قضیہ شرطیہ کے دونوں جز غیر ممکن الوقوع ہیں۔ مگر قضیہ کے صادق ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''الشرط انماھو تعلیق شی بشی من غیر تعرض لامکان شی کما فی قوله تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین وقوله تعالیٰ لئن اشرکت لیحبطن عملك'' لہٰذا اس عبارت سے نبوت کے وقوع یا اس کے امکان پر استدلال کرنا عقلمندی سے بعید ہے۔

۲...... اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو نبی بنایا جاتا۔ مگر چونکہ نبوت آپ ﷺ پر ختم کردی گئی تھی۔ اس لئے وہ بڑی عمر تک زندہ نہیں رکھا گیا۔ چانچہ اس بیان کی تائید میں اسی باب کی پہلی حدیث موجود ہے۔ ''عن اسمعیل بن خالد قلت لعبد اللّٰہ بن ابی اوفی ارائیت ابراھیم بن رسول اللّٰہ قال مات وھو صغیر ولو قضی ان یکون بعد محمد ﷺ نبی لعاش ابنه ولکن لا نبی بعدہ (ابن ماجه ص۱۰۸، باب ماجاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللّٰہ ﷺ وذکر وفاته)'' آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم لڑکپن ہی میں فوت ہوگئے تھے۔ اگر آپ ﷺ پر نبوت ختم نہ ہوتی تو وہ زندہ رکھے جاتے اور آپ ﷺ کے بعد وہی نبی ہوتے۔ یہی معنی اس روایت کے ہیں۔ جو مسند احمد میں انس بن مالکؓ سے منقول ہے: ''انه لوبقی ابراھیم بن النبی ﷺ کان نبیا ولکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء (حاوی للفتاوی ج۲ ص۹۹، للسیوطیؒ)'' اگرچہ ان دونوں روایتوں میں عبداللہ بن ابی اوفی اور انس کا ذاتی خیال ذکر کیا گیا ہے۔ مگر صحابی کا وہ قول جس میں قیاس کو دخل نہ ہو مرفوع حدیث کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہی معنی آیت ''ما کان محمد ابا

احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)‘‘ سے مستفاد ہیں۔ کیونکہ لکن وہم سابق کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پسری اولاد کے زمانہ رجولیت تک زندہ نہ رہنے کے شبہ کو آپ کی ختم نبوت اور ابوۃ روحانیہ کا ذکر فرما کر دور کردیا۔ اگر یہ معنی نہ لیں گے تو لکن کا لانا صحیح نہ رہے گا۔

۳…… پھر یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے کہ: ’’قال ابن حجر ان هذا الحديث لم يصح رفعه من حيث انه روى ابن ماجه بسند فيه ابوشيبه ابراهيم بن عثمان العبسى قاضى واسط وهو متروك الحديث قال الترمذى منكر الحديث قال الدار قطنى ضعيف وقال النووى فى تهذيبه واما ماروى عن بعض المتقدين حديث لوعاش ابراهيم لاكان نبياً فباطل‘‘

مغالطہ:۴…… تکملہ مجمع البحار میں خاتم النبیین کے یہ معنے لکھے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور ایسا ہی ملا علی قاری نے موضوعات کبیر کے ص۵۸،۵۹ پر تحریر کیا ہے۔

تصحیح…… گذشتہ بیانات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ نبی اور رسول دونوں تشریعی نبی کہلاتے ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین سے نبی اور رسول دونوں کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور ان کی آمد ثانی جو احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ بظاہر خاتمیت کے خلاف تھی۔ اسی لئے مفسرین ودیگر علماء کبار نے اس تعارض کو اٹھاتے ہوئے یہ ظاہر کردیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پہلے صاحب شریعت نبی تھے۔ مگر نزول کے بعد ان کے لئے کسی قسم کی نئی یا پرانی شریعت نہ ہوگی۔ اس لئے وہ تشریعی نبی بھی نہ ہوں گے اور آیت میں ایسے ہی نبی کے آنے کی نفی کی گئی ہے۔ چونکہ ایک نبی کے نبی ہونے کے لئے لازمی ہے کہ اس کی طرف شریعت خاصہ ان کی ذات خاص کے لئے یا عامہ جوامت اور رسول دونوں کے واسطے ہو بھیجی جائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بحکم تبعیت خاتم الانبیاء کسی قسم کی شریعت نئی یا پرانی نہیں دی جائے گی۔ بلکہ وہ ہر حکم میں شریعت محمدیہ کے تابع اور مطیع ہوں گے۔ اسلئے ان پر نبی تشریعی کا لفظ صادق نہیں آئے گا۔ جو خاتمیت کے منافی ہے۔ بلکہ نبوت سابقہ غیر تشریعیہ ہوگی اور اس سے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور یہی مطلب عائشہؓ کی اس روایت کا ہے۔ ’’قولوا خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبى بعده (مجمع بحار الانوار ج۵ ص۵۰۲)‘‘ یعنی کسی نبی کا خواہ نیا ہو یا پرانا شریعت لے کر آنا

منع ہے اور اگر پہلا نبی بلاشریعت آئے تو وہ خاتمیت کے مخالف نہیں ہے۔ چنانچہ مجمع البحار پر مرقوم ہے۔ ”عن عائشةؓ قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعده وهذا ناظرا الیٰ نزول عیسیٰ وهذا ایضاً لا ینافی جینئذ لا نبی بعدی لانه اراد لانبی ینسخ شرعه (مجمع بحار الانوار ج۵ ص۵۰۲) “یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب شریعت نبی کے آنے کی نفی کی گئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شریعت کے ساتھ نہیں آئیں گے اور نہ ان پر امرونہی کی وحی نازل ہوگی اور یہی مراد ملا علی قاریؒ کی بھی ہے۔ غرض عیسیٰ السلام آمد ثانی کے وقت ہر حکم میں شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے اور کوئی حکم ان کی ذات خاص کے لئے نازل نہ ہوگا اور نہ وحی نبوت ان پر اترے گی۔ اگرچہ ان کا مرتبہ نبیوں جیسا ہوگا۔ مگر وحی نبوت اور شریعت خاصہ نازل نہ ہونے کی وجہ سے وہ شرعی اصطلاح میں نبی نہیں کہلائیں گے۔ جس طرح قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسل اسی نام کے ساتھ پکارے جائیں گے۔ لیکن منصب نبوت تبلیغ تشریع اور نزول وحی وغیرہ کچھ نہیں ہوگا نہ کوئی حکم شریعت محمدیہ کے موافق اور یا مخالف ان پر نازل ہوگا۔ کیونکہ ایسا ہونے سے نسخ شریعت لازم آئے گا۔ جو بحکم تبعیت جائز نہیں ہے۔

اسی لئے جلالین اور جامع البیان میں خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”منه بان لا نبی بعده واذا نزل السید عیسی یحکم بشریعته (تفسیر جلالین ص۳۵۵ زیر آیت ولکن رسول الله وخاتم النبیین) “وعیسی ینزل بدینه موئد اله اذا نزل السید کی قید کا فائدہ بتاتے ہوئے صاحب جمل لکھتے ہیں کہ: ”واذا نزل السید عیسی یحکم بشریعته جواب عمایقال کیف قال تعالی وخاتم النبیین وعیسی ینزل بعده وهونبی (حاشیه۱۰،جلالین ص۳۵۵ زیر آیت ماکان محمد ابا احد) “اور نیز اسی میں درج ہے کہ: ”قال الزمخشری فان قلت کیف کان اخر الانبیاء وعیسی ینزل فی آخر الزمان قلت بمعنے کونه آخر الانبیاء انه لا ینباء بعده احد وعیسی ممن نبئ قبله وحین ینزل ینزل عاملا بشریعة محمد ﷺ اه کرخی“ (تفسیر کشاف الزمخشری ج۳ ص۵۴۴،۵۴۵)

۲...... ”ولا یقدح نزول عیسی بعده لانه اذا نزل کان علی دینه مع ان المراد انه آخر من نبی (بیضاوی ج۲ ص۱۹۶) “غرض ملا علی القاری اور

صاحب فتوحات اور شیخ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ جس علماء نے نبوت غیرتشریعیہ کے اجراء کا اقرار کیا ہے۔ انہوں نے صاف طور پر یہ ظاہر کر دیا کہ ایسا شخص ہر حکم میں نبی عربی ﷺ کا تابع اور فرمانبردار ہوگا اور اس پر موافق یا مخالف کسی قسم کی وحی نازل نہ ہوگی۔ نبی غیرتشریعی یا تابع نبی کے یہی معنے ہیں۔ اس بات کا کسی جگہ اظہار نہیں کیا کہ کوئی شخص شریعت محمدیہ کی اتباع سے درجہ نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ ایسا کہنے والے کو کافر کہا ہے: ''ومن ادعی النبوة او جوزا لنفسه اوجوز اکتسابها والبلوغ بصدق القلب الی مرتبتها کا الفلاسفة وغلاة المتصوفة وکذالك من ادعی منهم انهم یوحی الیه وان لم یدع النبوة فهؤلاء کلهم کفار مکذبون للنبی ﷺ'' (شفاء ج۲ ص۲۴۷،۲۴۶)

۲...... ''ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع''

(شرح فقه اکبر ص۲۰۲)

۳...... ''ولم یفضل ولی قط دهرا نبیا اورسولا فی انتحال قال الملا علی قاری فی شرحه عبارة النفسی فی عقائده ولا یبلغ ولی درجة الانبیاء اولی من عبادة الناظم الافادتها لفی المساوات (ایضاً)'' لہٰذا لاہوری مرزائی جماعت کا مرزا قادیانی کو مجدد مانتے ہوئے بعض انبیاء سے افضل کہنا موجب کفر ہے۔ چونکہ نبی اس وقت نبی کہلایا جا سکتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی حکم میں شریعت سابقہ کی اطاعت سے بہرہ ور ہو اور براہ راست اس پر خدا کی وحی اترے۔ ایسا نبی قیامت تک کبھی نہیں آ سکتا۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی جب تشریف لائیں گے تو یہ حیثیت ان میں کلیتہً مفقود ہوگی اور ان پر شریعت محمدیہ کے ہر حکم کی اتباع کرنی لازمی ہوگی۔

مطالبہ:۱...... مرزا قادیانی نے جو تابع نبی کے معنے گھڑے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے نبوت حاصل کرے۔ اگر مرزائی جماعت نبی غیرتشریعی کے یہ معنی کسی عالم سے ثابت کر دے تو ہم علاوہ انعام کے اجراء نبوت کے قائل ہو جائیں گے۔

مطالبہ:۲...... اگر نبی تشریعی کے معنے مرزا قادیانی کے خیال میں یہ ہیں کہ وہ صاحب کتاب نئی شریعت اور نئے احکام خدا کی طرف سے لے کر آیا ہو تو پھر رسول کے کیا معنے ہیں؟ اور اگر رسول، تشریعی نبی ایک ہی ہے تو آنحضرت ﷺ خاتم المرسلین ہوئے۔ خاتم الانبیاء نہ ہوئے باوجود یہ کہ آیت میں خاتم النبیین ہے۔

باب: بطالت مرزا قادیانی

فصل اوّل معیار نبوت

مراق مرزا

بنائے صاحب نظرے گوہر درد دیا
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

''ام یقولون به جنة بل جاءهم بالحق واکثرهم للحق کارهون (المومنون: ۷۰)'' کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو جنون ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں۔ جس کے اختیار کرنے کو اکثر لوگ برا جانتے ہیں۔ بل جملہ پر ابطالیہ یا انتقالیہ ہوا کرتا ہے اور دونوں صورتوں میں مابعد بل کا ماقبل کے مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے آیت کا یہ مفاد ہوگا کہ جس پر حق ظاہر ہو وہ کبھی مجنون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نبوت اور جنون میں منافاۃ ہے۔ نبوت نعمت الٰہی ہے جو کمال عقل کو چاہتی ہے اور جنون نقمۃ اور سزا ہے۔ جو سخافت عقل کی مقتضی ہے اور یہ دونوں باتیں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے قرآن مجید میں پیغمبر خدا ﷺ کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ:''وما انت بنعمة ربك بمجنون (القلم:۲)''......''وما بصاحبكم من جنة'' (سباء:٤٦)

تصدیق مرزائیان

''ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامن گیر ہو جائے۔ جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہوگیا۔'' (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑ یہ ص۳۱، خزائن ج۱۷ص ۶۷)

''ملہم کے دماغی قویٰ کا نہایت مضبوط اور اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے۔''
(ریویو آف ریلیجنز ص۴، ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء)

''انبیاء کا حافظہ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔'' (ریویو ص۸، ماہ نومبر ۱۹۲۹ء)

''ملہم کا دماغ بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔'' (ریویو ص۲۶، ماہ جنوری ۱۹۳۰ء)

''جب تک نورِ قلب نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجہ پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نور

ر نہیں پاتا۔'' (حاشیہ براہین احمدیہ ص۱۸۲،خزائن ج۱ص۱۹۸)

اگرچہ کافروں نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ان کو ساحر کاہن اور مجنون کہا ہے۔لیکن انبیاء کرام علیہم السلام نے کبھی اپنی زبان مبارک سے اس الزام کا اقرار نہیں کیا۔وحی ربانی ہمیشہ اس کی تردید کرتی رہی۔قرآن کریم میں ہے۔''وما انت بنعمة ربك بكاهن و لا مجنون (القلم:٦)'' مگر مرزا قادیانی اپنے مراقی ہونے کے خود مقر ہیں۔

شہادت:۱...... ''حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے مراق کی بیماری ہے۔''

(ریویو ص۴۵،ماہ اپریل ۱۹۲۵ء)

۲...... ''میری بیماریوں کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی۔جو اس طرح وقوع میں آئی۔آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔یعنی مراق اور کثرت بول۔'' (ملفوظات ج۸ص۴۴۵)

۳...... ''رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے۔''

(کتاب منظور الٰہی ص۳۴۸)

مرزا قادیانی کا دوسرا بیٹا سیرۃ المہدی میں لکھتا ہے کہ:''مرزا قادیانی کو ہسٹریا کا دورہ بھی پڑتا تھا۔'' (سیرۃ المہدی ج۱ص۱۳)

مراق مالیخولیا ہے اور مالیخولیا ایک قسم کا جنون ہے۔جیسا کہ خلیفہ نورالدین قادیانی لکھتا ہے کہ:''چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے اور مالیخولیا میں دماغ کو ایذا پہنچتی ہے۔'' (بیاض نورالدین جزء اول ص۲۱۱ مطبوعہ ۷؍ستمبر ۱۹۲۸ء)

ایسا مریض اگر لکھا پڑھا ہو تو وہ اکثر نبوت کا دعویٰ کیا کرتا ہے۔''اگر مریض دانشمند بوده باشد دعوی پیغمبری و معجزات وکرامات کند سخن از خدائے گوید وخلق رادعوت کند'' (اکسیر اعظم ج۱ص۱۸۸)

ایسا ہی (مخزن حکمت ج۲ص۱۳۵۲) میں ہے اور (بیاض نورالدین حصہ اول کے ص۲۱۲) پر لکھا ہے کہ:''مالیخولیا کا کوئی مریض خیال کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔''

اس کے بعد ہم مرزائی ڈاکٹر شاہ نواز کی ایک شہادت پیش کرتے ہیں۔جس سے

صاف معلوم ہوگا کہ مالیخولیا کا مریض کبھی ملہم نہیں ہوسکتا: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس کو ہسٹریا یا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔'' (ریویو ج۷ ص۶، ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ: ''مرزا قادیانی کو ہسٹریا کا دورہ بھی پڑتا تھا۔''

(سیرۃ المہدی ج۱ ص۱۳)۔

اختلافات مرزا

۲...... ''لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدو افیہ اختلافا کثیراً (النساء:۸۲) ''اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف نظر آتا۔ یعنی جس کلام میں تناقض اور اختلاف پایا جائے گا وہ خدا کا کلام کبھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مرزا قادیانی اس شخص کو جس کے کلام میں تناقض پایا جائے۔ اس کو پاگل اور مخبوط الحواس تک بتا رہے ہیں۔ ''ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۸۴، خزائن ج۲۲ ص۱۹۱)

''ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔'' (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۶ ص۱۴۳)

بموجب مرزا قادیانی کے اس الہام کے ''ماینطق عن الھوی'' یعنی مرزا قادیانی اپنی خواہش سے نہیں کہتا۔ (تذکرہ ص۳۷۸،۳۹۴)

اور الہام ''اعلمو ان فضل اللّٰہ معی وان روح اللّٰہ ینطق فی نفسی''

(انجام آتھم ص۱۷۶، خزائن ج۱۱ ص۱۷۶)

''یعنی جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے ساتھ بول رہی ہے۔''

یہ کہنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی جو کچھ فرماتے ہیں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی کتابیں تناقض اور اختلاف سے بھری پڑی ہیں۔ اس لئے وہ کبھی الہامی کتابیں نہیں ہوسکتیں اور نہ ان کا کوئی کلام خدا کا کلام کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس قسم کے تمام دعوے دروغ بافی یا غلط بیانی پر مبنی ہیں اور ایسے متناقض کلام کہنے والے کے حق میں مرزا قادیانی کا فتویٰ اس کے علاوہ ہے۔ یہاں چند ایسے اختلافات نمونتہً ذکر کئے جاتے ہیں۔ جن میں کسی طرح کی

تاویل نہیں ہوسکتی اور ان میں بقول مرزا قادیانی کھلا کھلا تناقض پایا جاتا ہے۔

الف ... ''میں مسیح موعود ہوں۔'' (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۹۵،۱۹۶، خزائن ج۱۷ ص۲۵۳)

ب ... ''یہ عاجز مسیح موعود نہیں۔'' (ازالہ ص۱۸۵، خزائن ج۳ ص۱۸۹)

۲:الف ... ''ابن مریم نبی نہ ہوگا۔'' (ازالہ ص۲۹۲، خزائن ج۳ ص۲۴۹)

ب ... ''کیا مریم کا بیٹا امتی ہوسکتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۹، خزائن ج۲۲ ص۳۱)

۳:الف ... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اکیسویں برس کی عمر ہوئی تھی۔''

(حاشیہ راز حقیقت ص۲، خزائن ج۱۴ ص۱۵۴)

ب ... ''آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔''

(تبلیغ رسالت ج۸ ص۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۰۹)

ج ... ''تمام یہود ونصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف ۳۳ برس کی تھی۔'' (حاشیہ راز حقیقت ص۳، خزائن ج۱۴ ص۱۵۵)

''اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہوکر اپنے خدا کو جاملا۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص۲۷، خزائن ج۲۰ ص۲۹)

۳۳ واقعہ صلیب تک اور ۱۲۰ برس واقعہ صلیب کے بعد اس لئے کل ۳۳+۱۲۰=۱۵۳ برس کی عمر ہوئی۔

۴:الف ... ''جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں۔ چنانچہ اس واقعہ پر اس زمانہ میں بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۲۵۵، خزائن ج۲۳ ص۲۶۶)

ب ... ''یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں۔ ان کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن سے بے خبر ہے۔'' (حاشیہ چشمہ معرفت ص۷۵، خزائن ج۲۳ ص۸۳)

''باوجود یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی توریت وانجیل کے محرف ہونے کی شہادت دی ہے۔'' (دیکھو مشکوٰۃ ص۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

کذبات مرزا

۳ ... ''انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بآیات اللّٰہ (النحل:۱۰۵)''
جھوٹ وہی بولتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

یاد رہے کہ جھوٹ اور نبوت دونوں کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بموجب فیصلہ ''لعنۃ

اللّٰہ علی الکاذبین (آل عمران: ۶۱) ''جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے اور نبوت نعماء الٰہی میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ اس لئے اگر کسی شخص کے کلام میں ایک فی صدی بھی جھوٹ نکل آیا تو وہ کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ:

۱...... ''نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔'' (مسیح ہندوستان ص۲۱، خزائن ج۱۵ ص۲۱)

۲...... ''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔''

(حاشیہ ضمیمہ گولڑویہ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۵۶)

۳...... ''جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۲۶، خزائن ج۲۲ ص۴۵۹)

۴...... ''غلط بیانی اور بہتان طرازی راست بازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بدذات آدمیوں کا کام ہے۔'' (آریہ دھرم ص۱۱، خزائن ج۱۰ ص۱۳)

۵...... ''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں رہتا۔'' (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

۶...... ''یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں۔ سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔'' (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ ص۱۶۸)

مگر مرزا قادیانی نے ہر معاملہ میں جھوٹ بولنے کے علاوہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر بھی افتراء کرنے اور بہتان باندھنے سے دریغ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو۔

۱...... ''مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ سے لڑائی لڑنے والے ٹھہریں گے۔''

(اشتہار تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت ریویو ریلیجنز قادیان ج۶ ش۹، ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء ص۳۶۵)

اس مضمون کی حدیث کوئی نہیں آئی۔ یہ مرزا قادیانی کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء اور بہتان ہے۔

۲...... ''آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔''

(ازالہ اوہام ص۲۵۲، خزائن ج۳ ص۲۲۷)

اصل الفاظ حدیث کے اس طرح آئے ہیں۔ جن کو مرزا قادیانی نے قطع برید کے بعد اپنے مطلب کو موافق گھڑ لیا ہے۔

''عن جابرؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تسالونی عن الساعة وانما علمها عند اللّٰه واقسم باللّٰه ماعلے الارض من نفس منفوسة یأتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (مشکوة باب قرب الساعة ص ٤٨٠)'' جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے ایک ماہ پیشتر یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو۔ جس کا علم خداتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ البتہ جو اس وقت زمین پر لوگ آباد ہیں۔ وہ آج کی تاریخ سے زیادہ سے زیادہ سو سال تک زندہ رہیں گے۔ اس میں سو سال تک قیامت کے آجانے کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف ایسی غلط بات کی نسبت کر کے مرزا قادیانی، حدیث: ''من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (مسلم ج ۱ ص ۷ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللّٰه ﷺ)'' کی وعید کے مستحق بن گئے ہیں۔

۳...... ''نسائی نے ابی ہریرہؓ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من الدین السنتهم احلی من العسل وقلوبهم قلوب الذیاب! یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا۔'' (گولڑویہ ص ۸۶، خزائن ج ۱۷ ص ۲۳۵)

مرزا قادیانی نے اس روایت کے نقل کرنے میں بھی دجل اور خیانت سے کام لیا ہے۔ حدیث میں رجال یختلون بالراء ہے۔ دجال بالدال نہیں ہے۔ اگر دجال دال کے ساتھ ہوتا تو یختلون بصیغہ جمع نہ آتا۔ بلکہ مفرد ہوتا۔ یا دجال کی جگہ دجالون بلفظ جمع ذکر کیا جاتا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے اور شخص واحد نہیں ہے۔ دجال کے راء کو دال سے بدل کر دجال نقل کر دیا۔

۴...... ''وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔''

(شہادت القرآن ص ۴۱، خزائن ج ۶ ص ۳۳۷)

یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔

۵…… ''مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ص۴۰۶)

مرزا قادیانی نے اس تحریر میں مجدد صاحب کے جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے کہ: ''واذ اکثر هذا القسم من الکلام مع واحد منهم سمی محدثا''

(مکتوبات جلد ثانی ص۹۹، ازالہ اوہام ص۹۱۵، خزائن ج۳ص۶۰۱)

مرزا قادیانی نے اپنی نبوت باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے دانستہ بجائے محدث کے نبی رکھ دیا اور لوگوں کو مکتوبات امام ربانی کا نام لے کر دھوکا دینا چاہا۔

۶…… ''ہاں میں وہ نبی ہوں۔ جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا۔''

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۵۱)

اور اربعین میں لکھتے ہیں کہ: ''اے عزیزو تم نے وہ وقت پالیا جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا۔ جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی تھی۔'' (اربعین ج۴ص۱۴، خزائن ج۱۷ص۴۴۲)

مرزا قادیانی کے یہ تمام دعوے دروغ بیفروغ ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ کے حق میں جو انبیاء سابقین نے پیشین گوئیاں کی تھی ان کو اپنے اوپر چسپاں کر کے سخت گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔

۷…… ''اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔'' (کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ص۵)

یہ مرزا قادیانی کا قرآن مجید پر افتراء اور بہتان ہے۔ ورنہ قرآن میں کسی جگہ یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔

۸…… ''اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان اور یہ کشف تھا۔''

(ازالہ ص۷۷، خزائن ج۳ص۱۴۰، البشریٰ ج۱ص۱۹حصہ۲)

قادیان کا نام قرآن سے دکھاؤ اور انعام حاصل کرو اور اگر یہ کشف جھوٹا تھا تو

ایسے صاحب کشف کو کیا کہنا چاہئے؟ اور اگر تاویل کرنی ہے تو اس طرح ہر ایک جھوٹ کو سچا کیا جا سکتا ہے۔

۹..... ''ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا۔ کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا۔''

(ایام الصلح ص ۱۶۸، ۱۶۹، خزائن ج ۱۴ص ۴۱۶، ۴۱۷)

دجال کا کفر سے تائب ہو کر حج بیت اللہ کرنا اور بمعیت اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حج کے لئے مکہ میں داخل ہونا مرزائی صاحبان کسی حدیث سے ثابت کریں اور اپنے جھوٹے نبی کو ''من کذب علیّ ...... الخ'' کے ماتحت جہنم میں جانے سے بچالیں۔

۱۰..... ''ہم نے صد ہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۲۹ خزائن ج ۱ص ۶۲)

''لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شائع کرنا بغرض اثبات حقیقت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۳۱ خزائن ج ۱ص ۶۴)

''ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے۔ بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں۔ تالیف کیا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۳۲ خزائن ج ۱ص ۶۶، ۶۷)

''اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے۔ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۳۵، ۳۴ خزائن ج ۱ص ۶۹)

''یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے۔''

(براہین احمدیہ ص ۱۳۶، حصہ ۲ خزائن ج ۱ص ۱۲۹)

''گذارش ضروری! چونکہ کتاب اب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا ان خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے اب تک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پوری قیمت نہیں بھیجی۔ التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیہ قیمت بلاتوقف بھیج دیں۔ کیونکہ جس حالت میں اب اصلی

قیمت کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض دس یا پندرہ روپے قیمت قرار پائی۔"

(مقدمہ براہین احمدیہ، خزائن ج ۱ ص ۱۳۶)

ان تمام عبارتوں میں لوگوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ حقیقت اسلام پر تین سو محکم دلائل کا مجموعہ لکھا جا چکا ہے۔ اور کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ جس کی اصلی قیمت ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے فی نسخہ سو روپیہ ہیں۔ مگر رعایتی قیمت متوسط الحال سے ۲۵ روپیہ اور غرباء سے دس روپیہ ہوں گے۔ چنانچہ اسی تحریر کے موافق لوگوں سے یہ قیمتیں وصول کی گئیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"اس عاجز کو اس تجربہ کا اسی کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقع ملا کہ حالانکہ خوب مشتہر کیا گیا تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں۔ کیونکہ غریبوں کو صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے۔ سو جبر نقصان کا واجبات سے مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہوگئے۔ خوب جبر کیا۔ ہم نے کسی منی آڈر کی تفتیش کی کہ پانچ روپیہ بابت قیمت کتاب کس کے آئی ہے۔ یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجی ہے تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب یا فلاں رئیس اعظم نے۔ ہاں نواب اقبال الدولہ صاحب حیدرآباد نے اور ایک اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے۔ ایک نسخہ قیمت میں سو روپیہ بھیجا ہے اور ایک عہدہ دار محمد افضل خان نام نے ایک سو دس روپیہ اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ نے تین نسخہ کی قیمت تین سو روپیہ بھیجا ہے اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لدھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں۔ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت پچیس روپیہ بھیجے ہیں۔"

(براہین احمدیہ، خزائن ج ۱ ص ۳۱۹)

اس طرح بہت سا روپیہ آپ نے بطور اعانت وامداد اور پوری قیمت کے وصول کر لیا۔ مگر ۲۳ برس تک خریداروں کو کوئی جواب نہ ملا اور اس عرصہ میں بہت سے خریدار راہی ملک بقاء ہوگئے۔ جن کی رقم مرزا قادیانی شیر مادر کی طرح پی گئے اور ڈکار بھی نہ لی۔

چنانچہ براہین احمدیہ کے حصہ ۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے۔ اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گذر گئے۔"

(براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۲، خزائن ج ۲۱ ص ۴)

جب خریداروں نے سختی کے ساتھ کتاب کا مطالبہ کیا تو مرزا قادیانی نے ۲۳ برس بعد

پنجم حصہ لکھا اور اس میں خریداروں کی سخت کلامی کا شکوہ ان لفظوں میں کیا۔

''اور اس مدت اور اس قدر زمانہ التواء میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کی گند سے حد سے زیادہ آلودہ تھے اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔'' (دیباچہ براہین حصہ۵ ص۱، خزائن ج۲۱ ص۲)

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس شئے کی خرید وفروخت ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ اتنی مدت بعد ملی۔ مگر وہی چیز بعینہ ملی ہے یا کوئی اور شئے دے گئی۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا قادیانی نے تین سو جز تک کتاب کے مکمل ہونے کا اعلان کیا تھا اور کتاب کی قیمت بھی اس ضخامت کو پیش نظر رکھ کر وصول کی گئی تھی۔ مگر پانچواں جز لکھتے ہوئے کس صفائی سے اپنا پیچھا خریداروں سے چھڑا لیا ہے۔ چنانچہ شروع دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

بحمداللہ کہ آخر ایں کتابم
مکمل شد بفضل آنجنابم

(دیباچہ براہین احمدیہ ص۱، خزائن ج۲۱ ص۲)

یعنی جس کتاب کی خریداری ہوئی تھی۔ وہ پانچویں جز کے لکھنے سے مکمل ہوگئی۔

ص۵، ۷ پر اس کو وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ: ''میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیقت اسلام کے لئے تین سو دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں۔ لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزار ہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا۔'' (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۵، ۷، خزائن ج۲۱ ص۶)

''پہلے پچاس حصہ لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔''

(دیباچہ براہین حصہ۵ ص۷، خزائن ج۲۱ ص۹)

کجا تین سو دلائل والی کتاب کے مکمل ہونے کا اعلان اور اس پر وصولی قیمت اور کجا دو دلیلیں جن میں ایک دلیل مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں تھیں۔ پھر کہاں ۵۰ جز کا اشتہار اور کہاں پانچ جز کی تحریر بلند آہنگی سے کتاب کی تکمیل اور ایفائے عہد کا دعویٰ، اللہ اللہ، این چہ بوالعجبی:

جنون کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنون
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس صریح جھوٹ کے علاوہ اشتہاری لوگوں کی طرح براہین کے متعلق مندرجہ ذیل اوصاف حسنہ کا بڑی زور سے اعلان کیا گیا۔

''اول اس بات میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں۔ بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام اخلاق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ۲ ص۱۳۶ خزائن ج۱ ص۱۲۹)

''دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جس کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر ایک طالب حق پر ظاہر ہوگی۔''

(براہین احمدیہ ص۱۳۶ خزائن ج۱ ص۱۲۹)

''تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں۔ یہودی، مجوسی، عیسائی، آریہ، براہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لامذہب۔ سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔ اور جواب بھی ایسا جواب دروغ گو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے۔''

(مقدمہ براہین حصہ۲ ص۱۳۶ خزائن ج۱ ص۱۲۹)

''چوتھا یہ فائدہ جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں۔ بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے۔''

(براہین احمدیہ ص۱۳۷ خزائن ج۱ ص۱۳۰)

''پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق ومعارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے۔'' (براہین ص۱۳۷ خزائن ج۱ ص۱۳۰)

اب براہین احمدیہ موجود ہے اس میں جو چیز نظر آ رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلی جلد میں اشتہار اور دوسری تیسری جلد میں مقدمہ اور اس میں بے مغز باتیں اور تیسری کی پشت پر تین سو جز تک کتاب بڑھ جانے کا اشتہار۔ جس کا اس وقت تک کوئی وجود نہ تھا اور نہ بعد میں ہوا۔ چوتھی جلد میں صرف مقدمہ اور آٹھ تمہیدات ہیں۔ پانچ سو بارہ صفحہ تک مقدمہ اور اس کی تمہیدات چلی گئیں ہیں۔ اس کے بعد باب اول شروع ہوا ہے۔ ابھی دلائل کا آغاز ہی ہوا تھا اور ایک دلیل بھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اس کو ختم کر دیا اور تین سو دلائل کا وعدہ خطائی میں پڑ گیا۔ یہ اس سلسلہ کا کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ تلک عشرة کاملة!

س ...... حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے؟۔

ج ...... تسمیۃ کذباً فی حدیث الصحیحین ''لم یکذب ابراھیم الاثلث کذبات نظر ابظاھرہ (کمالین حاشیہ جلالین ص۳۷۶ زیر آیت فقال انی سقیم)''

''یکون المراد بکونہ کذبا خبراً شبیہاً بالکذب (کبیر ص۱۴۸ ج۱۳ زیر آیت فقال انی سقیم) ''یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین باتیں بظاہر جھوٹ ہیں۔لیکن حقیقت میں وہ جھوٹ نہیں ہیں۔کیونکہ انی سقیم بطور تعریض فرمایا ہے کہ:''امـا الکذب فغیر لازم لانہ ذکر قولہ انی سقیم علی سبیل التعریض بمعنی ان الانسان لا ینفک فی اکثر احوالہ من حصول ھالۃ مکروھتہ اما فی بدنہ واما فی قلبہ وکل ذالك سقیم'' (کبیر ص۱۴۸ ج۱۳ زیر آیت فقال انی سقیم)

اس لئے انی سقیم کے یہ معنے ہوئے کہ میں تمہاری صحبت سے تنگ آیا ہوا ہوں۔

دوسری بات بل فعلہ کبیر ھم ھذا ہے یہ قول بھی بطور تعریض اوران کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے کہا تھا۔اس لئے اس کے بعد''فاسئلو ھم ان کانوا ینطقون ''فرمایا تاکہ ان کو بتوں کی بے بسی اوران کا عجز معلوم ہو جائے۔

''وفیما قبلہ تعریض لھم بان الصنم المعلوم عجزہ عن الفعل لا یکون الھا'' (جلالین الاسراء)

تیسری بات یہ تھی کہ حضرت سارہ کو اپنی بہن فرمایا۔ باوجود یہ کہ وہ ان کی اہلیہ محترمہ تھیں۔مگر اس میں بھی کوئی جھوٹ نہیں۔کیونکہ سارہ آپ کی چچازاد بہن تھی۔اگر اس رشتہ کی وجہ سے ان کو بہن کہہ دیا گیا تو اس میں کسی قسم کا کذب نہیں ہے۔ذو معنی لفظ استعمال کر کے ایک معنی کا ارادہ کرنا اور ایک کو چھوڑ دینا کذب نہیں۔بلکہ تعریض ہے اور تعریض میں کوئی شرعی نقص لازم نہیں آتا۔

مرزا قادیانی کے مالی معاملات

۴ ...... ''وما اسئلکم علیہ من اجر ، ان اجری الا علی رب العالمین (الشعراء:۱۸۰) ''کسی نبی نے بذریعہ تبلیغ دین واشاعت مذہب اپنی ذات کے لئے لوگوں سے روپیہ جمع نہیں کیا۔''وما من نبی دعاقومہ الی اللہ تعالیٰ الاقال لا اسئلکم علیہ اجراً فانبت الاجر علی الدعا ولکن اختار ان یاخذہ من اللہ تعالی (الیواقیت ج۲ ص۲۸) ''مگر مرزا قادیانی نے تبلیغی سلسلہ کو جاری کرتے ہوئے۔شروع سے

چندہ اور کتابوں کی قیمت ایک ایک کے دس دس کر کے وصول کئے۔

جیسا کہ مرزا قادیانی کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ: ”چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل و جان کی مراد تھی۔ اس لئے کہ امراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسہ تھا۔ جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آ رہی ہیں ان کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے۔“ (براہین حصہ۲ص ۷، خزائن ج۱ص۶۲)

نیز بلا طلب کے اشتہاری اور بازاری لوگوں کی طرح کتابیں روساء کے نام روانہ کردیں اور جب ان کی طرف سے تسلی بخش جواب نہ ملا تو کتابوں کی قیمت یا ان کی واپسی کی بڑی لجاجت سے درخواست کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ”ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اس میں قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھی اور یہ امید کی گئی تھی کہ جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظوری فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے۔ بطور پیشگی بھیج دیں گے..... اور یہ انکساری تمام حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی..... اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا..... ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیج دیں۔ ہم اسی کو عطیہ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسان عظیم خیال کریں گے۔“ (براہین حصہ۲ص ج، خزائن ج۱ص۶۳)

”کبھی عیسائیوں کی کوششوں کا ذکر کر کے چندہ کے لئے اکسایا۔“

(براہین احمدیہ حصہ۲ خزائن ج۱ص۶۰)

”اور کبھی اپنی غربت اور افلاس کو سامنے رکھا اور کہیں امداد باہمی اور اسلامی ہمدردی کا گیت گایا۔“ (دیکھو اشتہار عرض ضروری بحالت مجبوری، براہین احمدیہ ج۱ص۳۶، خزائن ج۱ص۵۹)

آخر کار اس جدوجہد کا نتیجہ ایک دن حسب دلخواہ بامراد نکل آیا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ”یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آ چکی ہے۔ بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ڈاکخانہ جات کے رجسٹر کافی ہیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ۵ص ۵۷، خزائن ج۲۱ص۷۴)

”جو کچھ میری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا۔ میں ایک غریب تھا۔ مجھے بے انتہا دیا دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی۔ جو اس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی۔“

(براہین حصہ۵ ص۱۰، خزائن ج۲۱ص۱۹)

''اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے...... اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ص۲۲۱)

مرزا قادیانی نے ایک معمولی کتاب کو جو پانچ روپیہ سے زیادہ حیثیت کی نہ تھی۔ بڑی ضخامت میں پیش کر کے جس گندم نمائی اور جوفروشی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی نظیر ایک معمولی درجہ کے دیندار آدمی میں بھی نظر نہ آئے گی اور جو رقم اشاعت اسلام کے نام سے بطور چندہ وصول کی گئی۔ اس کو بتمامہ دین کے کاموں میں صرف نہ کیا۔ بلکہ بہت سا روپیہ اپنی ضرورتوں میں لگایا۔ جائدادیں خریدیں اور غریب سے رئیس اور دولت مند بن گئے۔ ورنہ وہی مرزا قادیانی اس وقت بھی تھے جب کہ سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ کے کلرک تھے اور گذارہ مشکل سے ہوتا تھا۔

مطالبہ: کیا انبیاء سابقین میں سے ایسی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جنہوں نے مذہب کی آڑ میں دنیا کمائی ہو یا مسلمانوں کے بیت المال کے روپیہ کو اپنی ضرورتوں میں خرچ کیا ہو۔

مرزا قادیانی اور دیانت

۵...... ''ان اللہ لا یحب الخائنین'' (انفال:۵۸)

نبوت اور رسالت خداتعالیٰ کی رضامندی کی نشانی ہے اور خیانت خواہ کسی قسم کی ہو نفاق کی علامت ہے۔ اس لئے نبوت اور خیانت کسی جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید میں ہے کہ: ''وما کان للنبی ان یغل'' (آل عمران:۱۶۱)

''والمعنی وماصح لہ ذالک، یعنی ان النبوۃ تنافی الغلول (مدارک:۱۴۹)'' جامع البیان میں ہے کہ: ''ای ینسب الے خیانۃ'' مگر مرزا قادیانی میں خیانت جیسا قبیح فعل نہ صرف چندہ وغیرہ کے معاملہ میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ نقل مذہب میں بھی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ: ''یعنی وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر ۴۵ برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۵، خزائن ج۱۷ص۱۷۴)

مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے میں صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نزول کے بعد بھی نبی رہیں گے۔ لیکن وحی نبوت ان پر نازل نہ ہوگی اور وہ شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔ جس کا علم ان کو

بالہام الٰہی ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ: ''ان عیسیٰ علیہ السلام وان کان بعدہ واولی العزم وخواص الرسل فقد زال حکمه فی هذا المقام بحکم الزمان علیه الذی هو بغیرہ غیر سل ولیا ذانبوة مطلقة وملهم بشرع محمد ﷺ ویفهمه علی وجهه کالاولیاء المحمدیین'' (یواقیت ج۲ ص۸۹)

شیخ عبدالحق مدارج میں لکھتے ہیں کہ: ''ولهذا عیسیٰ علیه السلام در آخرزمان برشریعت وی بیاید وحال آنکه وی نبی کریم ست وبا قیست برنبوت خود نقصان نشده است ازوی چیزے'' (مدارج ج۱ص۹۳)

اور یہی مطلب بج انکرامہ والے کا ہے۔ یعنی ان کا مرتبہ نبیوں جیسا ہوگا۔ مگر معاملہ نبیوں کی طرح نہیں ہوا۔ اس لئے نہ ان پر وحی نبوت نازل ہوگی اور نہ ان کو عمل کرنے کے لئے کوئی خاص شریعت دی جائے گی اور ابن عباسؓ امام مالکؒ وغیرہ اور دیگر مفسرین اور محدثین کی طرف جو غلط عقیدے منسوب کئے ہیں۔ جن کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ منجملہ خیانات کے چند خیانتیں ہیں۔ براہین احمدیہ کے اشاعت کے زمانہ میں جس گندم نمائی اور جوفروشی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی کس قدر تفصیل پہلے معلوم ہوچکی۔ پھر ان خریداروں کا روپیہ جو پانچویں حصہ کے لکھنے سے پہلے ہی مر چکے تھے۔ وہ بطور امانت مرزا قادیانی کی تحویل میں تھا۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس رقم کو ان کے وارثوں کی طرف واپس نہیں کیا اور امانت کو صاف ہضم کر گئے۔ نیز مسلمانوں کو مذہبی تبلیغ کا دھوکا دیا گیا اور اشاعت مذہب کا نام لے کر ان سے روپیہ وصول کیا گیا۔ مگر کام اس پردہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا ہوتا رہا۔ چنانچہ ''قابل توجہ گورنمنٹ ہند'' کے عنوان سے ایک چٹھی انجام آتھم میں درج کی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ: ''واشعنا الکتب فی حمایة اغراض الدولة الی بلاد الشام والروم وغیرها من الدیار البعیدة وهذا امر لن تجد الدولة نظیرها فی غیرها من المخلصین'' (ص۲۸۳، خزائن ج۱۱ص۲۸۳)

''دولت برطانیہ کے اغراض ومقاصد کی حمایت میں ہم نے بہت سی کتابیں لکھ کر شام اور روم اور دیگر بلاد بعیدہ میں شائع کی ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے۔ جس کی نظیر حکومت برطانیہ کو ہماری مخلص جماعت کے سوا غیر میں نظر نہیں آسکتی۔''

۲…… ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔

میں نے ایسی کتابوں کوتمام ممالک عرب میں مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵،۱۵۶)

مطالبہ: اشاعت مذہب کا روپیہ کس شرعی حکم سے اس گناہ عظیم میں لگایا گیا کیا اس نام سے چندہ کی کوئی مدد کی جاسکتی ہے۔

مرزا قادیانی اور اغیار کی غلامی

۶ ...... ''ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطا (کهف:۲۸)'' کبھی کسی نبی نے کفاروں کی غلامی اختیار نہیں کی۔ بلکہ جب تک عزت کی زندگی حاصل نہ ہوئی وہ ہمیشہ ان کی مخالفت کرتے اور ان سے لڑتے رہے ہیں۔

لیکن مرزا قادیانی جس حکومت برطانیہ کو دجال کہتے ہیں۔ اس کی غلامی پر فخر کرتے جاتے ہیں اور اس کو نعماء الٰہی میں سے ایک نعمت سمجھتے ہیں۔

۱ ...... ''بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں۔ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور نعماء الٰہی کے اس کو شکریہ بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہوں گے۔ اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں۔''

(براہین احمدیہ، خزائن ج۱ ص۱۴۰)

۲ ...... ''الم یفکر اننا ذریة آباء انفذوا اعمارهم فی خدمات هذه الدولة ! کیا گورنمنٹ اتنا غور نہیں کرتی کہ ہم انہی بزرگوں کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمریں حکومت برطانیہ کی خدمت میں صرف کر دیں۔'' (انجام آتھم ص۲۸۳، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

''خداتعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ گورنمنٹ برطانیہ ہے۔ سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکر گذاری کی جائے۔ سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ چنانچہ میں نے اسی مسئلہ پر عمل درآمد کرانے کے لئے بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کیں اور ان میں تفصیل سے لکھا کہ کیونکر مسلمانان برٹش انڈیا اس گورنمنٹ برطانیہ کے نیچے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور کیونکر آزادگی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے پر قادر ہیں اور تمام فرائض منصبی بے روک ٹوک بجالاتے ہیں۔ پھر اس مبارک اور

امن بخش گورنمنٹ کی نسبت کوئی خیال بھی جہاد کا دل میں لانا کس قدر ظلم اور بغاوت ہے۔ یہ کتابیں ہزار ہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے۔ بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت ومریدی رکھتی ہے۔ وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیرخواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے۔ جن کا ظاہر وباطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیرخواہی سے بھرا ہوا ہے۔''

(تحفہ قیصریہ ص۱۲،۱۱، خزائن ج۱۲ ص۲۶۳،۲۶۴)

۴…… ''ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہوگیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکرگذار رہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۳۲، خزائن ج۳ ص۱۶۶)

مطالبہ: حدیث میں آنے والے مسیح کو قاتل دجال فرمایا گیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی اس کی حمایت میں جس کو دجال اور یاجوج ماجوج کہتے ہیں۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کرتے نظر آرہے ہیں۔ تو کیا ایسے حامی دجال مسیح کی حمایت میں کوئی حدیث یا آیت قرآنیہ پیش کی جاسکے گی۔

س…… حضرت یوسف ویعقوب علیہ السلام ایک کافر کی حکومت میں مصر جاکر آباد ہوئے اور یوسف علیہ السلام نے بحیثیت ملازم حکومت کا کام کیا۔

ج…… یوسف علیہ السلام کی زندگی مصر میں غلامانہ زندگی نہیں تھی۔ وہ مصر کے حل وعقد کے مالک اور بااختیار حکمران تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''وکذلك مکنا لیوسف فی الارض یتبؤا منها حیث یشاء (یوسف: ۵۶)'' ہم نے یوسف کو مصر میں ایسی قوت اور طاقت عطاء فرمائی کہ وہ جہاں چاہتا رہتا اور ٹھہرتا تھا۔

۲…… مصر کا بادشاہ یوسف علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام لے آیا تھا۔

''واقام العدل بمصر وأجلة الرجال والنساء واسلم علے یده الملك وکثیر من الناس'' (تفسیر کبیر ص۱۶۲ ج۹ زیر آیت وکذلك مکنا لیوسف)

''وعن مجاهدان الملك اسلم علے یده'' (بیضاوی ص۴۱۴)

مرزا قادیانی اور اعمال صالحہ

۷…… ''وکلا جعلنا صالحین اوجعلنا هم آئمة یهدون بامرنا واوحینا الیهم فعل الخیرات واقام الصلوٰة وایتاء الذکوٰة (الانبیاء: ۷۳)'' ہم

نے ہر ایک نبی کو صالح اور نیک عمل بنایا اور ان کو پیشوا کیا کہ جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ان کی طرف نیکیوں کے کرنے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کی وحی کی۔ یعنی نبی کے لئے متقی پرہیزگار ہونا شرط اوّل ہے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو نیک کام کے کرنے زکوٰۃ اور نماز کے ادا کرنے کی طرف بلاتے رہے ہیں۔

مگر مرزا قادیانی کی تالیفات میں بقول مرزا قادیانی پچاس الماریاں بھری جاسکتی ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی نماز روزہ کی تلقین اعمال حسنہ کی طرف ترغیب وتحریص مطلقاً نہیں پائی جاتی اور ذاتی تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ حال ہے کہ جب آپ مسلمانوں کا حسن ظن حاصل کر رہے تھے اور دعویٰ مہدیت مسیحیت وغیرہ کچھ نہیں کیا تھا اور براہین کے اشتہار بازی سے بہت سا روپیہ بھی جمع کر چکے تھے۔ اس وقت باجود امن طریق کے اور دس ہزار روپیہ کی مالیت رکھنے کے حج کے لئے نہ گئے۔ چنانچہ اس اشتہار میں جو جمیع ارباب مذہب کے مقابلہ میں دس ہزار روپیہ انعام دینے کے وعدہ کا اعلان کرنے کے لیئے شائع کیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ: ''میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض ودخل دیدوں گا۔'' (براہین احمدیہ ص۲۵،۲۶، خزائن ج۱ ص۲۸)

کذب بیانی، وعدہ خلافی، تلبیس اور دھوکا دہی

خیانت چندہ کا ناجائز مصرف، حرص، وطمع دنیوی، نصاریٰ کی جاسوسیت وغیرہ نقائص شرعی اس کے علاوہ ہے۔ اگرچہ ان کی مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔ مگر مزید بصیرت کے لئے ایک دو حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں۔

''پہلے یہ کتاب (براہین) صرف تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جزو تک بڑھادی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپیہ دوسری قوموں اور خواص کے لئے مقرر ہوئی۔ مگر اب یہ کتاب بوجہ جمیع ضروریات تحقیق وتدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جزء تک پہنچ گئی۔'' (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل ص۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۲،۳۳)

اس مثال میں سوائے خدمت نصاریٰ کے مذکورہ بالا تمام برائیاں موجود ہیں۔ اس کے بعد نصاریٰ کی خدمت گذاری کے شوق میں شریعت کی قطع برید ملاحظہ ہو۔

''شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے۔ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جس کی

مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی ہدایت پھیلانے کے لے کامل مددگار ہو۔ قطعی حرام ہے۔''

(براہین احمدیہ ص ب حصہ۳، خزائن ج۱ ص۱۳۹)

مطالبہ: سوائے معاہدہ کے شریعت اسلامیہ کا اس بارے میں وہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر یہ بات ثابت نہ کی جاسکے تو پھر اس کو اتفاقی اور کھلا ہوا مسئلہ بتانا دھوکا دہی نہیں ہے تو کیا ہے؟ اور اگر یہ ایسا متفقہ اور کھلا ہوا شرعی مسئلہ تھا تو جہاد سے روکنے کی تحریک کو اپنی کوشش کا نتیجہ کیوں کہا جاتا ہے۔ پھر اگر برطانیہ سے معاہدہ تھا تو وہ ہندوستان کے مسلمانوں کا تھا۔ اس کی پابندی عرب روم وشام کابل وغیرہ کے رہنے والے مسلمانوں پر نہیں تھی۔ مرزاقادیانی نے جو عمر کا بہت سا حصہ بلاد اسلامیہ میں امتناع جہاد کی بحث اور اغراض برطانیہ کی حمایت میں کتابیں بھیجنے پر صرف کر دیا۔ وہ کس شرعی حکم کے ماتحت تھا۔ پھر لڑکے کو عاق کرنا چاہا۔ باوجود یہ کہ عاق کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

(ابن ماجہ ص۱۹۴ باب الاوصیت للوارث)

مرزاقادیانی اور انبیاء سابقین

۸..... ''وقضینا علیٰ اثارهم بعیسیٰ ابن مریم مصدقالما بین یدیه (مائده:٤٦)'' ہر ایک نبی پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی تصدیق اور توثیق کرتا چلا آیا ہے۔ خصوصاً عقائد کے بارے میں تمام نبیوں کی ایک ہی تعلیم رہی ہے۔ قرآن کریم کی نسبت بھی یہی فرمایا گیا: ''مصدقالما بین یدیه من التوراة والانجیل'' (صف:٦)

۲..... ''وانه لفی زبر الاولین'' (شعراء:۱۹٦)

''معناه لفی الکتب المقدمه'' (بیضاوی:۱۳۳)

حدیث میں ہے کہ: ''نحن معشرا لانبیاء اخوة العلات اماتهم شتی ودینهم واحد'' (بخاری ج۱ ص٤٩٠ باب واذکر فی الکتاب مریم)

یعنی اصول دین تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک ہیں۔ صرف عبادت کے طریقے بدلے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی جب دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے۔ تو وہ ہر ایک بات میں نبی عربی ﷺ کی تصدیق کریں گے اور ان کی تحقیق سے ایک انچ باہر نہ ہوں گے۔ چنانچہ (کنزالعمال ج۱۴ ص۳۲۱ حدیث نمبر۳۸۸۰۸) میں ہے کہ: ''ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقالما لمحمد علی ملته''

مگر مرزاقادیانی کو انبیاء علیہم السلام کے عقائد سے سخت اختلاف ہے۔ بلکہ وہ اس

بارے میں نبی عربی ﷺ کی تحقیق کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی تکذیب کرتا جاتا ہے۔

چنانچہ دجال کے ایک شخص واحد ہونے اور یک چشم اور اعور ہونے پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے شہادت دی ہے اور حضور ﷺ نے اس پر یہ تحقیق مزید اضافہ فرمادی کہ اس کی پیشانی پر ک، ف، ر، لکھی ہوئی ہوگی۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

''عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من نبی الاوقد انذرامته اعور الكذب الاانه اعور وان ربكم ليس باعور مكتوب بين عينيه ك،ف،ر''

(بخاری ج۲ ص۱۰۵۶ باب ذكر الدجال، مسلم ج۲ ص۴۰۰، باب ذكر الدجال)

مرزا قادیانی نے بھی ازالہ وہام میں اس حدیث کی تصدیق اس طرح کی ہے۔ حضرت نوح سے لے کر ہمارے سید و مولیٰ خامت الانبیاء ﷺ کے عہد تک اس مسیح دجال کی خبر موجود ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کی تعیین شخصی سے جو انبیاء علیہم السلام کے درمیان متفق علیہ چیز تھی۔ انکار کر دیا۔ خواہ وہ کسی تاویل کے ماتحت ہو۔ لیکن تمام نبیوں کا اس کا ظاہر پر اتارنا اور اس میں کسی قسم کی تاویل نہ کرنا نہ صرف مرزا قادیانی کی تاویل کی تردید کرتا ہے۔ بلکہ کھلم کھلا مرزا قادیانی کی بطالت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا دجال کی شخصیت سے انکار کرتے ہوئے یہ لکھنا سراسر لغو ہے کہ: ''میرا یہ مذہب ہے کہ اس زمانہ کے پادریوں کی مانند کوئی اب تک دجال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔'' (ازالہ ص۴۸۸، خزائن ج۳ ص۳۶۲)

''اور بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے۔'' (ازالہ ج۲ ص۴۹۵، ۴۹۶، خزائن ج۳ ص۳۶۶)

پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کو دجال کی حقیقت کا صحیح علم نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے کے علاوہ اس امر کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ مرزا قادیانی کے خیال میں ان کی اپنی تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تحقیق سے جدا اور اس کے مخالف ہے اور مخالفت ہی مرزا قادیانی کے باطل ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی

تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔''

(ازالہ کلاں ص۶۹۲، خزائن ج۳ص۴۷۳)

س...... اگر دجال کی شخصیت کا مسئلہ متفق علیہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے میں کبھی تردد کا اظہار نہ فرماتے۔

ج...... حضور ﷺ کو دجال کے شخص واحد اور جل من الرجال ہونے میں تردد نہیں تھا۔ تردد اس بارے میں تھا کہ دجال ہونے والا شخص ابن صیاد ہے یا کوئی اور شخص ہے؟۔ انبیاء علیہم السلام کا اتفاق یقین شخصی میں ہے۔ تعین ذاتی میں نہیں این ہذا من ذاک اسی طرح یاجوج ماجوج، خر دجال، دابتہ الارض وغیرہ مسائل میں رسول اللہ ﷺ کے بیان کی تصدیق نہ کرنا اور اس کے خلاف اپنی رائے پیش کرنا۔ آیت مذکورہ بالا کی رو سے بطالت کی نشانی ہے۔ مرزا قادیانی نے ملائکہ کی حقیقت اور ان کے نزول جسمانی نزول وحی سے مراد اور معجزہ کی حقیقت وغیرہ میں بھی نبی کریم ﷺ کی تحقیق کی مخالفت کی ہے اور بجائے تصدیق کے ان کی تکذیب کر کے اپنا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ سچے کی مخالفت کرنے والا جھوٹا ہی ہوا کرتا ہے۔ سچا کبھی نہیں ہوتا۔ انشاء اللہ ان تمام چیزوں کی تحقیق ایمان مرزا کی بحث میں مفصل طور پر مذکور ہوگی۔ واللہ أعلم!

مرزا قادیانی اور بہادری

۹...... ''الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ (احزاب:۳۹)'' کبھی کوئی رسول یا نبی اظہار حق کے لئے کسی انسانی طاقت سے نہیں ڈرے۔ مرزا قادیانی تمام عمر حکومت کے خوف سے اس کی رضا جوئی کے متلاشی رہے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقدمہ میں قید وبند کے ڈر سے بعض الہامات کے ظاہر نہ کرنے کا عدالت کے روبرو عہد کیا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس اقرار نامہ کے چند دفعات الہامات مرزا کے ص۸۴ پر نقل کئے ہیں۔ جن میں سے یہ بھی ہیں۔

۱...... میں (مرزا قادیانی) ایسی پیشین گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا۔ جس کے یہ معنے ہوں یا ایسے معنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲...... میں خدا کے پاس ایسی اپیل کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے۔ یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳…… میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔
(الہامات مرزا ص۸۴)

گورنمنٹ کے خوف سے لکھتے ہیں کہ: ''ہر ایک ایسی پیش گوئی سے اجتناب ہوگا۔ جو امن عامہ اور اغراض گورنمنٹ کے مخالف ہو۔'' (حاشیہ اربعین نمبر۱ ص۱، خزائن ج۱۷ ص۳۴۳)

مال و دولت اور نبوت

۱۰…… ''الذین اتخذوا دینهم لعبا ولهوا وغرتهم الحیوٰة الدنیا (انعام:۷۰)'' اس آیت میں کافروں کی دو نشانیاں بیان کی گئیں ہیں۔

۱…… لهو ولعب کھیل اور تماشہ کو انہوں نے دین کا جز بنالیا ہے۔

۲…… انہماک دینوی نے ان کو غافل کر رکھا ہے کہ دن رات دنیا ہی کو حاصل کرنے کا فکر ہے اسی کے عیش و آرام پر فخر کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی دنیا داروں کی طرح دینوی شہرت کو پسند کرتے اور مال و دولت کے جمع ہونے پر فخر کرتے ہوئے اس کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''جو میری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا۔ میں ایک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا۔'' (براہین احمدیہ حصہ۵ ص۱۰، خزائن ج۲۱ ص۱۹)

واقعی خداتعالیٰ کسی کی محنت رائیگاں نہیں کرتا۔ مرزا قادیانی کو دنیا کی دولت ہی جمع کرنی مقصود تھی سو ہوگئی۔ ایک جگہ اپنی شہرت پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''اس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا۔ جس زمانہ میں براہین احمدیہ کا دیا تھا اشتہار۔ پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا میرا کیسا ہوا۔ کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی۔ در ہر دیار!'' (براہین احمدیہ ص۱۱۲ حصہ۵، خزائن ج۲۱ ص۱۴۲)

یہ تو مرزا قادیانی کا حال ہے۔ مگر رسول خداﷺ اس کے مقابلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اشدا لناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فاالامثل (کنز العمال ج۳ ص۳۲۷ حدیث ۶۷۸۳)'' انبیاء علیہم السلام پر دنیا کی مصیبتیں عام ہوتی ہیں اور امت میں سے جو شخص عمل میں ان کے قریب ہوتا ہے۔ اسی قدر مصیبتوں کا اس پر ہجوم ہوتا ہے۔ سچ ہے کہ رسول اللہﷺ کی فقیرانہ زندگی ہی اس امر کا قطعی فیصلہ ہے اور قارون و فرعون کی وراثت پر فخر کرنا فرعون صفت لوگوں ہی کا کام ہے۔

س…… حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام بڑی سلطنت کے مالک تھے؟۔

ج…… اوّل تو ان بزرگوں نے کبھی مال و دولت پر فخریہ کلمات نہیں فرمائے

دوسرے وہ بیت المال سے ایک کوڑی بھی اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے تھے۔ وہ علمائے کرام زرہ بنا کر بیچتے اور اس سے گزارہ کرتے تھے۔ جیسا کہ علمناہ صنعة لبوس سے ظاہر ہے اور یہی حال سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ ٹوکریاں اپنے ہاتھ سے بنتے اور ان کو بازار میں بیچ کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ مرزا کی طرح جھوٹ سچ کا مال جمع نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کے مال کی پرکاہ کے برابر بھی قدر نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گھوڑوں کے مشغولیت کے سبب نماز عصر کے قضا ہوجانے کی وجہ سے ان کو ذبح کر دیا اور ملکہ سباء کے ہدایا کو حقارت سے رد کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: ''قال اتمدوننی بمال ۰ فمآ آتنی الله خیر ممآ آتکم ۰ بل انتم بهديتكم تفرحون'' (نمل:۳۶)

چنانچہ صاحب جمل اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''ای انکم اهل مفاخرة ومكاثرة بالدنيا تفرحون باهداء بعضكم الىٰ بعض واما انا فلا افرح بالدنيا وليست الدنيا من حاجتي'' (جمل حاشیہ نمبر۱۲ جلالین ص۳۲۰)

مگر مرزا قادیانی ہیں کہ تین سو دلائل والی کتاب لکھنے کا اعلان کر کے حسب وعدہ خریداروں کے پاس نہیں پہنچاتے اور جب خریدار تنگ آ کر اپنی قیمت واپس کراتے ہیں تو بادل ناخواستہ واپس کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مگر تمنا اور آرزو یہی رہتی ہے کہ یہ آئی ہوئی رقم واپس نہ ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔ چنانچہ اس حسرت بھری تمنا کو ان لفظوں میں ظاہر فرمایا ہے کہ: ''پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں۔ اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا۔'' (دیباچہ براہین ج۵ ص۸، خزائن ج۲۱ ص۹)

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر وہ قیمت واپس نہ کرتے تو کیا کرتے۔ کیا ان کو وہ کتاب مل جاتی جس کا معاملہ طرفین میں ہوا تھا۔ جب اس کتاب کا وجود ہی نہ تھا تو مرزا قادیانی کس وجہ شرعی سے یہ روپیہ دبانا چاہتے تھے۔

س...... ''جو لوگ کسی مکر سے دنیا کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ یکلبارگی ساری دنیا کی عداوت کرنے کا جوش دلا دیں اور اپنی جان کو ہر وقت فکر میں ڈالیں۔''

(مقدمہ براہین ج۲ ص۱۱۸، خزائن ج۱ ص۱۱۰)

ج...... یہ فقرہ مرزا قادیانی نے اس وقت لکھا تھا۔ جب کہ آپ دنیا کو مقابلہ کی دعوت اور مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے مجددیت مہدیت وغیرہ دعاوی کا سلسلہ اس

خیال کے ماتحت جاری کیا کہ: ’’اگر کوئی نیا مصلح ایسی تعریفوں سے عزت یاب نہ ہو کہ جو تعریفیں ان کو پیروں کی نسبت ذہن نشین ہیں۔ تب تک وعظ اور پند اس مصلح جدید کا بہت ہی کم مؤثر ہوگا۔ کیونکہ وہ لوگ ضرور دل میں کہیں گے کہ یہ حقیر آدمی ہمارے پیروں کی شان بزرگ کو کب پہنچ سکتا ہے…… کیا حیثیت اور کیا بضاعت اور کیا رتبت اور کیا منزلت تا ان کو چھوڑ کر اس کی سنیں۔‘‘

(براہین ص۲۴۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱، خزائن ج۱ ص۲۷۱)

جب مسلمانوں کی ایک جماعت کو مائل کرلیا تو پھر مسیحیت، مجددیت، نبوت وخدائی کے دعوے شروع کر دیئے۔

شاعری اور نبوت

۱۱…… ’’الشعراء ویتبعهم الغاؤن‘‘ (الشعراء:۲۲۴)

انبیاء علیہم السلام میں سے کبھی کوئی نبی شاعر نہیں ہوا۔ مگر مرزا قادیانی شعر گوئی کا بھی شوق رکھتے ہیں اور مرزائی پارٹی میں ان کی شاعری اونچے درجہ کی ہے۔ پہلا تمام نبیوں سے نرالا شاعر نبی کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر ہے تو ایسے متنبی شاعر کے پیرو یقیناً بحکم قرآن گم کردہ راہ ہدایت ہوں گے۔

قومی زبان اور نبوت

۱۲…… ’’وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم (ابراهيم:٤)‘‘

نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر اس کی قومی زبان میں تاکہ وہ لوگوں پر وحی کو ظاہر کرے۔

اس آیت میں رسول کے لئے دو قیدیں مذکور ہوئی ہیں۔

۱…… رسول پر ہمیشہ وحی ربانی اس کی قومی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ پر اگرچہ وہ تمام جہان کی طرف مبعوث کئے گئے۔ وحی قومی زبان عربی ہی میں نازل ہوتی رہی۔

۲…… نازل شدہ وحی کا سمجھنا رسول کے لئے لازمی ہے تاکہ وہ دوسروں کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر سکے۔ خواہ وہ امت کو اس سے مطلع کرے یا نہ کرے۔ مگر اس کا واقف اور باخبر ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس اصول کو مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ: ’’یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے کیا فائدہ ہوا۔ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت حصہ۲ ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸)

چنانچہ مرزا قادیانی خود تحریر کرتے ہیں کہ: ''وہ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی، سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''
(نزول المسیح ص ۵۷، خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۵)

ایسے الہامات سے چند الہام بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہو۔

''ھو شعنا نعسآیه دونوں فقرے شائد عبرانی ہیں اور ان کے معنے ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔''
(براہین احمدیہ ص ۵۵۶، خزائن ج ۱ ص ۶۶۴)

۲...... ''آئی، لو، یو۔ آئی شیل، گو، یو۔ لارج پارٹی آف اسلام۔ چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنے کھلے ہیں۔''
(حاشیہ براہین احمدیہ ص ۵۵۶، خزائن ج ۱ ص ۶۶۴)

۳...... ''پریشن عمر براطوس یا پلاطوس نوٹ آخری لفظ براطوس ہے۔ یا پلاطوس ہے۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنے دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے لفظ ہیں۔''
(مکتوبات احمدیہ حصہ اص ۶۸، البشریٰ ص ۵۱، تذکرہ ص ۱۱۵)

۴...... ''غثم، غثم، غثم'' (البشریٰ حصہ ۲ ص ۵۰، تذکرہ ص ۳۲۱)

۵...... ''ربنا عاج ہمارا رب عاجی ہے۔ عاجی کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔''
(البشریٰ ج ۱ ص ۴۳، براہین احمدیہ ص ۵۵۵، ۵۵۶، خزائن ج ۱ ص ۶۶۲، ۶۶۳)

اس قسم کے لغو اور لایعنی اور غیر زبان کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ملہم وہ نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک انبیاء کرام پر وحی نازل کرتا رہا ہے۔

نبوت اور معجزہ

۱۳...... ''ولقد ارسلنا من قبلك رسلاً الى قومهم فجاؤ هم بالبينات (الروم:۴۷)'' یعنی ہم نے آپ سے پہلے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے۔ جو ان کے پاس اپنی صداقت کے روشن دلائل لے کر آئے۔ ''فان مدعی النبوة لا بدله من حجة''
(بیضاوی ج ۲ ص ۱۰۵)

''تمامی انبیاء ورسل وصلوت الله علیهم معجزات است وهیچ پیغمبرے بے معجزه نیست''
(مدارج ج ۱ ص ۱۹۹)

اس لئے دنیا میں کبھی کوئی نبی بغیر معجزہ کے نہیں آیا اور ہمیشہ ان کا معجزہ کوئی خارق

عادت ایسی شئے ہوتی رہی۔ جس کے کرنے میں انسانی طاقت کو مطلقاً دخل نہیں ہوا۔ بلکہ خدا کی طرف سے بطور نشان صداقت لوگوں کے مقابلہ میں ان کے ہاتھوں سے ظاہر کرا دیا گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دنیا کے پیش آنے والے واقعات اور حوادث کو کسی نبی نے اپنی سچائی کے لئے پیش کیا ہو۔ یہ ایک جداگانہ بات ہے کہ قوموں کو ان کی نافرمانی کی سزا میں طاعون وغیرہ کی خبر دی گئی ہو جو انہی کے لئے اپنے وقت میں نکلی ہو۔ کیونکہ ایسی خبریں پیش گویاں کہلاتی ہیں۔ جن کا پورا ہونا ضروری تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دنیا کے کسی حصہ میں زلزلہ آیا ہو۔ وباء پھیلی ہوئی ہو۔ قحط پڑا ہو اور کسی نبی نے اس کو اپنی قوم کے مقابلہ میں اپنی صداقت کا نشان بتایا ہو۔ مگر نرالے نبی کے معجزے بھی نرالے ہی ہیں۔ کہیں زلزلہ آئے۔ کسی جگہ طاعون وغیرہ وبائی امراض کا زور ہو۔ وباء دنیا کے کسی خطہ میں باہمی تنگی ہو۔ پس وہ مرزا قادیانی کی صداقت کا نشان بن گیا۔ زلزلہ کا ٹکڑے پہاڑوں میں آئے جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے جن بے چاروں کو مرزا قادیانی کے دعاوی کی بھی خبر نہیں ہے اور مسلمان جو مرزا کی تکذیب کرنے والے تھے۔ ان کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ کرے ڈاڑھی والا اور پکڑا جائے مونچھوں والا۔ مگر اس سے سچائی مرزا قادیانی کی ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ آپ نے زلزلہ کے آنے کی خبر دی تھی۔ باوجود یہ کہ اس قسم کی پیش گوئیوں کے نشان صداقت ہونے سے خود ہی انکاری بھی ہے ملاحظہ ہو:

''یہ سب خبریں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ اقتدار اور قدرت الوہیت شامل ہے۔ یہ نہیں کہ نجومیوں کی طرح صرف ایسی چیزیں ہوں کہ زلزلہ آویں گے۔ قحط پڑیں گے۔ قوم قوم پر چڑھائی کرے گی۔ وبا پھیلے گی۔ مری پڑے گی۔'' (براہین احمدیہ ص۲۴۵، خزائن ج۱ ص۲۷۱)

کوہاٹ میں ۱۹۳۲ء میں ایک زبردست زلزلہ آیا تھا۔ جس میں صدہا انسانوں کی ہلاکت اور مکانات کی تباہی واقع ہوئی۔ اگر مرزا قادیانی اس وقت زندہ ہوتے تو بڑے بڑے پوسٹروں اور اشتہاروں کے ذریعہ اپنی صداقت کے نشان ظاہر ہونے کا اعلان کرتے۔ دوسری پیشگوئیاں وہ تھیں۔ جو حالات حاضرہ کے مطالعہ سے قیاس اور تخمینہ اور انسانی اٹکلوں کے طور پر ذہن نے ان کی طرف رسائی کی تھی۔ مثلاً اخبارات میں حجاز ریلوے کا چرچا اور تیاری کی خبریں دیکھ کر جھٹ سے یہ پیش گوئی کر دی کہ مسیح کے زمانہ میں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لیترکن القلاص اونٹوں کی سواری جاتی رہے گی۔ میرے زمانہ میں بھی مکہ مدینہ کے درمیان ریلوے لائن تیار ہوگئی ہے اور اب اونٹوں پر آمد ورفت بند ہو جائے گی۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ:

''اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل

میں آرہا ہے۔لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہو جائے گی ...... اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ اور مدینہ کی راہ کا تیار ہوجائے ...... اور یہ پیش گوئی ایک چمک لئے بجلی کی طرح دنیا کواپنا نظارہ دکھائے گی اورتمام دنیا اس کوبچشم خود دیکھے گی اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل تیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۶۵، خزائن ج۱۷ص ۱۹۵،۱۹۶)

شائد اگر مرزا قادیانی اپنی پیش گوئی کی ٹانگ نہ اڑاتے تو حجاز ریلوے مکمل ہو جاتی اور سفر حجاز کی تکلیفیں جاتی رہتیں۔مگر ان کا درمیان میں دخل دینا تھا کہ ریل ایسی جاتی رہی کہ مدینہ اور دمشق کی لائن بھی اکھڑ گئی اور ریلوے سلسلہ بالکل بند ہو گیا۔ جنگ عظیم میں نتیجہ کے متعلق مختلف خیالات تھے۔لیکن برطانیہ کے حق میں لوگوں کا قیاس صحیح نکلا۔کیا وہ قیاس لگانے والے سب کے سب ملہم تھے؟۔

تیسری قسم پیش گوئیوں کی وہ تمام الہامات اور خوابیں ہیں۔جن کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ خیال ہے کہ سچی خوابیں اور صحیح الہام کنجریوں بدکاروں اور کافروں تک کو ہو جایا کرتے ہیں۔ سچے اور جھوٹے لوگوں میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ قلت اور کثرت کا ہے۔یعنی جھوٹوں کی خوابیں شاذونادر سچی ہوتی ہیں اور سچوں کی اکثر سچی اور بعض جھوٹی ہو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ:''میں اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ سچی خوابیں اکثر لوگوں کو آ جاتی ہیں اور کشف بھی ہو جاتے ہیں۔مگر بعض اوقات بعض فاسق اور فاجر اور تارک صلوٰۃ بلکہ بدکار اور حرام کار بلکہ کافر اور اللہ اور اس کے رسول سے سخت بغض رکھنے والے اور سخت توہین کرنے والے اور سچ مچ اخوان الشیاطین شاذونادر طور پر سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۷،۴۸، خزائن ج۱۷ص ۱۶۷،۱۶۸)

''اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔''

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۴۸، خزائن ج۱۷ص ۱۶۸)

''متوجہ ہوکر سننا چاہئے کہ خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کے خوابوں اور کشفی نظاروں میں فرق یہ ہے کہ خواص کا دل تو مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ آفتاب روشنی سے بھرا ہوا ہے۔وہ علوم اور اسرار غیبیہ سے بھر جاتے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۴۸، خزائن ج۱۷ص ۱۶۸)

''تمام مدار کثرت علوم غیب اور استجابت دعا اور باہمی محبت و وفاء اور قبولیت اور

محبوبیت پر ہے۔ ورنہ کثرت وقلت کا فرق درمیان سے اٹھا کر ایک کرم شب تاب کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی سورج کی برابر ہے۔ کیونکہ روشنی اس میں بھی ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ص۱۶۸)

مرزاقادیانی نے قلت اور کثرت کا فرق اس لئے رکھا ہے تاکہ ان کی جھوٹی پیش گوئیوں پر پردہ پڑ جائے۔ ورنہ نبی کی ہرایک پیش گوئی سچی اور ہر خواب وحی الٰہی کا حکم رکھتا ہے۔

۴...... ایک قسم پیش گوئی کی ایسی ہے کہ جو مخالفین کے مقابلہ میں بطور نشان صداقت بیان کی گئی اور اس کا تعلق کسی خاص دشمن یا مخالف کے ساتھ ہے۔ اس قسم کی پیش گوئیاں انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی تھیں۔ جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوتی رہیں۔ لیکن مرزاقادیانی کے ایسے تمام الہامات اور پیش گوئیاں غلط اور جھوٹ نکلی ہیں۔

دعویٰ خدائی

۱۴...... ''ومن یقل منهم انی اله من دونه فذالك نجزیه جهنم۰ کذلك نجزی الظلمین (الانبیاء:۲۹)'' جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں تو ہم ایسے آدمی کو جہنم کی سزا دیں گے اور ظالمین کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انی الہ اپنے آپ کو عین خدا کہنے والا ظالم اور جہنمی ہے۔ اسی لئے کسی نبی نے آج تک بعینہ خدا یا اس کی مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے روز ''آنــت قلت للناس تخذونی وامیی الهین (المائدہ:۱۱۶)'' کے جواب میں یہی فرمائیں گے۔ ''قال سبحانك ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق (المائدہ:۱۱۶)'' اے اللہ تو شرک کی آمیزش سے پاک ہے۔ میں ایسی بات کب کہہ سکتا ہوں۔ جو مجھے کہنی زیبا نہیں ہے۔ جبکہ مرزاقادیانی نے کہا کہ:

''میں نے ایک کشف میں دیکھا میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔''

(کتاب البریہ ص۸۵، خزائن ج۱۳ص۱۰۳)

''ظهورك ظهوری'' تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ (البشریٰ ج۲ص۱۲۶، تذکرہ ص۷۰۴)

''رأتنی فی المنام عین الله وتیقنت اننی هو!'' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں۔ میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔''

(آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ص۵۶۴)

س...... یہ ایک خواب کی حالت ہے۔ جو شرعاً حجت نہیں ہے۔

ج...... مرزا قادیانی نبوت کے دعویدار ہیں اور نبی کی خواب بھی وحی ہے۔ (دیکھو ترمذی) اور یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خواب ہی کی وجہ سے اپنے بیٹے اسماعیل کے ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ''یا ابراهیم قد صدقت الرویاء (الصفت: ۱۰۴،۱۰۳) '' ارشاد فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خواب متعلقہ داخلہ مکہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ: ''لقد صدق الله رسوله الرویاء بالحق (فتح:۲۷) '' پھر مرزا قادیانی تو عین اللہ ہونے پر اپنا یقین ظاہر کر رہے ہیں۔ جس کے بعد شک ظاہر کرنے والا مرزا کا کافر سمجھا جائے گا۔ نیز یہ عینیت کا دعویٰ خواب ہی تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ کشف سے بھی ثابت ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی اپنے عین اللہ ہونے پر یقین لے آئے تھے۔ اس لئے ان کو خدائی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے بھی الہامات ہوئے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: ''واعطیت صفة الافناء والاحیاء'' (خطبہ الہامیہ ص۵۵،۵۶، خزائن ج۱۶ ص۵۵،۵۶)

مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی۔

۲...... ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون''

(البشریٰ ج۲ ص۹۴، حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸، براہین احمدیہ حصہ۵ ص۹۵، خزائن ج۲۱ ص۱۲۴) میں اس کا مصداق مرزا نے اپنے آپ کو بتایا ہے کہ: ''اے مرزا حقیقت میں تیرا ہی حکم ہے۔ جب تو کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کن ہو جا کہہ دیتا ہے۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔'' اس قسم کے کشف والہامات کا اولیاء اللہ پر قیاس کرتے ہوئے سکر اور بے ہوشی کی حالت میں محمول کرنا صحیح نہیں۔ کبھی کسی نبی نے بے خودی اور سکر میں منصور کی طرح انا الحق کہا۔ صاحب یواقیت لکھتے ہیں کہ: ''لانه لایکون صاحب التقدم والا مامة الاصاحیاً غیر سکران (یواقیت ج۲ ص۷۳) '' مذہب کے پیشوا اور رہبر امت پر کبھی بے ہوشی اور سکر کی حالت طاری نہیں ہوتی۔

مرزا قادیانی ولایت سے بڑھ کر مہدیت امامت اور نبوت کے دعوے دار ہیں۔ اس لئے ان پر بے ہوشی کبھی وارد نہیں ہو سکتی۔

مطالبہ: کیا کسی نے ہوشیاری یا بے ہوشی میں ایسے کلمات زبان سے نکالے ہیں؟۔ اگر ہے تو پیش کر کے انعام حاصل کرو۔

مردمیت اور نبوت

۱۵...... ''وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیهم من اهل القریٰ (یوسف:۱۰۹) '' ہم نے آپ سے پہلے تمام رسول مردوں میں سے بھیجے کہ جن پر وحی

کی جاتی تھی۔ یعنی گاؤں کا رہنے والا کبھی رسول یا نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ جلالین میں اہل القریٰ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''الامصار لا نهم اعلم واعلم بخلاف اهل البوادی لجفائهم وجهلم (تفسیر جلالین ص۱۹۹)'' اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: ''حتی نبعث فی امها رسولاً یتلوا علیهم آیاتنا (القصص:۵۹)'' علامہ ابو السعود اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''ای فی اصلها وقصبتها التی هی اعمالها وتوابعها لکون اهلها افطن وانیل (ابوالسعود ص۲۰ ج۷)'' مرزا قادیانی ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان کے رہنے والے ہیں۔ جو تحصیل نہ ہونے کی وجہ سے قصبہ کہلانے کے لائق بھی نہیں ہے۔ اس زمانہ میں بمشکل دو ہزار کی آبادی ہوگی۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی کو بھی اس کے گاؤں ہونے کا اقرار ہے: ''اوّل لڑکی اور بعد میں اسی حمل سے میرا پیدا ہونا تمام گاؤں کے بزرگ سال لوگوں کو معلوم ہے۔'' (تریاق القلوب ص۱۶۰، خزائن ج۱۵ ص۴۸۵)

س۔۔۔ ''وجاء بکم من البدو'' (یوسف:۱۰۰)

اللہ تم کو جنگل سے لایا معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام بادیہ اور جنگل میں رہتے تھے۔

ج۔۔۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے ان کو پیر کنعان بھی کہتے ہیں۔ کنعان مصر جتنا بڑا شہر تو نہیں تھا۔ لیکن ایک اچھے قصبہ کی حیثیت میں ضرور تھا اور وہ اتنا بڑا شہر تھا کہ وہاں کے باشندے بصورت قافلہ دوسرے شہروں میں تجارت کی غرض سے جاتے تھے۔ قرآن میں ہے کہ: ''واسئل القریة التی کنا فیها والعیر التی اقبلنا فیها (یوسف:۸۲)'' قافلے کے لوگ یعقوب علیہ السلام کے پڑوسی تھے۔ ''وکانوا قوما من کنعان من جیران یعقوب علیه السلام (ابوالسعود ج۴ ص۳۰۱)'' آیت میں بدو کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام مال مویشی کی وجہ سے کنعانی شہر کو چھوڑ کر جنگل یا گاؤں میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ ''قال ابن عباسؓ کان یعقوب قد تحول الی بدوو سکنها ومنها قدم علی یوسف وله بها مسجد تحت جبلها''

(تفسیر کبیر ج۹ ص۲۱۵)

اس کے علاوہ خود مرزا قادیانی نے کنعان کا شہر ہونا تسلیم کیا ہے اور ''اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو جو کنعان کی بشارتیں دی گئی تھیں۔ بلکہ صاف صاف حضرت موصوف کو وعدہ دیا گیا تھا کہ تو اپنی قوم کو کنعان میں لے جائے گا اور کنعان کی سرسبز زمین کا انہیں مالک کردوں گا۔'' (ازالہ ص۴۱۶،۴۱۷، خزائن ج۳ ص۳۱۷)

تدریجی دعویٰ نبوت

۱۶..... ''قل یا ایها الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعاً (اعراف:۱۵۸)''
تمام انبیاء علیہم السلام نے نبوت یا رسالت کا ایک ہی دعویٰ کیا ہے۔ مجددیت وغیرہ سے ترقی کر کے اوپر نہیں چڑھے۔ مگر مرزا قادیانی کے دعاوی کی بڑی لمبی فہرست ہے اور مجددیت سے زینہ بزینہ اوپر چڑھے ہیں۔

علامات نفاق اور مرزا قادیانی

۱۷..... ''عن عبداللّٰه بن عمرؓ وقال قال رسول اللّٰه ﷺ اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذ خاصم فجر (متفق علیه، مشکوٰة باب ص۱۷)'' مرزا قادیانی میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں۔ خیانت جھوٹ وعدہ خلافی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ خصومت اور جھگڑے کے وقت گالی گلوچ پر اتر آنا اب ملاحظہ فرمالیں:

۱..... ''یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت سے لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا کہنا محض نیک ظنی کے طور پر ہے..... (ورنہ) مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

(دافع البلاء ص۳،۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹،۲۲۰)

۲..... ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔'' (کشتی نوح ص۶۶ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

۳..... ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۹۱، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ)

ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کی بدزبانی کے وہ حوالے نقل کئے ہیں۔جن میں عیسیٰ علیہ السلام، مسیح اور قرآن میں ان کو حصور نہ کہنا مصرحاً موجود ہے۔تاکہ مرزائی جماعت یہ نہ کہہ سکے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی نہیں کی۔ بلکہ اس یسوع کی توہین کی ہے۔جس کو عیسائی خدایا خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔اگرچہ ایسا کہنا بھی قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:''ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبواللّٰہ عدوا بغیر علم (انعام:۱۰۸)''جن کو غیر مسلم اپنا بڑا کہتے اور ان کو پکارتے ہیں۔تم ان کو برا نہ کہو ورنہ وہ ضد اور جہالت سے خدا کو برا کہیں گے اور ایسا ہی حدیث میں ہے۔

حرام زادہ ہونے کا ایک نیا طریقہ ملاحظہ ہو۔

۴…… ''ویقبلنی ویصدق دعوتی الاذریة البغایا!ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اوران کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے۔مگر بدکار رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد۔''

(آئینہ کمالات ص۵۴۷،۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷،۵۴۸)

مولوی سعد اللہ لدھیانوی جو مرزا قادیانی کے مخالف تھے ان کو لکھتے ہیں کہ:

۵…… ''اذیتنی خبثا فلست بصادق ، ان لم تمت بالخزی یابن بغاء'' تو نے مجھے تکالیف دی ہے۔اے زانیہ کے بیٹے اگر ذلت سے نہ مرا تو میں جھوٹا ہوں۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۵، خزائن ج۲۲ ص۴۴۶)

۶…… ''ان العدی صاروا خنازیر الفلا ، ونساهم من دونهن الاکلب'' ''میرے مخالف جنگل کے سور ہیں اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔یاان کی عورتوں کے پیچھے کتے لگے ہوئے ہیں۔'' (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

۷…… ''اے بدذات فرقہ مولویان۔'' (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۲۱)

۸…… ''اے بدذات،خبیث،دشمن اللہ رسول کے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰، خزائن ج۱۱ ص۳۳۴)

۹…… ''ہمارے دعوے پر آسمان نے گواہی دی۔مگر اس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں۔خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اوراس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرہ'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶، خزائن ج۱۱ ص۳۳۰)

۱۰...... ''مخالف مولویوں کا منہ کالا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۸، خزائن ج۱۱ ص۳۴۲)

اس قسم کی سینکڑوں گالیاں ہیں۔ یہاں نموتناً بیان کی گئیں ہیں۔ اس قسم کی بدزبانی اور دریدہ دہنی، خلاف تہذیب الفاظ استعمال کرنے کے متعلق ہمارا کچھ کہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے لئے مرزا قادیانی کا فیصلہ ناظرین کی آگاہی کے لئے سامنے رکھا جاتا ہے کہ: ''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں۔ مومن لعان نہیں ہوتا۔'' (ازالہ ص۶۶۰، خزائن ج۳ ص۴۵۶)

''تحریری شہادت دینا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا کی عزت اس کے پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دیکھاتی ہے۔ بس اپنی زبان کی چھری سے کوئی اور بدتر چھری نہیں۔'' (خاتمہ چشمہ معرفت ص۱۵، خزائن ج۲۳ ص۳۸۶،۳۸۷)

اور بقول خلیفہ قادیان مرزا محمود قادیانی: ''بالکل صحیح بات ہے کہ جب انسان دلائل سے شکست کھا اور ہار جاتا ہے تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے۔ اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے۔'' (انوار خلافت ص۱۵)

نیز مرزا قادیانی معلم اخلاقیات کا خصائل حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ضروری کہتے ہیں۔ مگر خود عمل نہیں کرتے۔

''اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔''

(چشمہ مسیحی ص۱۵، خزائن ج۲۰ ص۳۴۶)

قال یہ ہے اور حال وہ مصرع:

به بیں تفاوت ره از کجاست تابه کجا

مشکلے دارم زدانشمند مجلس باز پرس

توبه فرمایاں چراخود توبه کمترے میکنند

وراثت اور نبوت

۱۷...... ''عن ابی بکرؓ قال قال رسول اللهﷺ لانورث ماترکنا صدقة (مشکوٰة، بخاری ج۲ ص۵۷۶ باب حدیث بنی النضیر)'' انبیاء علیہم السلام نہ کسی کے مال ومتاع کے وارث ہوتے اور نہ کوئی اپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ترکہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی وارث بھی ہوتے ہیں اور اپنے مال میں وراثت کے حقوق بھی قائم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''میں مشتہر ایسے مجیب کو بلاعذرے وحیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض اودخل

دے دوں گا۔"   (براہین احمدیہ ص۲۵،۲۶، خزائن ج۱ص۲۸)

براہین کے اشتہار دینے کے وقت یہ جائداد وہی تھی۔ جو ان کو اپنے والد غلام مرتضیٰ رئیس قادیان کے ترکہ میں پہنچی تھی۔ کیونکہ اس وقت تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔ وہ خطوط جو محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں مرزا قادیانی نے مسماۃ کے والدین کو تحریص اور تخویف کے لکھے ہیں۔ اس میں اجرائے وارثت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطہ توڑ دوں گا۔ کوئی تعلق نہ رہے گا۔ (صلہ رحمی کے خلاف ہے) اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ ہم کو بھیج دے اور اگر فضل طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنی جائداد کا اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا...... مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کر دوں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔"

(راقم مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۴؍مئی ۱۸۹۱ء، کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۸)

س...... کرمانی لکھتے ہیں کہ نحن معشر الانبیاء کی حدیث غیر معتبر ہے؟۔

۲...... عدم توریث رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ چنانچہ بخاری میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت عمرؓ کا قول یرید رسول اللہ ﷺ نفسہ نقل کیا گیا ہے۔ جس سے آپ ﷺ کی خصوصیت کا پتہ چلتا ہے اس لئے قسطلانی نے اس قول کی شرح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔"عن الحسن رفعه مرسلا رحم الله اخی زکریا وماکان علیه من یرث ماله فیکون ذالك مماخصه الله به ویؤید مقول عمر یرید نفسه ای یرید اختصاصه بذالك"

۳...... ورث سلیمان داؤد میں وراثت مال کی مراد ہے۔ کیونکہ نبوت میں وراثت جاری نہیں ہوا کرتی۔ ایسا ہی تفسیر ابن جریر اور تفسیر نیشاپوری میں درج ہے۔

ج...... کرمانی کے نزدیک تمام حدیثیں غیر معتبر نہیں ہے۔ محض لفظ نحن غیر معتبر

ہے۔جیسا کہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ:''وأما اشتهر فی کتب اهل الاصول وغيرهم بلفظ نحن معاشر الانبياء لانورث فقد أنكره جماعة من الأئمة وهو كذلك بالنسبة لخصوص لفظ نحن لكن اخرجه النسائی من طريق ابن عينيه عن ابی الزناد بلفظ انا معاشر الانبياء لا نورث'' (فتح الباری ج۱۲ص۶)

اور دارقطنی نے علل میں بروایت ام ہانیؓ عن فاطمہؓ ابوبکرؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ:''الانبياء لا يورثون'' (قسطلانی ج۹ ص۳٤۱)

اور نسائی میں انا معشر الانبياء لا نورث آیا ہے۔''وفی حديث الزبير عند النسائی انا معشر الانبياء لا نورث (قسطلانی ج٥ ص١٥٤)''ان دونوں صیغوں کے ساتھ اس حدیث کو تسلیم کرنے سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ پھر اسی مضمون کی یہ صحیح حدیث بھی موجود ہے۔

''ان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (ابن ماجه ص۲۰ باب فضل العلماء)''

۲...... يريد رسول نفسه کا یہ مطلب ہے کہ اس حکایت کرنے سے محض انبیاء سابقین کے حالات کو بیان کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ اس واقعہ کو ذکر کر کے یہ ظاہر کرنا تھا کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی طرح میرے ترکہ میں بھی وراثت جاری نہ کی جائے۔ چنانچہ قسطلانی اس خصوصیت کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:''يريد رسول الله نفسه وكذاغيره من الانبياء بدليل قوله فی الرواية الاخرى انا معاشر الانبياء فليس خاصابه عليه السلام'' (مطبوعہ نول الکشور ج۵ص۱۵۷)

''كذانفيا بقوله فی الحديث الآخر انا معاشر الانبياء لانورث فليس ذالك من الخصائص'' (نول الکشور ج۹ص۳۴۲)

جس طرح بخاری کی حدیث''لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور آ نبياء هم مساجد يحذر ماصنعوا'' (بخاری ج۱ص۶۲، مشکوۃ ص۶۹، باب المساجد)

اور دوسری روایت''عن عائشةؓ قالت قال رسول اللهﷺ لعن الله اليهود اتخذوا قبور انبياء ئهم مساجدً قالت فلولاذالك لابرز قبره انه خشى ان يتخذ وامسجداً (مسلم ج۱ ص۲۰۱ باب النهی عن بناء المسجد علی القبور)''میں ''يحذر ماصنعوا اور انه خشى ان يتخذ مسجد''سے آنحضرتﷺ کی خصوصیت

ظاہر نہیں ہوتی۔اسی طرح یرید رسول اللہ سے حضور ﷺ کی خصوصیت سمجھنا درست نہیں ہے۔

ب...... عدم توریت بلحاظ امت کے آپ ﷺ کا خاصہ ہے اور باعتبار نبیوں کے خاصہ نہیں ہے۔یعنی آپ ﷺ آیت میراث کے عموم میں داخل نہیں ہیں۔یہ حکم امت ہی کے واسطے ہے۔آپ ﷺ کے واسطے نہیں ہے نہ یہ کہ دیگر انبیاء کے مال میں وراثت جاری ہوتی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ میں نہیں ہوتی۔"فلا معارض من القرآن لقول نبینا ﷺ لانورث صدقة فیکون ذالك من خصائصه التی اکرم بها بل قول عمر یرید نفسه یوئد اختصاصه بذالك (فتح الباری ج ۱۲ ص ٦)" یہی مطلب علامہ قسطلانی کا بھی ہے۔

ج...... حضرت عمرؓ کے قول کو آنحضرت ﷺ کے متعلق خصوصیت پر اتارنا ضعیف اور مرجوع قول ہے۔جیسا کہ قسطلانی کے صیغہ تمریض (قیل) سے ظاہر ہورہا ہے ملاحظہ ہو۔

"وقیل ان عمرؓ یرید نفسه اشاربه الی ان النون فی قوله لانورث المتکلم خاصة لا للجمیع وحکی ابن عبدالبر للعلماء فی ذالك قولین اوان الاکثر علی ان الانبیاء لا یورثون" (قسطلانی ج۹ ص۳۴۳)

پھر بھی راجح اور قوی رائے یہی رہی کہ انبیاء علیہم السلام میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

۳: الف......وراثت سے علم نبوت کی وراثت مراد ہے۔مالی وراثت مراد نہیں ہے۔"والحکمة[1] ان لا یورثوه لئلا یظن انهم جمعوا المال لوراثهم واما قوله تعالی وورث سلیمان داؤد فحملوه علی العلم والحکمة وکذاقول زکریا فهب لی من لدنك ولیا یرثنی (قسطلانی ج۹ ص۳۴۳، ومثله فی فتح الباری ج۱۲ ص۹)"

"واما قول زکریا یرثنی ویرث من ال یعقوب وقوله وورث سلیمان داؤد فالمراد میراث العلم والنبوة والحکمة (قسطلانی ج۵ ص۱۵۷)"

مفسر نیشاپوری کی وارثة فی النبوة کی نفی کرنے سے یہ غرض ہے کہ نبوة موهبة عظمی ہے۔جو نبی کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ملا کرتی۔خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔اس خدمت کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔سلیمان علیہ السلام کو بھی اگر نبوت ملی ہے تو انتخابی حیثیت سے ملی ہے۔توریثی لحاظ سے نہیں ملی اور جن مفسرین نے سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد کا وارث فی النبوۃ کہا ہے۔ ان کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم اور فضل سے داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے

---

[1] انبیاء میں وراثت اس لئے جاری نہیں کی گئی تاکہ کوئی شخص یہ بدگمانی نہ کرے کہ انہوں نے اپنے وارثوں کے لئے مال جمع کیا ہے۔

سلیمان کو نبی منتخب کرلیا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک نبی کی اولاد ہونے کی وجہ سے نبوت حاصل کرلی۔ فلا معارضة بینهما دیکھو زکریا علیہ السلام نے لڑکے کے پیدا ہونے کی دعا کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ: ''فهب لي من لدنك ولياً ۔ یرثني ویرث من آل یعقوب (مریم:۵،۶) ''آل یعقوب کے وارث ہونے کے معنے اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتے کہ ان کو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی بنادے۔ اس لئے اس سے علم نبوت ہی کی وراثت مراد ہوگی۔

ب...... کبھی وراثت کا لفظ کسی کے بعد آنے والے پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ: ''واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم وارضالم تطؤحاً''

(اے مسلمانو) تم کو یہودیوں کی املاک وجائداداوران کے گھروں کا ہم نے دارث بنادیا اس میں وراثت سے عرفی اور اصطلاحی وراثت مرادنہیں ہے۔ بلکہ ان کی املاک کو مسلمانوں کی قبضہ میں دے دینے کا نام وراثت رکھا ہے۔

۲...... ''ویجعلهم الوارثین (القصص:۵) ''میں بنی اسرائیل کو قوم فرعون کے وارث بنانے کا ذکر ہے۔ جو اصطلاحی حیثیت سے قطعاً ناممکن ہے۔

۳...... حدیث''ان العلماء ورثة الانبیاء (ترمذی ج۲ ص۹۸، باب فضل الفقه علی العبادة) ''میں علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنانا معنے عرفی کے لحاظ نہیں ہے۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث کہنے کا یہی مطلب ہے کہ ان کو علم وحکمت داؤد علیہ السلام کے بعد عطا فرمائی گئی۔ جس سے نبوت کی دولت گھر کے گھر میں رہی اور باہر نہ گئی اور وہ صحیح معنوں میں اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔

۴...... وراثت ذاتی املاک میں ہوا کرتی ہے۔ حکومت میں وراثت جاری نہیں ہوتی وہ ایک قومی امانت ہے۔ جس میں امیر کو قوم اور ملک مرضی کے بغیر کسی قسم کے تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ ''عن ابی ذرؓ قال قلت یا رسول اللّٰه الایستعملنی قال وضرب بیده علی منکبی ثم قال یا اباذرانك ضعیف وانها امانة''

(مشکوٰة کتاب الامارة ص ۳۲۰)

اے ابوذرؓ! حکومت ایک مانت ہے اور تو اس امانت کو نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا سلیمان علیہ السلام کے وارث ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے والد ماجد کے بعد حکومت کے تخت پر متمکن اور جلوہ افروز ہوئے۔ یہ کہ وہ شرعی طور پر وارث ہوئے تھے۔

نبی کی تدفین

۱۸...... ''قال ابوبکرؓ سمعت من رسول اللہ ﷺ شیئا مانسیته قال ماقبض اللہ نبیا الافی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه فدفنوه (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸، ابواب الجنائز)''مگر مرزا قادیانی کا مرض ایلاؤس یا ہیضہ میں بمقام لاہور انتقال ہوا اور قادیان میں تالاب کے قریب اس کو دفن کیا گیا۔

انبیاء کا بکریاں چرانا

۱۹...... ''عن ابی هریرۃؓ عن النبی ﷺ مابعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابه وانت فقال نعم کنت ارعیٰ علی قراریط لاهل مکه''

(بخاری ص ۳۰۱ باب اجاره، مشکوۃ باب الاجاره ص ۲۵۸)

ہر نبی نے اجرت پر چرواہا بن کر بکریاں چرائیں رسول اللہ ﷺ بھی چند پیسوں پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ مرزا قادیانی اس ضابطہ سے خارج ہیں۔ مرزا قادیانی نے چرواہے کی طرح مزدوری پر بکریاں کبھی نہیں چرائیں۔

خاندان نبوت

۲۰...... ''سالتك هل کان من آبائه من ملك فذکرت ان لا فقالوا کان من ابائه من ملك قلت رجل یطلب ملك ابیه''

(بخاری ج ۱ ص ۴، باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول ﷺ)

ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک پہنچنے پر حضور ﷺ کے حالات کی تحقیق اور تفتیش کرتے ہوئے ابوسفیان سے چند باتیں دریافت کی تھیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ کیا کوئی آپ کے بزرگوں میں بادشاہ بھی تھا۔ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ہرقل نے اس سوال کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی بادشاہ ہوتا میں کہتا کہ یہ شخص اپنی کھوئی ہوئی ریاست کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مرزا قادیانی کے والد کی حیثیت سکھوں کے عہد سے پہلے بہت اچھی تھی۔ سکھوں کی لوٹ مار کی وجہ سے کمزور ہوگئی تھی۔ پھر بھی پنجاب فتح ہونے کے موقع پر سرکار انگلشیہ کی کافی امداد فرمائی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعت کے اپنے اخلاص اور جوش خیرخواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس مضبوط اور لائق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور امداد کے نذر کی۔''

(براہین احمدیہ حصہ ۳ ص الف، خزائن ج ۱ ص ۱۳۸، ۱۳۹)

اس برباد شدہ ریاست کو حاصل کرنے کے لئے یہ جال پھیلا گیا ہے۔

اوصاف نبوت

۲۱...... ایک مدعی نبوت کے لئے ان خصوصیات کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے۔ جس کا پایا جانا ہر ایک نبی میں بروایات صحیحہ ثابت ہے۔ مثلاً

''از عائشه آمده است وگفت مرا آنحضرتﷺ راكه تومی آئی متوضاً ونمی بیراز تو چیزے از پلیدی فرمود كه آیا ندانسته توای عائشه مین فرومی بروآنچه بیروں می آیداز انبیاء پس دیده نمی شودازاں رمزے'' (مدارج ج۱ص۲۹)

''مروی ست از ابن عباس كه گفت محتلم نشد هیچ پیغمبر هر گز واحتلام از شیطانت رواه الطبرانے'' (مدارج ج۱ص۳۱)

۳...... ''انفاست بران كه انبیاء صلوٰة الله وسلامه علیهم براخلاق حمیده صفات حسنه مجبول ومفطور اند'' (مدارج ج۱ص۲۹)

مرزا قادیانی کی اخلاقیات کا نمونہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

۴...... ''روایتے آمد ماتناوب بنی قط هیچ پیغمبرے خمیازه نه كرد'' (مدارج ج۱ص۱۳۶)

۵...... ''مگس برهان مبارك وی نمی نشت وسپش درجاوے نمی افتاد واحتلام كرد آنحضرتﷺ هر گز همچنیں اندے دیگر رواه الطبرانی'' (مدارج ج۱ص۳۶)

۶...... ''زمین نمیوخور وجسد شریف اورﷺ وهمچنیں نمرد اجساد انبیاء علیهم السلام را'' (مدارج ج۱ص۱۵۸)

''نیز آمده است كه خداتعالیٰ حرام گردانیده است احساد انبیاء را برارض'' (مدارج ج۱ص۱۵۹)

۷...... ''ارث یافته نشدازوی ﷺ لابهمت بقاء تركه وی وملك وے بعضی میگویند صدقه میگر ددوچنانچه درحدیث آمده است ماتركناه صدقه...... وهمچنیں حكم تمامه ایں است كه ایشانرا ارث نباشدو مراد درقول حق تعالیٰ وورث سلیمان داؤد وقولواسبحانه رب هب لی من لدنك

ویایرثنی ارث علم نبوتست'' (مدارج ج۱ص۱۵۸)

۸...... ''پیغمبر خداﷺ زنده است درقبر خود وھمچنیں انبیاء علیھم السلام'' (مدارج ج۱ص۱۵۸)

کیا ان نشانات میں سے کوئی نشانی مرزا قادیانی میں پائی جاتی ہے۔ ہرگز نہیں ہے تو بارثبوت بذمہ مدعی۔

عمر کی بابت

۲۲...... ''عن عائشة قالت قال رسول اللّٰه ان جبرائیل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرة وانه عارضنی بالقرآن العام مرتین وانه اخبر انه لم یکن نبی الا عاش نصف عمر الذی قبله وانه خیرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائة السنة والاارانی الا ذاهبا علیٰ راس الستین (طبرانی ج۲۲ ص۴۱۸ حدیث ۱۰۳۱)'' اس حدیث کو مرزائی حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کی عمر بصورت نبی ہونے کے ۳۱ برس چھ ماہ ہونی چاہئے تھی۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کی عمر ۶۵ برس ہوئی ہے۔ اس واسطے وہ اپنے دعوے نبوت میں جھوٹے تھے۔

خلاصہ معیار نبوت

بنمائے بصاحب نظرے گوھر خودرا، عیسی نتواں گشت تصدیق خرے چند!

۱...... ''ام یقولون به جنة بل جاء هم باالحق واکثرهم للحق کارهون (مؤمنون:۷۰)'' لہٰذا حق یعنی نبوت اور جنون میں تضاد ہے جو کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ اسی لئے آنحضرتﷺ سے اس کی نفی کی گئی۔ ''ماانت بنعمة ربك بمجنون'' (القلم:۲)

۲...... ''مابصاحبکم من جنة۰ سباء۴۶'' نبی کی عقل کامل ہونی چاہئے۔

جنون غضب الٰہی ہے۔ (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۱، خزائن ج۱۷ص۶۷)

۳...... ''ملہم کے دماغی قویٰ کا نہایت مضبوط اور اعلیٰ ہونا ضروری ہے۔'' (ریویو ستمبر ۱۹۲۹ء)

۴...... ''ملہم کا دماغ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔'' (ریویو جنوری ۱۹۳۰ء)

بحث پہلے گذر چکی ہے کہ مرزا قادیانی باقرار خود مراقی تھے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ:

''مجھے مراق کی بیماری ہے۔'' (ریویو ج۲۴ نمبر۴ ص۱۸۱ اپریل ۱۹۲۵ء)

۲...... ''مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔''

(بدر ج۲ نمبر۲۳ ص۴ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء، ملفوظات ج۸ ص۴۴۵ تشحیذ الاذہان ج۱ نمبر۲ ص۵)

''مرزا غلام احمد قادیانی کو ہسٹریا کا دورہ بھی پڑتا تھا۔''

(سیرۃ المہدی ج۲ ص۵۵ روایت نمبر۳۶۹)

''مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے۔''

(بیاض نورالدین ص۲۱۱)

نتیجہ ظاہر ہے کہ: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔'' (ریویو ج۲۵ نمبر۸ ص۲۸۶، ۲۸۷ اگست ۱۹۲۶ء)

۲...... ''لوکان من عند غیر اللہ لوجد وافیہ اختلافا کثیرا!

''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے۔ جو ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۸۴، خزائن ج۲۲ ص۱۹۱)

''ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق'' (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۱۰ ص۱۴۳)

۱...... ''میں مسیح موعود ہوں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۹۶، خزائن ج۱۷ ص۲۵۳)

''میں مسیح موعود نہیں۔'' (ازالہ ص۱۹۲، خزائن ج۱۰ ص۱۴۳)

۲...... ''ابن مریم نبی نہ ہوگا۔'' (ازالہ ص۲۹۲، خزائن ج۳ ص۲۴۹)

''کیا مریم کا بیٹا امتی ہو سکتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۹، خزائن ج۲۲ ص۳۱)

۳...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی۔''

(راز حقیقت ص۲، خزائن ج۱۴ ص۱۵۴ حاشیہ)

''آخر سری نگر میں جا کر ۱۲۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔''

(تبلیغ رسالت ج۷ ص۶۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۴۹)

۴..... ''قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں۔''

(چشمہ معرفت ص۲۵۵، خزائن ج۲۳ص۲۶۶)

''یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف، مبدل ہیں۔ ان کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن سے بے خبر ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۷۵، خزائن ۲۳ص۸۳)

''باوجودیکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی توریت وانجیل کے محرف ہونے کی خبر دی ہے۔''

(مشکوٰۃ ص۲۵)

۳..... ''انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللّٰہ''

(النحل:۱۰۵)

''لعنة اللّٰہ علی الکاذبین'' (آل عمران:۶۱)

۱..... ''نبی کے کلام سے جھوٹ جائز نہیں۔''

(مسیح ہندوستان میں ص۶۱، خزائن ج۱۵ص۲۱)

۲..... ''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۰، خزائن ج۱۷ص۵۶ حاشیہ)

۳..... ''جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۲۶، خزائن ج۲۲ص۴۵۹)

۱..... ''حدیث میں ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کو بلاتوقف چھوڑ دیں۔'' (ریویو قادیان ج۶ ش۹ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء ص۳۶۵)

۲..... ''حضور ﷺ نے فرمایا قیامت سو برس تک آجائے گی۔''

(ازالہ ص۲۵۳، خزائن ج۳ص۲۲۷)

۳..... ''حدیث میں ہے کہ: یخرج فی آخر الزمان دجال (بالدال) یختلون الدنیا بالدین! یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال کا نکلے گا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۸۷، خزائن ج۱۷ص۲۳۵)

باوجود یہ کہ حدیث میں رجال (بالراء ہے) مگر دھوکا دہی کی غرض سے بالدال نقل کیا ہے۔

۴..... ''ھذا خلیفه اللّٰہ المھدی بخاری کی حدیث ہے۔''

(شہادت القرآن ص۴۱، خزائن ج۶ص۳۳۷)

۵..... ''مجدد صاحب سرہندی لکھتے ہیں کہ امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے اور اس کو نبی کہتے ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

باوجود یہ کہ (مکتوبات ج۲ ص۹۹) میں یوں ہے کہ: ''اذا کثر هذا القسم من الکلام من واحد منهم سمی محدثاً'' (ازالہ ص۹۱۵، خزائن ج۳ ص۶۰۰)

براہین احمدیہ کے معاملہ میں جس گندم نمائی اور جوفروشی کا مظاہرہ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ چونکہ جھوٹ کی فہرست لمبی ہے۔ اس لئے دوسرے مقام پر دیکھیں:

۴..... ''وما اسئلکم علیه من اجراً ان اجری الا علی الله رب العالمین وما من نبی دعا قومه الی الله تعالیٰ الا قال لا اسئلکم علیه اجراً، یواقیت ج۲ ص۲۵'' مگر مرزا قادیانی نے تبلیغی چاٹ لگا کر بہت سارو پیہ جمع کیا۔ جیسا کہ لکھتے ہیں کہ: ''یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے۔ بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔'' (براہین ج۵ ص۵۷، خزائن ج۲۱ ص۷۴)

''اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار آئیں گے..... اب تک ۳لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۲، خزائن ج۲۲ ص۲۲۱)

جو کچھ میری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی
جو اس نے مجھ کو اپنی عنایت سے نہ دیا

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰، خزائن ج۲۱ ص۱۹)

مطالبہ: کسی نبی سے مذہب کی آڑ میں دنیا کمانا اور تبلیغی چندہ کو اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنا ثابت کرو؟۔

۵..... ''ان الله لا یحب الخائنین (انفال:۵۸)'''' وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر ۴۵ سال تک جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر آتا رہے گا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۵۲، خزائن ج۱۷ ص۱۷۴)

نقل حدیث میں خیانت کی۔ اصل مذہب یہ ہے کہ: ''ان عیسیٰ علیه السلام

وان کان بعده واولی العزم وخواص الرسل فقدزال حکمه من هذا المقام بحکم الزمان علیه الذی هو لغیره فیرسل ولیاذا نبوة مطلقة ویلهم بشرع محمد ﷺ ویفهمه علی وجهه کالاولیاء المحمدیین'' (یواقیت ج۲ ص۸۹)

اور ایسا ہی مدارج النبوۃ میں ہے۔یعنی عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ نبی ہوں گے۔مگران پر وحی نبوت نازل نہ ہوگی۔اسی لئے ان کے ساتھ نبیوں جیسا معاملہ نہ ہوگا۔بلکہ وہ اس امت کے اولیاءاللہ کی طرح ہوں گے۔

۲...... ابن عباسؓ امام مالکؒ اور ابن حزمؒ وغیرہ کی طرف وفات مسیح کے عقیدہ کی نسبت کرنا باوجود یہ کہ وہ آخری زمانہ میں مرنے یا مرکر دوبارہ زندہ آسمان پر مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔

۳...... نبی تشریعی کے یہ معنے کرنے کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے سے نبوت مل جائے اور اس کو ابن العربی اور ملا علی القاری وغیرہم کی طرف منسوب کرنا باوجود یہ کہ ان کے نزدیک نبی غیر تشریعی وہ ہے کہ اس پر وحی نبوت نازل نہ ہو اور وہ ہر حکم میں شریعت محمدیہ کے فیصلہ کا پابند ہو کیونکہ ولایت کے ایک مقام کا نام نبوت غیر تشریعی رکھا ہے۔مرزا نے اس کے معنے بدل کر حقیقی نبوت کے اجزاء کا اعلان کرتے ہوئے دعویٰ کر دیا۔نیز مذہبی تبلیغ کا دھوکا دے کر بہت سارو پیہ جمع کیا اور اس کو اپنی ضروریات اور''گورنمنٹ برطانیہ کی حمایت میں خرچ کیا۔''

(انجام آتھم ص۲۸۳، خزائن ج۱۱ ص۲۸۳)

مطالبہ: تبلیغی روپیہ کو گورنمنٹ کی اغراض کی اشاعت میں کس شرعی حکم کی وجہ سے خرچ کیا ہے۔کیا کوئی ایسی چندہ کی مدد کی جاسکتی ہے؟۔

۶ ...... ''ولا تطع من اغفلنا قلبه واتبع هواه ولا تطع الکافرین (کھف:۲۸)'' مرزا قادیانی جس حکومت برطانیہ کو دجال کا گروہ کہتے ہیں۔اس کی غلامی پر فخر کرتے اور:''سلطنت ممدوح کو خدا تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔'' (براہین ص ب، خزائن ج۱ ص۱۴۰)

۷...... ''وکلاً جعلنا صالحین وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا واوحینا الیهم فعل الخیرات واقام الصلوٰة وایتأ الزکوٰة (الانبیاء:۷۳)''

مرزا قادیانی کی سوانح حیات میں کذب بیانی وعدہ خلافی تلبیس اور دھوکا دہی چندہ کا ناجائز تصرف،حرص وطمع دنیوی،نصاریٰ کی حمایت وغیرہ۔عیوب کھلے طور پر نظر آرہے ہیں۔

۸…… ''وقفینا علی آثارھم بعیسیٰ ابن مریم مصدقا لما بین یدیه '' (مائدہ:٤٦) ''الانبیاء اخوۃ من علات وامهاتهم شتی ودینهم واحد (مسند احمد ج۲ ص۳۱۹) ''یعنی اصول دین تمام نبیوں کے درمیان مشترک ہیں۔مگر عبادت کے طریقے بدلے ہوئے ہیں۔

چنانچہ تمام انبیاء دجال کے شخص واحد ہونے کی شہادت دیتے آئے۔مگر مرزا کو اس کی شخصیت سے انکار ہے اور دجال ایک گروہ کا نام رکھا ہے۔نیز مرزا قادیانی نے ملائکہ اور معجزہ کی حقیقت شرعیہ سے انکار کیا ہے اور فرشتوں کا نزول جسمانی بھی نہیں مانا۔ان کی تفسیر کرنے میں اپنی رائے کو دخل دیا اور نزول وحی وغیرہ کی حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کی تحقیق کی مخالفت کی ہے۔

۹…… ''الذین یبلغون رسالات اللّٰه ویخشونه ولا یخشون احداً الا اللّٰه (احزاب:۳۹) ''مگر مرزا قادیانی حکومت سے ڈر کر بعض الہامات کے ظاہر نہ کرنے کا عدالت میں عہد کر آتے ہیں۔

۱۰…… ''الذین اتخذوا دینهم لعباً ولهواً وغرتهم الحیوۃ الدنیا (انعام:۷۰) ''مرزا قادیانی دنیاداروں کی طرح دنیوی شہرت اور مال دولت کے جمع ہونے پر فخر کرتے ہوئے اس کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

جو کچھ میری مراد تھی سب کچھ دکھادیا
میں ایک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

(براہین ص۱۰۰ حصہ۵، خزائن ج۲۱ ص۱۹)

اس زمانہ میں ذرا سوچو کیا چیز تھا
جس زمانہ میں براہین کا دیا تھا اشتہار

(براہین حصہ۵ ص۱۱۲، خزائن ج۲۱ ص۱۴۲)

پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا میرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی ہر سو یار

(براہین حصہ۵ ص۱۱۲، خزائن ج۲۱ ص۱۴۲)

ادھر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''الانبیاء اشد بلاۃ الامثل فالامثل''

(کنز العمال ج۳ ص۳۲۷ حدیث ٦٧٨٣)

۱۱…… ''الشعراء یتبعهم الغاون'' (الشعراء:۲۲٤)

''وما علمناه الشعر وما ینبغی له (یٰسین:٦٩)'' مگر مرزا قادیانی کی شعر سازی کا مرزائیوں میں بڑا چرچا ہے۔
مطالبہ: کوئی نبی شاعر پیش کرو۔

۱۲...... ''یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔ جس کو وہ سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔''

(چشمہ معرفت ج۲ ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸)

مگر مرزا قادیانی خود اس کے قائل ہیں۔ ''بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ جس سے مجھے کچھ واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''

(نزول مسیح ص۵۷، خزائن ج۱۸ ص۴۳۵)

۱۳...... ''ولقد ارسلنا من قبلك رسلاً الیٰ قومهم فجاؤهم بالبینات'' (الروم:٤٧)

''فان مدعی النبوة لا بدله من نبوة'' (بیضاوی ج۲ ص۱۰۵)

''تمامی انبیاء ورسل راصلوٰت الله علیهم معجزات است وهیچ پیغمبرے بے معجزه نیست'' (مدارج ج۱ ص۱۹۹)

معجزہ کی حقیقت

''وهی امر یظهر بخلاف العادة علیٰ ید مدعی النبوة عند تحدی المنکرین علی وجه یعجز المنکرین عن الاتیان بمثله'' جو عادت کے خلاف مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کے مقابلہ میں ظاہر ہو اور منکرین اس کی مثال دینے سے عاجز ہوں۔

(شرح العقائد)

''نجومیوں کی سی خبریں زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی، قحط ہوگا، جنگ ہوگی۔ معجزہ نہیں۔'' (براہین ص۲۴۵، خزائن ج۱ ص۲۷۱ حاشیہ)

مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں نجومیوں جیسی ہیں۔ یا حالات حاضرہ کو دیکھ کر تجربہ کاروں کی طرح پیش گوئیاں کی تھیں۔ جن میں سے اکثر غلط اور بے بنیاد نکلیں اور جہاں کہیں بطور تحدی منکرین کے مقابلہ میں اپنی صداقت کی نشانی پیش کرنی چاہی وہیں منہ کی کھائی۔

۱۴...... ''ومن یقل منهم انی اله من دونه فذالك نجزیه جهنم کذالك نجزی الظالمین (الانبیاء:۲۹)'' کبھی کسی نبی نے ہوشیاری یا سکر کی حالت میں

الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر مرزا کہتا ہے کہ: ''کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا وہی ہوں۔'' (کتاب البریہ ص۷۵، خزائن ج۱۳ص۱۰۳)

''رائیتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو''

(آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ص۵۶۴)

۱۵..... ''ما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیھم من اھل القری'' (یوسف:۱۰۹)

''الامصار لانھم اعلم واحلم بخالف اھل البوادی لجفائھم وجھلم''

(جلالین:۱۹۹ ومثله فی ابی سعود ج٤ ص٣١٠)

قادیان گاؤں ہے: ''اول لڑکی اور بعد میں اس حمل سے میرا پیدا ہونا تمام گاؤں کے بزرگ سال لوگوں کو معلوم ہے۔'' (تریاق القلوب ص۱۲۰، خزائن ج۱۵ص۴۸۵)

۱۶ ''قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اربع من کن فیه کان منا فقاً خالصا ومن کانت فیه خصله منھن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدرا واذا خاصم فجر (بخاری ج۱ ص۱۰ باب علامة المنافق)'' مرزا قادیانی میں یہ سب خصلتیں موجود تھیں۔

۱۷..... ''انا معشر الانبیاء لا نورث'' (مسند احمد ج۲ ص٤٦٣)

۲. ''الانبیاء لا یورثون'' (دارقطنی)

۳ ''ان العلماء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولادر ھما انما ورثوا العلم عمن اخذہ اخذبحظ وافر''

(ابن ماجه ص۲۰ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

۴.... ''نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ۰ قسطلانی''

۱۸..... ''مابعث اللّٰہ نبیاً الارعی الغنم فقال اصحابه وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکه''

(بخاری ج۱ ص۳۰۱، باب رعی لغنم علی قراریط)

مرزا قادیانی نے کبھی مزدوری پر بکریاں نہیں چرائیں۔

۱۹..... ''فی الحدیث ما قبض اللّٰہ نبیا الافی موضع الذی یحب ان یدفن فیه'' (مشکوۃ، ترمذی ج۱ ص۱۹۸، ابواب الجنائز)

مرزا قادیانی لاہور مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔

۲۰...... ''سألتك هل كان من آبائه من ملك فذكرت ان لا فقلت فلوكان من آبائه من ملك قلت رجل يطلب ملك ابيه''

(بخاری باب كيف كان بدؤ الوحی الی رسول ص٤ ج١)

مرزا قادیانی کے آباؤ اجداد بڑے رئیس تھے۔ مگر سکھوں کے عہد میں کسی قدر کمزور ہو گئے تھے۔ دیکھو براہین احمدیہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ ۱۵ روپیہ کی مرزا قادیانی کو کلرکی کرنی پڑی۔

۲۱...... ''لم يكن نبی الاعاش نصف الذی قبله''

(طبرانی ج٢٢ ص٤١٨ حديث ٣٠٣٠)

اس حدیث کو مرزائی وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کی عمر آنحضرت ﷺ سے آدھی ہونی چاہئے تھی۔ مگر آپ اور دو سال بعد یعنی ۶۵ برس کے ہو کر مرے ہیں۔

فصل نمبر۲
صداقت کی نشانی...... مرزا قادیانی کی زبانی

خیال زاغ کا بلبل سے ہمسری کا ہے۔ غلام زادہ کو دعویٰ پیمبری کا ہے۔

۱...... مسیح موعود کے وقت میں اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

''هو الذی ارسل رسوله بالهدی دين الحق ليظهر علی الدين كله! یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔'' (حاشیۃ الحاشیہ براہین ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۵۳)

''هوالذی ارسل رسوله ...... یعنی خدا وہ خدا ہے۔ جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔ اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب

متقدمین کا اتفاق ہے کہ جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔'' (چشمہ معرفت ص ۸۳، خزائن ج ۲۳ ص ۹۱)

مگر مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے مسیحیت کا دعویٰ محض افتراء ہے۔

۲...... مسیح موعود کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہوگی۔

''اور پیش گوئی آیت کریمہ واذالعشار عطلت پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث لیترکن القلاص ولا یسعی علیھما نے اپنی پوری چمک دکھلائی۔ یہاں تک کہ عرب وعجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل طیار ہو رہی ہے۔ یہی اس پیشگوئی کا ظہور ہے۔ جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی۔ جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۸)

۳...... مسیح موعود حج کرے گا۔ ''آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح کو ایک امتی ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اس کو دیکھا۔'' (ازالہ ص ۴۰۹، خزائن ج ۳ ص ۳۱۲)

۴...... ''دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے ان کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرے گا۔''

''فی الحقیقت مارا وقتے حج راست وزیبا آید که دجال از کفر ودجل دست باز داشته ایماناً واخلاصاً وگرد کعبه بگردد چنانچه از قرار حدیث مسلم عیاں می شود که جناب نبوت انتساب (صلوٰة الله علیه وسلامه) روید نددجال ومسیح موعود فی آن واحد طواف کعبه میکند''

(ایام الصلح (فارسی) ص ۱۲۷)

''مسیح موعود بعد ظہور نکاح کریں گے اور اس سے اولاد پیدا ہوگی۔ اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولدله۔ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے۔ جو بطور نشان ہوگا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

مرزا قادیانی کا نکاح بطور نشان محمدی بیگم سے ہونے والا تھا۔ مگر افسوس قسمت نے یاوری اور عمر نے وفا نہ کی اور دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

اگر وہ جیتا رہتا یہی انتظار ہوتا

۶..... ’’مسیح موعود دعوے کے بعد چالیس سال زندہ رہے گا۔ حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۳۱۱)

مگر مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے: ’’میری پیدائش سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص ۱۵۹، خزائن ج ۱۳ ص ۱۷۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی ہے۔ (نور الدین ص ۱۷۰)

’’۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ دنیا کی تواریخ میں بہت بڑا مبارک سال تھا۔ جس میں خداتعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں موعود مہدی پیدا فرمایا۔ جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین وآسمان پر ہو رہی تھیں۔‘‘

(مسیح موعود کے مختصر حالات از عمر دین قادیانی ملحقہ براہین حصہ اوّل ص ۶۰ طبع اوّل)

مرزا قادیانی نے دعویٰ مجددیت یا مسیحیت براہین احمدیہ حصہ ۴ ص ۱۷۲ پر کیا۔ جس کے طباعت کی تاریخ یا غفور سے ۱۲۹۷ھ نکلتی ہے۔ گویا عمر کے بیالیسویں سال اور صدی سے تین سال پہلے دعویٰ کیا گیا یا پوری صدی پر دعویٰ کیا۔ جیسا کہ ازالہ اوہام کی اس عبارت اور مجدد کی حدیث علی راس کل مائۃٍ سے ظاہر ہے۔

’’یہی وہ مسیح ہے کہ جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔‘‘

(ازالہ ص ۱۸۶، خزائن ج ۳ ص ۱۸۹، ۱۹۰)

مگر اس صورت میں بعثت کی مدت مقرر چالیس سال سے پانچ سال زیادہ ہو جائیں گے۔

یا دعوے ۱۲۹۰ھ میں ہوا جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’دانی ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفیٰ ﷺ ہے) جب بارہ سو نوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔‘‘ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰۶، خزائن ج ۱۷ ص ۲۹۲)

اس صورت میں مرزا قادیانی کی عمر دعوے کے وقت ۳۵ برس کی ہوگی۔ جو زمانہ بعثت سے پانچ سال کم ہے۔ حدیث مجددیت کے بھی مخالف ہے۔

بالاتفاق ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس حساب سے دعوے کے بعد ۲۹ یا ۲۶ یا ۳۶ برس آپ زندہ رہے اور ۴۰ برس جو مسیح موعود کے رہنے کی مدت تھی۔ اس سے پہلے ہی چل بسے اور مسیح کی نشانی آپ پر صادق نہ آئی۔

۷...... ''اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔''

(تحفۃ الندوہ ص۵، خزائن ج۱۹ ص۹۸)

ابھی ازالہ اوہام کے حوالے سے گذرا ہے کہ آپ نے اپنا نام غلام احمد قادیانی بتایا ہے۔ جس میں بحساب جمل ۱۳۰۰ عدد ہونے کی وجہ سے ۱۳۰۰ھ پر مبعوث ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیا قرآن میں غلام احمد قادیانی بن مریم لکھا ہوا ہے؟۔ اگر نہیں ہے تو مرزا قادیانی اپنے بیان کے موافق یقیناً جھوٹے ہیں۔

فصل نمبر ۳
نشان آسمانی بر کذب قادیانی

گلیم بخت کسی راچو بافتند سیاہ
زآب زمزم وکوثر سفید نتواں کرد

۱...... مرزا قادیانی نے ۵ رجون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ کے خاتمہ پر اپنے مقابل حریف مسٹر آتھم پادری کی نسبت یہ پیش گوئی کی تھی۔

''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خداتعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دی جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔''

(جنگ مقدس ص۲۱۰، ۲۱۱، خزائن ج۶ ص۲۹۲، ۲۹۳)

اس پیش گوئی کی مدت ۵ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء پر ختم ہو جانے والی تھی۔ مگر مسٹر عبداللہ آتھم اس پیش گوئی سے ایک سال دس مہینہ بعد ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء بمقام فیروز پور فوت ہوا اور مرزا قادیانی اپنے بیان کے موافق جھوٹے نکلے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے آتھم کی تاریخ وفات اپنے قلم سے یہ لکھی ہے۔ ''چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں۔''

(انجام آتھم ص۳، خزائن ج۱۱ص۳)

۵ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء کا دن جو مرزا قادیانی پر ذلت اور رسوائی کا گذرا حق تعالیٰ وہ دشمن پر بھی نہ لائے۔ چاروں طرف سے پھبتیاں اڑائی گئیں۔ ہجو میں اشتہارات شائع ہوئے۔ جن میں سے ایک دو یہ ہیں۔

مسلمانان لدھیانہ کی طرف سے ایک اشتہار یہ شائع ہوا تھا۔

ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس نافر جام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو
رسول حق باستحکام مرزا
مسیح مہدی موعود بن کر
بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاریٰ میں بآخر
مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ تو بڑھ چڑھ کے گذرے
ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تیری تکذیب کی شمش وقمر نے
ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا

(نقل از الہامات مرزا ص۲۸)

عیسائیوں نے جو اشتہار دیا تھا اس میں یہ لکھا تھا۔

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی

آتھم اب زندہ ہے آ کر دیکھ لو آنکھوں سے اب
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائی آپ کی

کچھ کرو شرم حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی

(الہامات ص۳۰)

مرزا قادیانی نے بھی اپنی تذلیل اور رسوائی کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ’’انہوں نے پشاور سے لے کر مراد آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے۔‘‘ (سراج منیر ص۵۲، خزائن ج۱۲ ص۵۴)

کسی پیش گوئی کے پورے ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وہ اپنی ظاہری مراد کے ساتھ صاف طور پر واقع ہو اور اس میں کسی ہیر پھیر اور تاویل کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے سراج منیر میں خود اس کا اعتراف کیا ہے: ’’اگر پیش گوئی فی الواقع ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔‘‘

(سراج منیر۱۵، خزائن ج۱۲ ص۱۷)

مگر مرزا قادیانی نے جو ذلت اور رسوائی کا داغ مٹانے کے لئے مختلف عذرات اور منگھڑت تاویلیں کی ہیں۔ ان کو دیکھ کر ان کی عیاری اور مکاری کا اور ثبوت مل جاتا ہے۔

کبھی فرماتے ہیں کہ: ’’اور پیش گوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد عبداللہ آتھم ہے۔‘‘ (نور الاسلام ص۲، خزائن ج۹ ص۲)

لیکن اس میں مرزا قادیانی نے کئی وجہ سے خدیعہ دھوکا دہی اور اخفاء حق سے کام لیا ہے۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ: ’’اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرط یہ کہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔‘‘ (جنگ مقدس ص۲۰۹،۲۱۰، خزائن ج۶ ص۲۹۱،۲۹۲)

اس میں سارے فریق مخالف کو ہاویہ میں گرایا جانا ظاہر کیا ہے۔ فریق مخالف میں سے ایک دو آدمی کا مرنا بیان نہیں کیا۔ اس لئے پادری رائٹ کے مرنے کی وجہ سے یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوسکتی۔ دوسرے مرزا قادیانی نے اس امر کی تصریح ہے کہ یہ پیش گوئی صرف آتھم کے متعلق

ہے۔ ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور کا اقرار کیا ہے۔

(دیکھو روئداد مقدمہ مرزا و ڈاکٹر کلارک ۱۲، ۱۳، ۲۰ راگست ۱۸۹۷ء)

''ومنها ما وعدني ربي اذا جادلني رجل من المتنصرين الذي اسمه عبدالله آتهم فاذا بشرني ربي بعد دعوتي بموته الىٰ خمسة عشر اشهر من يوم خاتمة البحث'' (کرامات الصادقین ص۱۶۳، خزائن ج۷ ص۱۶۳)

''آتھم کی موت کی نسبت پیش گوئی کی گئی تھی۔ جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم صاحب پندرہ مہینہ کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کریں گے تو موت سے بچ جائیں گے۔''

(تریاق القلوب ص۱۱، خزائن ج۱۵ ص۱۴۸)

دوسری تاویل یہ گھڑی گئی کہ: ''آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا تھا۔'' (اشتہار ہزاری و دو ہزاری، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۵۷)

رجوع الی الحق کا یہ مطلب تھا کہ وہ عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اول تو پیش گوئی کے الفاظ سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے علاوہ ازیں خود مرزا قادیانی نے یہی مراد انجام آتھم میں بیان کی ہے کہ: ''پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر (آتھم) عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے۔'' (انجام آتھم ص۱۳، خزائن ج۱۱ ص۱۳)

عسل مصفّٰی میں جو مرزا قادیانی کے ایک مرید نے لکھ کر مرزا قادیانی کی خدمت میں پیش کی تھی یہ لکھا ہوا ہے کہ: ''مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی کی نسبت ...... یہ پیش گوئی کی کہ اگر وہ جھوٹے خدا کو نہ چھوڑے گا تو وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔'' (عسل مصفی ج۲ ص۵۸۵)

مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے مرزا قادیانی کی یہ تاویل بھی غلط ہے۔ موت سے ڈرنے کو رجوع الی الحق کہنا انصاف کا خون کرنے کے علاوہ لازم آتا ہے۔ کہ پنڈت لیکھرام کے مرنے پر جب مرزا قادیانی کے پاس دھمکی کے خطوط پہنچے تو مرزا قادیانی نے گورنمنٹ سے حفاظتی دستہ کی درخواست کی اور گھر سے تنہا باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ تو کہہ دیجئے کہ مرزا قادیانی نے رجوع الی الحق کرتے ہوئے آریہ مذہب قبول کرلیا تھا۔

(دیکھو نور افشاں ص۴ نمبر ۲۶۶، اکتوبر، ستمبر و الہامات مرزا ص۱۱، ۱۲ مصنفہ مولوی ثناءاللہ)

کبھی کہا جاتا تھا کہ جس طرح یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب جاتا رہا تھا۔ اسی طرح آتھم کے ڈرنے کی وجہ سے موت کا عذاب ٹل گیا۔ اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت یونس علیہ اسلام کی قوم سے وہی وعدہ تھا جو عام طور پر کفار سے ہوا کرتا ہے۔ کہ اگر کفر پر قائم رہے تو عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ مگر وہ کفر سے تائب ہوگئے۔ اس لئے ہلاک بھی نہ ہوئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ: ''فلولا کانت قریة آمنت فنفعها ایمانها الا قوم یونس لما امنو کشفنا عنهم عذاب الخری فی الحیوة الدنیا ومتعناً هم الیٰ حین (یونس:۹۸) دوسرے حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب آنے کی خبر دی تھی۔ عذاب میں مبتلا ہونے کی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ عذاب آیا مگر ایمان لانے اور توبہ کرنے کی وجہ سے نازل شدہ عذاب اٹھا لیا گیا۔ جیسا کہ: ''لما آمنوا کشفنا عنهم'' سے ظاہر ہو رہا ہے کہ: ''فلما دنا الموعداً غامت السماء غیما أسود ذاد خان شدید فهبط حتیٰ غشی مدینتهم فها بوا فطلبوا یونس فلم یجدوه فأیقنوا صدقه فلبسو السوح وبرزو الی الصعید بانفسهم ونسائهم وصبیانهم ودوابهم وفرقوابین کل والدة وولدها فحن بعضها الی بعض وعلت الأصوات والعجیج وأخلصوا التوبة وأظهر والایمان وتضرعواالی الله تعالیٰ فرحمهم وکشف عنهم''

(بیضاوی ج۱ ص ۳۸۱)

۲...... محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد کی نسبت یہ پیش گوئی ۱۸۸۸ء میں شائع کی گئی کہ وہ نکاح سے اڑھائی سال تک مر جائے گا اور اگر وہ مقررہ میعاد میں نہ مرا تو مرزا قادیانی جھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا کہ اگر میں (مرزا قادیانی) اس کے سامنے مر گیا تو میرے جھوٹ ہونے کی یہ دوسری نشانی ہوگی۔

۱...... ''پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے۔ بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا یہ اللہ کا حکم ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳، خزائن ج۵ ص۵۷۳)

۲...... ''اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔'' (اشتہار دردنمہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸)

۳…… ’’یادرکھوکہ اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہرایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ص۳۳۸)

’’اس پیش گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴، خزائن ج۱۱ص۲۹۷)

۴…… ’’میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اسے ضرور پورا کرے گا۔‘‘ (انجام آتھم ص۳۱، خزائن ج۱۱ص۳۱)

مگر یہ پیش گوئی بھی جو اس تحدی اور مقابلہ کے ساتھ پیش کی گئی تھی پوری نہ ہوئی اور مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔ کیونکہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ۱۷راپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’۱۷راپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی (محمدی بیگم) کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا۔‘‘ (آئینہ کمالات ص۲۸۰، خزائن ج۵ص۲۸۰)

اس لئے بموجب پیش گوئی اس کو ۲۱راگست ۱۸۹۴ء میں اس جہان سے رخصت ہو جانا چاہئے تھا۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی پیش گوئی جو پٹی لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے ۲۱رستمبر ۱۸۹۳ء ہے۔ قریباً مہینہ باقی رہ گئی ہے۔‘‘ (شہادت القرآن ص۷۹، خزائن ج۶ص۳۷۵)

مگر افسوس مرزا قادیانی کی توقعات کے خلاف ان کی حسرتوں کا خون کرنے کے لئے مرزا سلطان بیگ آج ۵رنومبر ۱۹۳۲ء تک زندہ (بلکہ پاکستان بننے کے بعد تک زندہ) رہے اور ان کی مخطوبہ پر قابض ہے اور مرزا قادیانی صدہا حسرت وارمان سے اس جہان سے ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء میں چلتے بنے:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

اس پیش گوئی کے پورے نہ ہونے پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ وہ ڈر گیا تھا اور مرزائی کہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کی بزرگی کا قائل ہوگیا تھا۔ اس لئے وہ مقررہ میعاد میں نہ مرا۔ مگر یہ سب باتیں غلط ہیں۔ کیونکہ اس کا رجوع یا توبہ اسی صورت میں معتبر ہوسکتی ہے۔ جبکہ وہ مرزا قادیانی کی مخطوبہ سے دست بردار ہو جاتا اور اس کو طلاق دے کر مرزا قادیانی کے لئے راستہ صاف کر دیتا۔ کیونکہ اس کا قصور تو دراصل یہی تھا کہ اس نے محمدی بیگم سے نکاح کرلیا۔ جیسا کہ خود

مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ:''احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔ بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سنکر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔''

(اشتہار انعامی چار ہزار، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۹۵)

علاوہ ازیں اخبار اہل حدیث میں سلطان محمد کی ایک چٹھی شائع ہوئی۔ جس میں اس نے ڈرنے اور مرزا کو بزرگ ماننے سے انکار کیا ہے۔

''جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔''

(سلطان محمد بیگ ساکن پٹی ۳؍مارچ ۱۹۲۴ء نقل از اخبار اہل حدیث ۱۴؍مارچ ۱۹۲۴ء)

پھر جبکہ اس کا مقررہ میعاد میں مرنا تقدیر مبرم تھا۔ تو وہ کسی ڈرنے یا توبہ کرنے سے کیونکر ٹل سکتا تھا۔

۳...... محمدی بیگم کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ان پیش گوئیوں میں سے ہے۔ جن پر مرزا قادیانی کے صادق یا کاذب ہونے کا دارومدار ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ:''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ جس کے تم خواہش مند ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔''

(آئینہ کمالات ص۵۷۲،۵۷۳، خزائن ج۵ص۵۷۲،۵۷۳)

''پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خداتعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔''

(اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۵۸)

''خداتعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا

گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔“

(ازالہ اوہام ص۳۹۶ خزائن ج۳ ص۳۰۵)

مرزا قادیانی کو اس پیش گوئی کے سمجھنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں لگی۔ جیسا کہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ: ”جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی...... تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا کہ ”الحق من ربك فلا تكونن من الممترين “یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔“ (ازالہ ص۳۹۸ خزائن ج۳ ص۳۰۵،۳۰۶)

اس لئے مرزا قادیانی کو اس نفس پیش گوئی کے پورا ہونے کا اس درجہ یقین کامل ہو گیا تھا کہ آپ نے اس کو صدق وکذب کا معیار قرار دیتے ہوئے وثوق کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا۔ ”هيچ كس باحيله خود اورا رد تنوان كرده ۰ ايں تقدير از خدائے بزرگ تقدير مبرم است عنقريب وقت آن خواهد آمد پس قسم آں خدائے كه حضرت محمدﷺ را برائے مبعوث فرموده اور ابهترين مخلوقات گردانيد كه ايں حق است و عنقريب خواهی ديد ومن ايں را برائے صدق خود يا كذب خود معيار ميگردانم ومن نگفتم الا بعد زآنكه از رب خود خبرداده شدم“ (انجام آتھم ص۲۲۳ خزائن ج۱۱ ص۲۲۳)

”میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیش گوئیاں تیری طرف...... سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔“

(اشتہار انعامی چار ہزار، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۱۵،۱۱۶)

”نفس پیش گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے۔ لاتبدیل لکلمات اللہ۔ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔“ (اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء، مندرجہ تبلیغ رسالت ج۳ ص۱۱۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۳)

''دعوت ربی بالتضرع والا بتهال ومددت الیه ایدی السوال فالهنی ربی ... انها سیجعل ثیبة ویموت بعلها وابوها الیٰ ثلث سنة من یوم النکاح ثم نردها الیك بعدموتهما ولا یکون احدهما من العاصمین وقال انا رادوها الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربك فعال لما یرید''

(کرامات الصادقین خزائن ج۷ص۱۶۲)

پھر مرزا قادیانی کے بڑھتے ہوئے شوق وصال کو دیکھ کر ان کے ملہم غیبی نے سلطان محمد کی منکوحہ ہونے کے باوجود خلاف شرع محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے کرا ہی دیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی ایک الہام میں لکھتے ہیں کہ ''کذبوا باٰیاتی کانوا بہا یستہزؤن فسیکفیهکم اللّٰہ ویردها الیك امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنا کها الحق من ربك فلا تکونن من الممترین لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربك فعال لمایرید انا رادوها الیك'' (انجام آتھم ص۶۰، ۶۱، خزائن ج۱۱ص۶۰، ۶۱)

''وآں زن راکہ زن احمد بیگ رادختر است بازبسوئے تو واپس خواهم آورد یعنی چونکه اواز قبیله بباعث نکاح اجنبی بیروں شده باز بتقریب نکاح تو بسوئے قبیلہ رد کرده خواهد شدودر کلمات خدا ووعدهائے اوهیچ کس تبدیل نتواں کرد'' (انجام آتھم ص۲۱۶ خزائن ج۱۱ص۲۱۶)

''سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی۔ مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ جیسا کہ پیش گوئی میں تھا۔ اس عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہیں۔ ہنسی کی گئی ہے۔'' (الحکم ج۵ نمبر۲۹ ص۱۴، ۱۵، ۱۰راگست ۱۹۰۱ء)

''عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں۔ ٹلتی نہیں ہوکر رہیں گی۔''

(الحکم ج۵ نمبر۲۹ ص۱۵، ۱۰راگست ۱۹۰۱ء)

''اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی۔ سو ایسا ہی ہوگا۔''

(الحکم ج۹ نمبر۲۳ ص۲، ۳۰رجون ۱۹۰۵ء)

پیش گوئی میں اس بات کی تصریح ہونا کہ محمدی بیگم مرزا قادیانی کے نکاح میں ضرور آئے گی اور یہ تقدیر مبرم ہے۔ جوٹل نہیں سکتی اور مرزا قادیانی کا اس پیش گوئی کے سمجھنے میں کسی قسم

کی غلطی نہ کھانا یہ تمام باتیں اس امر کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ محمدی بیگم کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ضروری تھا اور ان کو محمدی بیگم کی مفارقت کا داغ سینہ پر لے کر کبھی نہ مرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ ایسا ہونے سے نہ صرف مرزا قادیانی کی موت بقول ان کی نامرادی اور ذلت کی موت سمجھی گئی ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کے ساتھ ان کے ملہم کا جھوٹا ہونا بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہونے لگا اور پھر شیطانی الہام کو وحی ربانی بتلانا یہ دوسرا گناہ ہے۔ جو مرزا قادیانی کے سر پر قائم رہا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان کی نسبت یہ ارشاد ہے۔

''ومن اظلم ممن افترىٰ علىٰ اللّٰه كذبا اوقال اوحى الىٰ ولم يوحى اليه شئى ومن قال سانزل مثل ما انزل اللّٰه (انعام:۹۳)''مرزا قادیانی کو جذبہ عشق سے آخری وقت تک ملاقات کی امید بندھی رہی۔ جذبہ عشق سلامت ہے تو انشاءاللہ کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے۔ لیکن قرآئن موجودہ کچھ ایسے یاس انگیز اور نوامیدی کا پہلو لئے ہوئے تھے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کو تذبذب میں ڈال دیا۔

بلائے فرقت لیلیٰ وصحبت لیلیٰ
غرض دوگونہ عذاب است جان مجنوں را

اور مجبور ہو کر ان کو یہ الہام ظاہر کرنا پڑا کہ: ''یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا۔ خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ''ایتها المرأة توبى توبى فان البلاء على عقبك ''پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا اور نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۲،۱۳۳، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

کیا خوب مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اس الہام میں علاوہ دورنگی اختیار کرنے کے کسی طرح کا سقم اور بدحواسی کا صاف طور پر پتہ چل رہا ہے۔

۱…… جب نکاح آسمان پر پڑھا گیا ہے تو اب تاخیر میں کیا چیز پڑ گئی؟۔
۲…… دولہا تو بیوی کو طلاق نہ دے اور قاضی جھٹ سے نکاح کو فسخ کر دے۔ یہ عجیب منطق ہے۔

۳...... توبہ کی شرط لوگ پوری کریں اور نکاح محمدی بیگم کا فسخ ہو جائے۔
۴...... کیا مرزا قادیانی کے ساتھ نکاح ہونا بلاء اور مصیبت تھی۔ جو توبہ کرنے سے ٹل گئی۔
۵...... عورت کی توبہ تو یہ تھی کہ وہ سلطان محمد کے نکاح سے نکل کر مرزا قادیانی کی بزم نشاط کی رونق ہوتی۔ غرض معلوم ہوا کہ یہ سب مرزا غلام احمد قادیانی کے شیطانی الہامات تھے۔ جو بیت الفکر میں گھڑے جاتے تھے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے۔ لوسن لو محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کیا فرماتے ہیں کہ: ''یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا۔'' (اخبار پیغام صلح لاہور ۱۶ر جنوری ۱۹۲۱ء)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

س...... جس طرح رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیصر اور کسریٰ کے شہر میرے ہاتھ فتح ہوں گے۔ مگر وہ صحابہؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے ساتھ نکاح ہونے کے یہ معنے ہیں کہ ان کی اولاد میں سے کوئی شخص محمدی بیگم کی اولاد سے عقد کرے گا۔

ج...... نبی عربی ﷺ نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ قیصر وکسریٰ کی حکومت میری زندگی میں فتح ہو جائے گی۔ بلکہ صحابہؓ کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ تم ان کے خزانے لوٹو گے اور تمہارے ہاتھوں ان کے شہر مفتوح ہوکر اسلامی حکومت میں داخل ہوں گے۔ یہ محض نبی عربی ﷺ پر افتراء ہے اور جب کہ پیش گوئی میں مرزا کے ساتھ تصریح تھی اور مرزا قادیانی کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی غلط فہمی بھی نہیں ہوئی تو پھر ایسی رکیک اور لچر تاویلیں کرنی سراسر مضحکہ خیز ہیں۔

پیشگوئی ڈاکٹر عبدالحکیم

۴...... ''ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی نے مرزا قادیانی کے متعلق یہ الہام شائع کیا تھا کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا مر جائے گا۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں ایک اشتہار بعنوان تبصرہ ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء کو شائع کیا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق یہ پیش گوئی تحریر فرمائی:

''اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ میں تیری عمر کو بڑھاؤں گا۔ یعنی دشمن تو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو میں بڑھا دوں گا۔ تا کہ

معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔''

آگے لکھتے ہیں کہ: ''یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت جانتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔'' اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم نے ایک اور اشتہار شائع کیا جس میں لکھا تھا کہ: ''مرزا قادیانی مورخہ ۴ اراگست ۱۹۰۸ء تک مرجائے گا۔''

(دیکھو چشمہ معرفت ص ۳۲۱، ۳۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۷)

آخر کار ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کے ماتحت مرزا قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہان کی طرف سدھار گئے اور ڈاکٹر صاحب کے مقابلہ میں اپنا یہ قول سچا کر کے دکھا گئے۔ ''رب فرق بین صادق وکاذب انت تری کل مصلح وصادق'' ''اے اللہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق کر کے دکھادے کہ تو مصلح اور سچے کو دیکھتا ہے۔'' (نقل از اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ رجمادی الثانی ۱۳۲۴ھ، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۶۰)

۵...... مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے متعلق (۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸) کو ایک اشتہار بعنوان ''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ'' شائع کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ: ''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی ہلاک ہو جاؤں گا...... اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر یہ پیش گوئی نہیں۔ بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا

ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون اور ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میری روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین ...... اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کا تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر" آمین ثم آمین ربنا افتح بيننا وبينا قومنا ...... الخ"

مرزا قادیانی نے یہ پیش گوئی شروع میں بطریق دعا شائع کی تھی۔ لیکن پھر اس کی قبولیت کا الہام ہو گیا۔ اس لئے یہ پیش گوئی بھی الہامی ہی سمجھنی چاہئے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: "ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا۔ اجیب دعوۃ الداع صوفیاء کے یہاں بڑی کرامت استجابت دعا ہے باقی سب اس کی شاخیں۔" (البدر مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزا قادیانی اس پیش گوئی کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب صادق کی زندگی میں آسمانی مرض ہیضہ یا ایلاؤس میں ہلاک ہو کر دنیا پر اپنا مفسد کذاب مفتری علی اللہ ہونا ثابت کر گئے۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مرگیا

۶...... ۵/نومبر ۱۸۹۹ء کو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار دیا۔ جس میں اپنی صداقت پر خداتعالیٰ سے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ ایک آسمانی نشان طلب کیا جس کے ظہور کی مدت ۳ سال تک رکھی اور اس دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: "اے میرے مولا قادر خدا اب مجھے راہ بتلا ...... اگر میں تیری جناب میں

مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے۔ جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں...... تو ۳ سال میں جو آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔" (اشتہار ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۷۸)

گویہ الفاظ دعائیہ ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے (اعجاز احمدی کے ص۸۸، خزائن ج۱۹ ص۲۰۲) پر اس کو پیش گوئی لکھا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کی دعا کوئی معمولی دعا نہ تھی۔ جو مقبول نہ ہوتی۔ اس کے لئے قبولیت لازم تھی۔ چنانچہ اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ: "مجھے بار بار خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں سنوں گا۔" (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۷۸)

پھر آپ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں کہ: "اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے۔ میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے بندوں کو ان لوگوں کی طرح رد کرے۔ جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہ سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا۔ جو میرے اوپر لگائے جاتے ہیں...... میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۷۷، ۱۷۸)

لاریب فیه هر که شك آرد کافر گردد!

جب ۲۴ر نومبر ۱۹۰۲ء تک کوئی نشان آسمانی ظاہر نہ ہوا تو مرزا قادیانی نے مسیحیت جاتی ہوئی دیکھ کر فوراً ایک رسالہ اعجاز احمدی شائع کر دیا۔ جس میں لکھا کہ اگر مولوی ثناء اللہ اتنی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم میں بنا کر پانچ روز میں پیش کر دے تو میں اس کو دس ہزار روپیہ انعام میں دوں گا اور اگر وہ عاجز ہو گیا تو میری سہ سالہ میعاد والی پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

(ملخص اشتہار ملحقہ اعجاز احمدی ص۸۹، ۹۰، خزائن ج۱۹ ص۲۰۲ تا ۲۰۵)

سبحان اللہ (سخن فہمی عالم بالا معلوم شود) سوال تھا ایسے آسمان نشان کا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر وہ نشان تو مرزا قادیانی کی دعا کی وجہ سے کہ مفتری اور کذاب کو نہ ملنا چاہئے نہ ملا اور

ناحق مرزا قادیانی کے انسانی ہاتھوں پر نشان دہی کا بارڈال دیا۔ پھر نشان بھی دیا تو ایسا نور بھرا کہ جس میں عروضی، صرفی، نحوی، اغلاطات بھریں پڑیں ہیں۔ اگر کسی کو دیکھنے کا شوق ہو تو الہامات مرزا اور سیف چشتیائی وغیرہ دیکھ لے۔ پھر جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۲۵ر نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ اشتہار قصیدہ اعجازیہ کے اغلاط بیان کرتے ہوئے ان سے اس امر کا مطالبہ کیا کہ مہینوں کی کوشش کے بعد ایک رسالہ تیار کر کے اس کا جواب پانچ روز میں مانگنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس لئے زانو بزانو بیٹھ کر عربی اردو تحریر کا نظم ونثر میں مقابلہ کرلیا جائے تو سوائے سکوت کے کوئی جواب نہ ملا اور مولوی ثناء اللہ صاحب یہ شعر ہی گنگناتے رہے:

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر کی
نکل دیکھیں تیری ہم شعر خوانی

ہم تو مرزا قادیانی کے پیش کردہ معیار کے موافق ان کے لئے وہی القابات تحریر کریں گے جو مرزا قادیانی نے اس پر پورے نہ اترنے والے کے لئے مفتری، کذاب، خائن، مفسد، دجال شریر وغیرہ منتخب کئے تھے۔ مصرعہ آنچہ استادازل گفت هماں میگویم اور مرزائی اگر ناخلف نہیں ہیں اور مرزا کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو بھی اس میں ہمارا ہم نوا ہونا چاہئے۔ ورنہ ہم تو یہی کہیں گے جو اس پر بھی نہ سمجھے تو اس بت کو خدا سمجھے۔

''افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالها'' (نساء:۸۲)

فصل نمبر۴

تردید صداقت مرزا قادیانی

تحریف:۱... ''لوتقول علینا بعض الا قاویل لا خذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین · الحاقه:٤٤تا٤٦'' اور اگر وہ (محمد ﷺ) ہم پر بعض افتراء باندھتے تو ہم ان کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''اگر اس مدت تک اس مسیح کا بلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا ۲۳ برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں...... یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جب ہی ٹھہر سکتا ہے۔ جبکہ یہ قاعدہ کلی مانا جائے کہ خدا مفتری کو...... کبھی مہلت نہیں دیتا...... آج تک علماء

امت سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ تیئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے...... میرے دعوے کی مدت تیئیس برس ہو چکی ہے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ موسومہ اشتہار پانچ سو روپیہ ص ۴ خزائن ج ۱۷ ص ۴۲،۴۳)

اسی کتاب کے ص ۲ پر لکھا ہے کہ: ''شرح عقائد نسفی میں بھی عقیدے کے رنگ میں اس دلیل کو لکھا ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۲ خزائن ج ۱۷ ص ۴۰)

اور توریت میں بھی یہی درج ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔

تحقیق...... یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی شان میں اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی کہ اگر وہ اللہ سبحانہ کی طرف بعض باتوں کی جھوٹی نسبت کر دیتے تو ان کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا اور ایک زمانہ دراز تک کبھی مہلت نہ دی جاتی اور سورہ بنی اسرائیل میں اسی فیصلہ کو وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ: ''وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیره واذ الا تخذوك خلیلا ۰ ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن الیهم شیئاً قلیلاً ۰ اذاً لاذقنك ضعف الحیوة وضعف المماة ثم لا تجد علینا نصیراً (بنی اسرائیل:۷۳،۷۴،۷۵) ''یعنی قریب تھا کہ کفار تجھے وحی الٰہی سے ہٹا کر افتراء پردازی پر مائل کر دیں۔ اس صورت میں وہ تجھے اپنا دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ کچھ نہ کچھ ان کی طرف مائل ہو جاتے۔ مگر اس وقت ہم آپ کو دنیا اور آخرت میں دگنا عذاب دیتے۔ جس پر تجھے کوئی مددگار نہ ملتا۔

معلوم ہوا یہ ایک خاص واقعہ ہے۔ اس میں کوئی لفظ کلیت یا عموم پر دلالت کرنے والا موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو عام ضابطہ یا قائدہ کلیہ قرار دیا جائے۔ شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیونکہ وہ جامع کمالات فاضلہ اور اخلاق عظمیہ سے رسول اللہ کی نبوت پر استدلال کر رہے ہیں۔ ہر مدعی نبوت کی نبوت کو اس سے ثابت نہیں کرتے۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔ ''قد یستدل ارباب البصائر علی نبوة بوجهین احدهما بالتواتر من احواله قبل النبوة وهال الدعوة وبعد تمامها واخلاقه العظمة واحكامه الحكمية واقدامه حیث تحجم الابطال ووثوقه بعصمة الله تعالی فی جمیع الاحوال وثباته علی حاله لدی الاهو بحیث لم تجد اعداؤه مع شدة عداوتهم وحرصهم علے الطعن فیه مطعنا ولا الی القدح فیه سبیلا فان العقل یجزم بامتناع اجتماع هذا الامور فی غیر الانبیاء وان یجمع

اللّٰہ‌تعالیٰ هذه الكمالات فی حق من یعلم انه یفتری علیه ثم یمهله ثلثا وعشرین سنة'' (شرح عقائد نسفی مجتبائی ص۱۳۶، ۱۳۷، مبحث النبوات)

اس میں جملہ ضمیرین رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع کی گئیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں سے وہی جامع کمالات اور اخلاق عظیمہ کے ساتھ متصف ہیں۔ جیسا کہ: ''بعثت لاتمم حسن الاخلاق'' (الحدیث مؤطا ص۷۰۵ باب فی حسن الخلق) وآیت ''انك لعلیٰ خلق عظیم'' (القلم:۴) سے ظاہر ہے۔ اس لئے شرح عقائد کی عبارت کو معیار نبوت میں کلیۃ پیش کرنا ہرگز صحیح نہیں اور اگر آیت کی دلالت بالفرض کلیت پر تسلیم کر لی جائے تو رسول اللہ ﷺ کے حالات کو سامنے رکھ کر کلیت اخذ کرنی پڑے گی۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے ۲۳ سالہ مہلت اور نبی کاذب کی قید آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے اربعین وغیرہ میں لگائی ہے۔ ورنہ آیت میں وحی نبوت اور ۲۳ سال مدت کی کوئی قید مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''خداتعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے۔ اب اس کے مقابل میں یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا یا روشن دین جالندھری نے دعویٰ کیا۔ اور وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ یہ ایک دوسری حماقت ہے۔ جو ظاہر کی جاتی ہے...... پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہئے...... کہ میں خدا کا رسول ہوں...... کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔'' (ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ص۱۱، خزائن ج۱۷ ص۴۷۷)

۲...... ''ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افتراء کر کے...... تئیس برس تک مہلت پا سکے۔ ضرور ہلاک ہوگا۔'' (اربعین نمبر۴ ص۵، خزائن ج۱۷ ص۴۳۴)

۳...... ''یہی قانون خداتعالیٰ کی قدیم سنت میں داخل ہے کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کو مہلت نہیں دیتا۔'' (تحفہ قیصریہ ص۶، خزائن ج۱۲ ص۲۵۸)

جس طرح نبوت اور تئیس سالہ مدت کی قید رسول اللہ ﷺ کے حالات سے لگائی گئی ہے۔ اسی طرح سچے اور صادق ہونے کی قید کا اضافہ کرنا بھی ضروری ہوگا اور اس وقت آیت کا مفاد یہ ہوگا کہ جو سچا نبی کسی غیر نازل شدہ حکم کی جھوٹی نسبت اللہ سبحانہ کی طرف کرے گا وہ ہلاک کیا جائے گا اور آیت میں بعض الاقاویل کی قید کا فائدہ بھی اسی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ جب کہ نبی سے سچا نبی مراد لیا جائے ورنہ جھوٹے مدعی نبوت کی ہر وہ بات جس کو وحی الٰہی کہتا ہے۔ جھوٹی ہے اور یہی مطلب توریت کی آیت کا ہے۔ خود مرزا قادیانی نے بھی اس ضابطہ میں صادق نبی ہونے کی شرط کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے

آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر تیئس برس مہلت پاسکے۔'' (اربعین نمبر۴ص۵،خزائن ج۱۷ص۴۳۴)

معاملات دینوی میں بھی اس بہروپیہ سے جو حاکم کے بہروپ میں کوئی حکم نافذ کرے مواخذہ نہیں ہوتا۔ مگر ایک سرکاری عہدہ دار حکومت سے حکم واحکام حاصل کرنے کے بغیر اگر کوئی حکم نافذ کرے گا تو حکومت اس سے باز پرس کرے گی۔ شرح عقائد میں ۲۳ سال مہلت اگر معیار بن سکتی ہے تو فی الجملہ اسی طرح بن سکتی ہے کہ اس کے ساتھ دیانت اور اتقاء راست گفتاری استقامت توکل علی اللہ وغیرہ کو مدعی نبوت میں ثابت کیا جائے۔ جیسا کہ شرح عقائد میں کہا گیا ہے اور یہ شرط مرزا قادیانی میں کلیۃ مفقود ہے۔ شرح عقائد کی ایک بات کو ماننا اور جو اپنے خلاف ہو۔ اس کا نام نہ لینا کہاں کا انصاف ہے اور جو مدعیان کاذب ہیں۔ ان کی سزا دنیا میں کوئی نہیں بیان کی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:''ومن اظلم ممن افتری علیٰ اللّٰہ کذباً اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ومن قال سانزل مثل ماانزل اللّٰہ ولوتری اذا لظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بماکنتم تقولون علی اللّٰہ غیر الحق'' (انعام:۹۳)

اس میں مقررہ وقت پر موت آنے کے علاوہ نبوت کے جھوٹے دعویدار کی کوئی سزا دنیوی بیان نہیں کی۔ بلکہ سورہ اعراف میں ہے کہ ایسے مفتری کی عمر مقررہ مدت تک پوری کردی جائے گی۔''فمن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذباً اوکذب بایتہ اولئك ینا لھم نصیبھم من الکتاب (اعراف:۳۷)'' جلالین میں من الکتاب کی یہ تفسیر کی ہے کہ:''مما کتب لھم فی اللوح المحفوظ من الرزق والاجل وغیر ذالك'' (جلالین ص۱۳۲)

لہٰذا یہ کہنا کہ نبوت کے جھوٹے مدعی کو ہلاک کرنا خدا کی سنت ہے۔ بالکل غلط اور سرتاپا جھوٹ ہے اور اگر مان لیں کہ جھوٹے مدعی نبوت کو ۲۳ برس تک مہلت نہیں ملتی تو پھر بھی مرزا قادیانی کاذب کے کاذب ہی رہتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ ۱۹۰۲ء میں کیا تھا۔ جیسا کہ مرزا محمود جانشین مرزا نے القول الفصل کے ص۲۴ پر لکھا ہے کہ:''تریاق القلوب کی اشاعت تک جو اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی۔ آپ کا (مرزا قادیانی) کا یہی عقیدہ تھا کہ...... آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے۔ ۱۹۰۲ء کے بعد میں آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل قریباً ساڑھے دس بجے مرزا قادیانی مرض ہیضہ سے لاہور میں ہلاک ہوئے۔ اس دعویٰ

نبوت کی کل مدت چھ برس ہوئی۔ مگر اربعین نمبر۴ص۶ کی رو سے سچے نبی کی مدت تیئس برس ہونی چاہئے جو مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے آپ جھوٹے کے جھوٹے ہی رہے۔ جب کہ یہ آیت مرزا قادیانی کے خیال میں نبوت کا معیار ہے تو لاہوری پارٹی کا اس آیت سے مرزا قادیانی کی صداقت پر استدلال کرنا ان کے دعوے نبوت کو تسلیم کرنا ہے۔ جس کو وہ اپنے خیال میں افتراء سمجھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ محمد علی امیر جماعت لاہور لکھتا ہے کہ: ''جو شخص اس امت میں سے دعویٰ نبوت کرے۔ کذاب ہے۔'' (النبوۃ الاسلام ص۸۹، باب سوم ختم نبوت)

بلکہ جس کا دعوے نبوت نہ ہو اس کی صداقت پر اس آیت کو پیش کرنے والا بقول مرزا قادیانی بے ایمان ہے۔ ''بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا ہے اور آیت لوتقول کو ہنسی ٹھٹھا میں اڑانا۔'' (ضمیمہ اربعین ص۱۲، خزائن ج۱۷ ص۴۷۷)

اور یہ کہنا کہ مفتری کے لئے قتل ہونا ضروری ہے اور مرزا قادیانی قتل نہیں ہوئے۔ اس لئے وہی سچے تھے۔ کئی وجہ سے غلط ہے۔

۱…… قرآن شریف میں قتل کی کوئی قید نہیں۔

۲…… خود مرزا قادیانی نے مفتری کی سزا موت بتائی ہے۔ قتل نہیں کہا۔''

''اگر وہ ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳، خزائن ج۱۷ ص۳۹)

''اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا تیئس برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳، خزائن ج۱۷ ص۴۲)

۳…… مرزا قادیانی نے (ضمیمہ اربعین میں استثناء باب۱۸ آیت ۸تا۲۰) سے استدلال کیا ہے کہ جھوٹا نبی میت (یعنی مر جائے گا) اور اس بات کے ثبوت میں کہ میت کے معنے عبرانی زبان میں مرنے کے ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ: ''جب میں صبح کو اٹھی کہ بچے کو دودھ دوں تو وہ ہینہ سیت دیکھو وہ مرا پڑا تھا۔'' (ضمیمہ اربعین ص۹، خزائن ج۱۷ ص۴۷۵)

آگے لکھتے ہیں کہ: ''سیت جس کا ترجمہ پادریوں نے قتل کیا ہے بالکل غلط ہے۔ عبرانی لفظ میت کے معنے ہیں۔ مرگیا یا مرا ہوا ہے۔''

معلوم ہوا کہ مدعی کاذب کا قتل ہونا ضروری نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے خیال میں تیئس برس سے پہلے مر جانا بھی اس کے کذب کی دلیل ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی بموجب اپنے فیصلہ کے کاذب ٹھہرے۔''

۴...... ’’قتل ہونا کاذب ہونے کی نشانی نہیں ہے۔قرآن شریف میں یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔’’قتلهم الانبیاء بغیر الحق ‘‘ (النساء:۱۵۵)اگر جھوٹے مدعی کو قتل کیا جاتا تو ان کی کبھی مذمت نہ کی جاتی اور نہ ایسے قتل کو قتل ناحق کہنا صحیح ہوتا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:’’اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہوگئی کہ ہرایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۴،خزائن ج۵ص۳۴)

۵...... ایسی نشانی جس کا ظہور ۂ آغاز نبوت سے ۲۳برس بعد ہو صدق وکذب کا معیار نہیں بن سکتی۔ ورنہ تئیس سال تک نبوت کا ثبوت ہی موقوف رہے گا اور ایک نبی اس سے پہلے کبھی نبی نہیں بن سکے گا اور نہ اس عرصہ میں مرنے والے کافر یا مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔اس سے مرزا قادیانی کی یہ شرط بالکل غلط ہے کہ:’’وہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ اس شخص نے...... تئیس برس کی مدت حاصل کر لی۔‘‘

(اربعین ص۳،خزائن ج۱۷ص۴۰۹)

اور اگر یہ سزا مطلق الہام کے جھوٹے مدعی کے لئے ہے اور دعوے نبوت اس میں کوئی شرط نہیں تو چاہئے تھا کہ دنیا میں جھوٹے مدعیان الہام کو ۲۳سال کی مہلت کبھی نہ ملتی۔ باوجود یہ کہ دنیا کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ پہلے مدعیان الہام کو مرزا قادیانی سے زیادہ کامیابی نصیب ہوئی اور ان کو مہلت کا زمانہ مرزا قادیانی کے زمانہ مہلت سے زیادہ ملا۔ چنانچہ:

۱...... حسن بن صباح نے ۴۸۳ھ میں الہام کا دعویٰ کیا ۵۱۸ھ میں دعوے کے ۲۵سال بعد مرا اور ایک کثیر جماعت متبعین کی چھوڑی۔

۲...... مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور تھوڑے عرصہ میں بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کو قتل کرنے کے لئے خالد بن ولیدؓ کی سرگردگی میں مسلمانوں کا لشکر بھیجا۔تو مسیلمہ کذاب ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لاکھ کی جمیعت لے کر میدان میں نکلا اور شکست کھا کر مارا گیا۔

۳...... عبدالمومن افریقی نے ۲۷۷ھ میں مہدیت کا دعویٰ کیا اور ۲۳برس بعد ۳۰۰ھ میں مرا۔

۴...... عبداللہ بن تومرت مہدی بن کر ۲۵ برس تک تبلیغ کرتا رہا اور جب کافی جمیعت اکٹھی کر لی تو سلطنت حاصل کر کے ۲۰ سال حکومت کی اور مر گیا۔

۵...... سید محمد جونپوری نے سکندر لودھی کے زمانہ ۹۰۱ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر بیت اللہ میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور ۹۰۱ھ تک اپنے وطن میں واپس آ کر مذہب کی تبلیغ کرنی شروع کی۔ جس سے راجپوتانہ گجرات کاٹھیاواڑ سندھ میں بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کر لی۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں تاریخی کتابوں میں موجود ہیں اور مطلق مفتری علی اللّٰہ کی بھی یہ سزا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ جو آئے دن توریت وانجیل میں تحریفیں کر کے محرف حصہ کو اللہ کی آیتیں کہتے رہے ہیں۔ آج تک ہلاک نہیں ہوئے اور نہ قرآن عزیز میں ان کی کوئی دنیاوی سزا بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:" ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عنداللّٰہ ویقولون علی اللّٰہ الکذب ویعلمون " (آل عمران:۷۸) عام کافروں کی نسبت ارشاد ہے:" یفترون علی اللّٰہ الکذب (مائدہ:۱۰۳) " مگر پھر بھی ان کو کوئی دنیاوی سزا نہیں ملتی بلکہ ایسے لوگوں کو مہلت دی جاتی ہے۔ سچ ہے کذابوں دجالوں کی رسی دراز ہے مولانا فرماتے ہیں کہ:

تو مشو مغرور برحلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

پھر مرزا قادیانی نے ۲۳ برس کی مدت ابتداء تجویز نہیں کی بلکہ جتنا زمانہ ان کے دعوے کو گذرتا گیا اتنی ہی مدت بڑھاتے رہے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ مفتری علی اللّٰہ کو فوراً اور دست بدست سزا دی جاتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:" قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اس دنیا میں دست بدست سزا پالیتا ہے۔" (انجام آتھم ص۴۹، خزائن ج۱۱ ص۴۹)

" وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے...... بے شک مفتری خدا کی لعنت کے نیچے ہے...... اور جلد مارا جاتا ہے۔" (انجام ص۵۰، خزائن ج۱۱ ص۵۰)

" تورات اور قرآن شریف دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ خدا پر افتراء کرنے والا جلد تباہ ہوتا ہے۔" (انجام ص۶۳، خزائن ج۱۱ ص۶۳)

پھر نشان آسمانی مطبوعہ جون ۱۸۹۲ میں لکھتے ہیں کہ:" دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو

پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ (قرآن میں ایسا کہیں نہیں آیا) لیکن اس عاجز کے دعوے مجدد اور مثیل مسیح ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارہواں برس جاتا ہے کیا یہ نشان نہیں۔''

(نشان آسمانی ص ۳۷، خزائن ج ۴ ص ۳۹۷)

پھر اس کے آٹھ ماہ بعد آئینہ کمالات مطبوعہ فروری ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ: ''یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو...... اپنی اس عمر تک ہرگز نہ پہنچتا جو بارہ برس کی مدت اور بلوغ کی عمر ہے۔''
(آئینہ کمالات ص ۵۴، خزائن ج ۵ ص ۵۴)

پھر انوار الاسلام مطبوعہ ۵ر دسمبر ۱۸۹۴ء میں ایک سال نو ماہ بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی ہے کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کر کے دن رات خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے۔ بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو بیان کریں۔'' (اس کی نظریں گذر چکیں ہیں) (انوار الاسلام ص ۵۰، خزائن ج ۹ ص ۵۱)

اس کے ۵ ماہ بعد ضیاء الحق مطبوعہ بارہ مئی ۱۸۹۵ء کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ''خدا تعالیٰ نے آج سے سولہ برس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام عیسیٰ رکھا...... اور خدا نے بھی اس قدر لمبی مہلت دے دی۔ جس کی دنیا میں..... نظیر نہیں۔''

(ضیاء الحق ص ۶۰، خزائن ج ۹ ص ۳۰۸)

نوٹ! براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء ۱۸۸۲ء کی تالیف ہے۔
(دیکھو نزول المسیح ص ۱۱۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۹۷ حاشیہ)

اور ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے (فتح الاسلام ص ۱۷، خزائن ج ۳ ص ۱۱) اور (ازالہ اوہام ص ۲۶۱، خزائن ج ۳ ص ۲۳۱) میں مسیحیت کا دعویٰ کیا۔

پھر قریباً ڈیڑھ سال بعد انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں رقم طراز ہیں کہ: ''میرے دعویٰ الہام پر قریباً بیس برس گذر گئے۔'' (انجام آتھم ص ۴۹، خزائن ج ۱۱ ص ۴۹)

''کیا یہی خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذاب اور بے باک اور مفتری کو جلد نہ پکڑے۔ یہاں تک کہ بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔'' (انجام آتھم ص ۵۰، خزائن ج ۱۱ ص ۵۰)

اور (سراج منیر ص ۲، خزائن ج ۱۲ ص ۴ مطبوعہ ۱۸۹۷ء) میں پچیس سال لکھے ہیں:

''کیا کسی کو یاد ہے کہ کاذب اور مفتری کو افتراؤں کے دن سے پچیس برس تک کی مہلت دی گئی ہو، جیسا کہ اس بندہ کو۔'' ایک ہی سال میں بیس اور اسی میں پچیس کے جھوٹ کو مرزائی صاحبان سچ کر کے دکھا دیں گے؟۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ ۱۹۰۰ء میں الہام کی مدت ۲۴ سال بتا رہے ہیں۔ ''کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو۔ جس کو افتراء اور دعویٰ وحی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو...... یعنی قریباً ۲۴ برس گذر گئے۔''

(اشتہار مطبوعہ ۱۹۰۰ء معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ ۹ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۶۸)

پھر اربعین مطبوعہ ۱۹۰۰ء میں قریباً تیس برس لکھتے ہیں کہ: ''قریب تیس برس سے یہ دعویٰ مکالمات الٰہیہ شائع کیا گیا ہے۔'' (اربعین نمبر ۳ ص ۷، خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۲)

اور ۱۹۰۲ء میں تیئس ہی برس رہ جاتے ہیں۔ ''مفتری کو خدا جلد پکڑتا ہے اور نہایت ذلت سے ہلاک کرتا ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ میرا دعویٰ منجانب اللہ ہونے کے تیئس برس سے بھی زیادہ ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین ص ۶۳، خزائن ج ۲۰ ص ۶۴، ونحوہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۰ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

مہلت کی مدت میں اختلاف بیانی اختیار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر پہلے ہی تیئس سال مہلت کی شرط لگا دیتے تو لوگوں کی طرف سے قتل ہو جانے کا خطرہ زیادہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام تک نہ لیا اور جو وقت گورنمنٹ برطانیہ کی مہربانی سے ان کے زیر سایہ گذرتا رہا۔ اسی کو معیار صداقت بناتے رہے۔ اب تو بقول اکبر الہ آبادی یہ حال ہے۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو اتریں وہ تانیں آڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

س...... امام رازی فرماتے ہیں کہ: ''هذا ذكره على سبيل التمثيل بما يفعله الملوك بمن يتكذب عليهم فانهم لا يمهلونه بل يضربون رقبة في الحال'' (تفسیر کبیر ج ۳۰ ص ۱۱۸)

پھر لکھتے ہیں کہ: ''هذا هو الواجب في حكمة الله تعالى لئلا يشتبه الصادق بالكاذب'' (ص ۱۱۹)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ: ''وفي الاية تنبيه على ان النبي ﷺ لو قال من عند لنفسه شيئا او زادو نقص حرفا واحد على ما اوحى اليه لعاقبه الله وهو اكرم الناس عليه فماظنك بغيره'' (ج ۴ ص ۶۶۳)

معلوم ہوا کہ مفسرین کے خیال میں اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مفتری علی اللہ کو زیادہ مہلت نہیں ملتی۔لہٰذا مرزا قادیانی کا دعویٰ کے بعد تیئس سال زندہ رہنا ان کی صداقت کی دلیل ہے؟۔

ج ...... امام رازی کی پہلی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح بادشاہ ان لوگوں کو جو جعلی فرامین کو اصل کی طرح بنا کر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں پکڑ لیتا ہے۔اسی طرح خدا تعالیٰ اس شخص کو جو کذب کو سچ کی طرح بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔پکڑ لیتا ہے اور اس کے جھوٹ اور فریب کو عام لوگوں پر ظاہر کرا دیتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس کا کذب واضح نہ ہو اس کو بھی پکڑ لیا جائے اور کسی مفتری علی اللہ کو جھوٹ نہیں بولنے دیتے۔جس طرح حکومت اس شخص کو جو نوٹ کی شکل کی رسید تیار کرے سزا نہیں دیتی۔لیکن جعلی نوٹ بنانے والوں کو فوراً گرفتار کر لیتی ہے۔اسی طرح جس مفتری علی اللہ کا جھوٹ سچ کے مشابہ ہو اس کو پکڑ لیا جاتا ہے۔چنانچہ امام رازی کی وہ دوسری تحریر جس کو مرزائی صاحبان پورا نقل نہیں کرتے۔ہمارے بیان کی زبردست مؤید ہے ملاحظہ ہو۔’’واعلم ان حاصل هذا الوجوه انه لونسب الينا قولا لم نقله لمعناه عن ذلك امابواسطة اقامه الحجة فماكنا نقيض له من يعارضه فيه وحينئذ يظهر للناس كذبه فيه فيكون ذالك البطالالدعواه وهد مالكلامه وامابان نسلب عنده القدرة علىٰ التكلم بذالك القول وهذا هو الواجب فى حكمة الله لئلا يشتبه الصادق بالكاذب‘‘ (تفسیر کبیر ج۳۰ص۱۱۹)

ان تمام وجوہ مذکورہ کا یہ حاصل ہے کہ اگر ہماری طرف کسی جھوٹے قول کی نفی کی جائے تو ہم اس کو اور دلائل سے جھوٹا ثابت کر دیتے ہیں اور ایسا آدمی اس کے مقابلہ میں کھڑا کر دیتے ہیں جو اس سے معارضہ کرتا ہے۔جس سے اس کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کے دعوے کے باطل ہونے میں اہل فہم کو شبہ نہیں رہتا اور یا کبھی اس کی زبان خدا کی طرف جھوٹی نسبت کرنے سے روک لیتا ہے اور ایسا کرنا خدا تعالیٰ پر ضروری ہے تاکہ جھوٹ سچ کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔معلوم ہوا کہ امام رازیؒ کے نزدیک مفتری علی اللہ کو پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کذب لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی آدمی اس کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اس کے ہاتھ سے کوئی ایسی نشانی ظاہر نہیں کی جائے گی۔جس کو اس نے اپنی سچائی کے لئے بطور پیش گوئی ذکر کیا ہوگا۔یا اس سے اس معاملہ میں کذب بیانی کے قدرت ہی لے لی جائے گی۔دنیا

جانتی ہے کہ جس روز سے مرزا قادیانی نے مجددیت اور مسیحیت کے جال پھیلانے کی کوشش کی تھی اسی دن سے علمائے کرام نے اس کے کذب کو ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا اور بحمد اللہ آج اس کے جھوٹ اور فریب کا پردہ ایسا چاک ہوا ہے کہ دنیائے اسلام کا بچہ بچہ اس کے جھوٹے اور مکار ہونے کا قائل ہے۔ مرزائیوں کے تسلیم کر لینے سے اس کا سچا ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر ایک چور اور ڈاکو کو چند لٹیرے نیک طینت انسان بتائیں تو ان کی گواہی سے وہ نیک نہیں بن جاتا۔ بلکہ حکومت اور سمجھدار لوگوں کی نظر میں وہ بدکار ہی رہتا ہے۔ اسی طرح کافروں کے کہنے سے بتوں کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پیش گوئیوں کو جن کو مرزا قادیانی نے بطور تحدی اپنے صدق وکذب کا معیار بنا کر پیش کیا تھا۔ مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا ظاہر کر دیا۔ اگرچہ بڑی تضرع سے ان کے پورے ہونے کی التجائیں کیں۔ مگر ایک نہ سنی اور مرزا قادیانی کو سر بازار رسواء کر کے چھوڑا۔ سبحانہ ما اعظم شانہ! اللہ سبحانہ تعالیٰ نے وحی نبوت کے دعویٰ کرنے سے ان کی زبان کو روک کر رکھا۔ مرزا قادیانی نے کبھی وحی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ بلکہ مدتوں الہام ولایت ہی کا دعویٰ کرتے ہوئے اس کو غلطی نظر سے وحی الٰہی کی مثل سمجھتے رہے۔ لیکن جب ۱۹۰۲ء میں مسند نبوت پر اپنے ناپاک قدم رکھنے کی کوشش کی تو غیرت الٰہی نے عذابی مرض سے ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون وہیضہ وغیرہ۔''

(اشتہار متعلقہ مولوی ثناء اللہ، مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۵۷۸)

اور روح البیان کی عبارت سے تو صاف ظاہر ہے کہ ایک سچا نبی اگر وحی ربانی میں کمی زیادتی کرے تو اس کو سزا دی جاتی ہے۔ ہر مفتری کی یہ سزا نہیں ہے۔ کیا مرزائی جماعت عبداللہ تیماپوری کو نبی ماننے کے لئے تیار ہے؟۔ جس کے دعویٰ نبوت کو آج ۱۹۳۳ء میں ۲۷ سال گذر چکے ہیں۔

تحریف:۲...... ''یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت'' (الجمعہ:۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے اعمال خراب ہوں وہ موت کی تمنا کبھی نہیں کرتا۔ مگر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

گر تو می بینی مرا پر فسق وشر
گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر

پارہ پارہ کن من بدکار را
شادکن ایں زمرۂ اغیار را

(حقیقت المہدی ص ۸،خزائن ج ۱۴ص ۴۳۴)

تحقیق...... اس آیت میں یہودیوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ کبھی موت کی تمنایا آرزو نہ کریں گے۔جیسا کہ:’’ولتجدنهم اشد الناس علی حیوۃٍ ‘‘ سے ظاہر ہے کہ ہر کافر سے موت کی تمنا کرنے کی نفی بیان نہیں کی گئی۔

اور اگر موت کی تمنا کرنی سچائی کی نشانی ہے تو مکہ کے کافر پہلے سچے ہونے چاہئیں۔ جنہوں نے رسول خداﷺ کے مقابلہ میں یہ کہا تھا کہ:’’اذقالوا اللهم ان کان هوا لحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء‘‘

۲...... ’’وما کان جواب قومه الا ان قالو ائتنا بعذاب اللّٰه ان کنت من الصادقین‘‘

اور پھر مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں مفتری اور کذاب سے پہلے مرجانے کی دعا کی تھی جو پوری ہوگئی۔مرزائی مانیں نہ مانیں مگر ہم تو مرزا قادیانی کو اس میں مستجاب الدعا سمجھتے ہیں۔

تحریف:۳...... ’’فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون‘‘

(یونس:۱۶)

تحقیق...... مرزا قادیانی کے دعویٰ مجددیت سے پہلے کے صحیح حالات پردۂ اخفاء میں ہیں۔لیکن دعویٰ مسیحیت ومجددیت وغیرہ کے بعد بجائے دیانت داری تقویٰ وطہارت کے کذب بیانی، وعدہ خلافی، خیانت، تحریف قرآنی، انکار معجزات، انکار از نزول ملائکہ، ترک حج، دنیا پرستی، سب وشتم وغیرہ عیوب ان میں نظر آتے ہیں۔

تحریف:۴...... ’’فلا یظهر علی غیبه احد الا من ارتضی من رسول ۰ الجن:۲۶،۲۷‘‘

مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں سچی نکلتی تھیں اور غیب کی خبر دینے والا سچا نبی ہوسکتا ہے۔

تحقیق...... مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں اٹکلوں اور اندازوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔ایسی باتیں بہت سے تجربہ کار کہہ دیا کرتے ہیں۔جو اکثر پوری ہوجایا کرتی ہیں اور جو پیش

گویاں مرزا قادیانی نے انبیاء علیہم السلام کی طرح تحدی کے طور پر بیان کیں تھیں وہ سب کی سب جھوٹی نکلیں۔

پھر غیب کی بات بتانے والا رسول نہیں ہوتا۔ ورنہ کنجری اور فاسق وفاجر بھی جو کبھی کبھی غیب کی باتیں بتایا کرتے ہیں۔ رسول کہنا چاہئے۔ چنانچہ مرزا قادیانی رقمطراز ہیں: ''بعض فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آ جاتی ہیں۔ بلکہ بعض پرلے درجہ کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کرتے ہیں کہ اکثر وہ سچے نکلتے ہیں ...... زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بہ سر واشنا بہ بر کا مصداق ہوتی ہے۔ کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے۔'' (توضیح مرام ص۸۴، خزائن ج۳ ص۹۵)

تحریف:۵...... ''انه لا یفلح الظالمین'' (انعام:۲۱)

۲...... ''کتب الله لاغلبن انا ورسلی'' (مجادله:۲۱)

۳...... ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون'' (الحجر:۹)

اور وہ اپنے سلسلہ کی خود حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بدکار اور گنہگار کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔ مگر مرزا قادیانی کی جماعت روز بروز بڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سکیم میں بڑی کامیابی نصیب ہوئی اور دشمن پر ان کا غلبہ ہو رہا ہے۔

تحقیق ...... معنے آیت کے یہ ہیں کہ بدوں کو اگرچہ ابتداء میں کچھ کامیابی نظر آتی ہے۔ لیکن انجام کار وہ ذلیل اور رسوا ہوتے ہیں اور ان کا جھوٹ سب پر ظاہر ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے ساحروں کے ساتھ حکومت کی امداد تھی۔ لیکن حق غالب ہو کر رہا اور ابتداً میں سوائے اظہار حق کے فرعونیوں کے مرنے یا ہلاک ہونے کے ساتھ غلبہ کا اظہار نہیں تھا۔ بلکہ ظاہر نظر میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ساحروں کو پھانسی کی سزا دے کر فرعون نے اپنا غلبہ بحال رکھا۔ لیکن جب حق و باطل کے فیصلہ کا وقت آیا تو فرعون مع اپنے لشکر کے ہلاک ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے صحیح سلامت زندہ رہے۔ مرزا قادیانی کے دعوے باطلہ کا انکشاف اچھی طرح ہو چکا ہے اور بار با حق کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کو شکست ہو چکی ہے۔ اگر عیش کی زندگی اور کثرت تعداد صداقت کی نشانی ہے تو دنیا کے تمام فرق باطلہ سچے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ان کی تعداد ہر زمانہ میں مسلمانوں سے کئی گنے زیادہ اور دولت

سند ہوتی چلی آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کافروں کی بھی حفاظت کرتا ہے اور ان کی ترقی بھی ہوتی ہے تو وہ بھی خدائی سلسلہ ہونا چاہئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

تحریف:۶ ''وان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم''
مرزاقادیانی جو کچھ دشمنوں کے لئے کہتے رہے وہ بات پوری ہوتی رہی۔

تحقیق: اس آیت کی رو سے تو مرزاقادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جتنی وعیدیں مرزاقادیانی نے اپنے مخالفوں کے حق میں کی تھیں وہ انہیں پر وارد ہوتی رہیں۔

تحریف:۷..... ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصف:۶)'' اگر بعینہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے تو رسول اللہ ﷺ پہلے اور عیسیٰ بعد میں ہو جائیں گے۔ باوجود یہ کہ آیت میں رسول اللہ ﷺ پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مذکور ہے۔

تحقیق: آیت میں بعد سے بعدیت زمانی یا مغائرت مراد نہیں۔ کیونکہ غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے جب حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے مدینہ کا امیر مقرر کیا اور غزوہ میں اپنی ساتھ نہ لینے سے حضرت علیؓ کو رنجیدہ دیکھا تو ان کو تسلی دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ولکن لا نبی بعدی'' (بخاری ج۱ ص۴۲۰، مناقب حضرت علیؓ) اگر بعد سے مراد بعدیت زمانی ہے تو حضرت علیؓ سے نبوت کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ ہی کے زمانہ میں اور آپ ہی کے سامنے موجود تھے۔ باوجود یہ کہ آیت میں دونوں باتوں کی نفی کرنی مقصود ہے اور لفظ لکن کا بھی یہی تقاضہ ہے۔ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ مگر اے علیؓ تو نبی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ میرے علاوہ کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اور ایسے ہی مغائرت کے معنے بھی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ رسول خدا ﷺ کے تابع اور موافق تھے۔ مستقل مخالف نہیں تھے اور بحیثیت تابع ہونے ہی کے ان سے نبوت کی نفی کی گئی ہے۔ اس لئے بعد سے مراد یا دوسرا نبی ہے۔ یعنی سلسلہ نبوت میں کوئی اور نبی آنے والا باقی نہیں رہا۔ اس لئے اے علیؓ تو بھی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس میں پہلے نبی کے زندہ موجود ہونے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آنے کی نفی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''لوکان موسیٰ حیاً لما یسعہ الا اتباعی'' (مشکوۃ ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو ان کو میری ہی اتباع کرنی پڑتی۔ معلوم ہوا کہ پہلا نبی حضور ﷺ کے زمانہ یا بعد میں موجود ہوسکتا ہے اور اس سے ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

آیت مذکورہ بالا میں بعدی کے یہی معنے ہیں کہ سلسلہ نبوت میں آنے والا نبی صرف احمد مجتبیٰ ﷺ رہ گئے۔ ولا غیر!

یہاں بعد کے معنے غیر کے ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہیں: ''قالت یا رسول اللہ ﷺ اقتل من بعد نامن الطلقائے '' نووی نے مسلم کی شرح میں من بعدنا کے معنے میں سوانا کئے ہیں۔ اسی طرح اولتهما کذابین یخرحان بعدی احدهما عنسی والاخر مسیلمه میں بعدی سوائی کے معنوں میں ہے۔ ورنہ اسود عنسی اور مسیلمہ دونوں نے نبی عربی ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جیسا کہ بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ ''الکذابین الذین اتابینهما '' سے ظاہر ہے۔ دوسری آیت ''کذلك ارسلنك فی امة قد خلت من قبلها امم '' (رعد:۳۰) میں یہود ونصاریٰ کو امم قبل اور اس امت کو مابعد کہا ہے۔ لیکن باوجود اس بات کے امم ماضیہ اسی طرح موجود اور زندہ ہیں۔ اگر امم ماقبل امت مابعد کے ساتھ جمع اور اس کے زمانہ میں زندہ موجود ہوسکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نبی ماقبل نبی مابعد کے سامنے یا اس کے پیچھے نہیں آ سکتا۔ ''ماهو جوا بکم فهو جو ابنا''

۲...... قرآن وحدیث اور تمام شرائع سابقہ میں نبی اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے ہر عمل میں پہلی شریعت کا تابع نہ ہو۔ بلکہ اس کی ذات خاص کے لئے بعض احکام میں وحی نبوت اس پر نازل ہو۔ البتہ تبلیغ اور پیغام رسانی میں شریعت سابقہ کی اتباع کرے اور اپنے مخصوص احکام کو غیر تک نہ پہنچائے اور رسول وہ ہے۔ جس کو ایسی شریعت عامہ عطاء فرمائی جائے۔ جس کی پابندی امت اور نبی دونوں پر لازمی ہو۔ اس مختصر تمہید کے بعد یاد رکھئے کہ عیسیٰ علیہ السلام آمد ثانی کے وقت ہر حکم میں شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے اور کوئی حکم ان کی ذات خاص کے لئے نازل نہ ہوگا اور نہ وحی نبوت ان پر اترے گی اور نہ وہ نبی تشریعی ہوں گے۔ اگرچہ ان کا مرتبہ نبیوں جیسا ہوگا۔ مگر وحی نبوت اور شریعت خاصہ نازل ہونے کی وجہ سے وہ شرعی اصطلاح میں نئے نبی نہیں کہلائیں گے۔

جس طرح قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسل اسی نام کے ساتھ پکارے جائیں گے۔ لیکن منصب نبوت تبلیغ وتشریح اور نزول وحی وغیرہ کچھ نہیں ہوگا۔

اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی ختم نبوت کے ہرگز مخالف نہیں ہے۔

تحریف:۸...... ''ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً '' (بنی اسرائیل:۱۵)

یعنی خداتعالیٰ جب کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو پہلے اپنا ایک رسول بھیجتا ہے۔ جس کی وہ

تکذیب کرتے ہیں اوراس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں مصیبتیں عام ہو رہی ہیں۔ اس لئے خدائی قانون کے موافق کوئی رسول بھی آنا چاہئے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

تحقیق: آیت کے جو معنے بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ اس آیت کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بداعمال قوم کو اس کی بداعمالی کی وجہ سے اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا۔ جب تک ایک رسول کے ذریعہ سے اس کو نیکی اور بدی کے راستہ اور ان کے نتائج سے آگاہ نہ کردے اور اگر وہ باوجود اس اطلاع اور آگاہی کے رسول کی تعلیم وہدایت کی پرواہ نہ کرے اور اپنی سرکشی اور نافرمانی پر قائم رہے اور وہ علم الٰہی میں مستحق سزا کی ہو جائے تو پھر ان کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ یعنی غفلت اور بے خبری میں کسی کو ہلاک نہیں کرتا۔ کیونکہ بے خبری میں کسی کو مار ڈالنا عدل ورحم کے خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: ’’ذلك ان لم يكن ربك مهلك القري بظلم واهلها غافلون‘‘ (انعام:۱۳۱)

تحریف:۹..... ’’ياحسرة على العباد مایاتيهم من رسول الا كانوابه يستهزؤن (الحجر:۱۱)‘‘ چونکہ رسولوں سے استہزا اور مذاق کیا جاتا تھا اور مرزا سے بھی استہزا کیا گیا۔ اس لئے وہ سچا ہے۔

تحقیق: اس آیت کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ رسولوں سے استہزاء اور تمسخر کیا گیا۔ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ جس کا تمسخر اور مذاق اڑایا جائے وہ رسول بن گیا۔ ورنہ تو کافروں کو رسول ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان سے اللہ اور اس کے رسولوں نے ابا استہزاء اور تمسخر کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن عزیز کی ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ: ’’الله يستهزى بهم (البقره ۱۵)‘‘ اللہ کافروں سے استہزاء کرتا ہے۔ ’’وكلما مر عليه ملأ من قومه سخروا منه قال ان تسخروا منا فأنا نسخر منكم كم تسخرون (هود ۳۸)‘‘ جب ان کے پاس سے کافروں کی جماعت گذرتی تو انکا (نوح) مذاق اڑاتے۔ انہوں نے کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تا ہم تمہارا مذاق اڑاتے ہیں۔

پھر دعویٰ ہے۔ نبوت ظلیہ کا اور ثبوت میں روایت پیش کی جا رہی ہے۔ جس میں صاحب شریعت رسولوں کے متعلق خبر دی گئی ہے۔ لہٰذا دلیل اور دعوے میں تطابق نہ ہونے کی وجہ سے استدلال ہی غلط ہے۔ اس کے بعد احادیث کے متعلق مغالطہ دیئے گئے جن میں سے اکثر کا جواب گذشتہ باب میں گذر چکا ہے۔ چند یہاں بھی ذکر کئے جاتے ہیں اور بعض کی حیثیت

خرافات سے زیادہ نہیں تھی۔اس لئے ان کے جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

مغالطہ:۱ ’’ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا واذا العشار عطلت … الخ‘‘ مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹوں کی سواری ترک کر دی جائے گی اور اسی طرف آیت میں پیش گوئی کی گئی ہے۔ جو مرزا قادیانی کے زمانہ میں پوری ہوگئی۔

تصحیح…… حدیث میں اونٹوں کی سواری متروک ہونے سے مکہ اور مدینہ کے درمیان متروک ہونا مراد ہے۔تمام دنیا میں مراد نہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہونے کو مسیح موعود کی نشانی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:’’مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل طیار ہورہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے۔ جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی۔مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲، خزائن ج۱۹ص۱۰۸)

مگر مکہ اور مدینہ کے درمیان اب تک اونٹ کی سواری متروک نہیں ہوئی۔اس لئے مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے تھے۔ نیز اگر تمام دنیا سے اونٹ کی سواری متروک ہونی مراد ہوتو وہ بھی اب تک نہیں پائی گئی۔عرب، بلوچستان، سندھ وغیرہ ریگستانی علاقوں میں اونٹ کی سواری عام ہے اور وہاں ریل جاری نہیں ہوئی۔آیت میں قیامت کا ذکر ہے۔ مسیح موعود کی نشانی مذکور نہیں۔جیسا کہ:’’اذا السماء کشطت‘‘ (التکویر:۱۱) ’’واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت (التکویر:۱۲،۱۳)‘‘ سے ظاہر ہے۔کیونکہ ہر نفس کا اپنے صحیفہ عمل کو پڑھنا قیامت ہی کے دن ہوگا۔اس لئے اذ ظرفیہ سے بھی قیامت ہی کا دن مراد ہے۔

مغالطہ:۲…… مسیح کے دو حلیہ آئے ہیں۔اس لئے مسیح بھی دو ہونے چاہئیں۔

تصحیح…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلئے حدیث میں تین طرح مذکور ہیں اور موسیٰ کے دو طرح۔لہٰذا مرزائی تحقیق کے موافق مسیح علیہ السلام تین اور موسیٰ علیہ السلام دو ہونے چاہئیں اور نیز رسول اللہ ﷺ کے حلیہ میں بھی الفاظ مختلف آئے ہیں۔اس لئے وہ بھی متعدد ہوں گے؟۔ دراصل اختلاف الفاظ کی جو وجہ مرزا قادیانی نے سمجھ لی ہے وہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی یہ وجہ ہے کہ حلیہ بیان کرنے والے نے صاحب حلیہ کے مختلف اوصاف میں سے کبھی کسی وصف کا اعتبار کر لیا اور کبھی کسی کا۔جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے بیان میں کہا گیا ہے اور اس کی مزید تحقیق حیات مسیح کے تحت میں مندرج ہے۔

مغالطہ:۳......''لا مهدی الا عیسیٰ ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہدی علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ان کے علاوہ کوئی اور عیسیٰ آنے والا نہیں ہے۔

تصحیح......اس حدیث میں زائد از زائد مہدی کی نفی نکلتی ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں نکلتی۔کیونکہ لانفی جنس کا ہونے کی وجہ سے اس کے یہ معنے ہوں گے۔سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی مہدی نہیں۔جس طرح لا الہ الا اللّٰہ کے یہ معنے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور یہ نہیں ہیں کہ نہیں ہے معبود مگر اللہ یعنی عیاذ باللہ معبود باطل اللہ ہے۔اسی طرح اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ نہیں مہدی مگر عیسیٰ یعنی مہدی ہی عیسیٰ ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور عیسیٰ نہیں ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کی نفی اس وقت ہوتی۔جب حدیث کے الفاظ یوں ہوتے:''لا عیسیٰ الا مهدی ''پھر جب بقول مرزا مہدی کے متعلق تمام حدیثیں مجروح اور جھوٹی ہیں تو اس حدیث سے مسیح کو مہدی کہنا کیوں کر صحیح ہوگیا۔چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:''جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر بھی حدیثیں ہیں۔تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں صحیح نہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵،ص۱۸۵،خزائن ج۲۱ص۳۵۶)

''مہدی کی حدیثوں کا یہ حال ہے کہ کوئی بھی جرح سے خالی نہیں اور کسی کو صحیح حدیث نہیں کہہ سکتے۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص۲۰۸،خزائن ج۲۲ص۲۱۷)

مغالطہ:۴......مہدی جب مبعوث ہوگا تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی۔

(کنز العمال ج۱۴ص۲۶۷ حدیث نمبر۳۸۶۸۰)

تصحیح......مرزا قادیانی کی عمر دعوے کے وقت ۳۵ سال یا۴۲یا۴۵ سال تھی۔پورے چالیسویں سال دعویٰ ہی نہیں ہوا۔اس لئے وہ مہدی نہ تھے۔اس کی تحقیق پہلے گذر چکی۔

مغالطہ:۵......نزول عیسیٰ کے وقت سب لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

(تفسیر روح المعانی ج۲ص۶۰۰)

تصحیح......بے شک نزول کے وقت سب ایمان نہیں لائیں گے۔لیکن بعد میں جتنے زندہ بچیں گے وہ سارے مسلمان ہوجائیں گے۔خود مرزا قادیانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے۔

''جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔''

(براہین احمدیہ حصہ۴،ص۴۹۹،خزائن ج۱ص۵۹۳)

مغالطہ:٦...... ’’ان المهدينا آيتين لم تكونا منذخلق السموت والارض تنكسف القمر لاول ليلة من رمضان وتنكسف الشمس فی النصف منه (دار قطنی ج۲ ص۶۵ باب صفة صلاة الحنوف والكسوف)‘‘ چاند گرہن ۱۳، ۱۴، ۱۵ سورج گرہن ۲۷، ۲۸، ۲۹۔ (کتاب التعارض بین العقل والنقل ص۲۴۶ احمدیہ پاکٹ بک ص۳۸۹)

تصحیح ...... یہ قول رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہے اور نہ متصلاً یا مرسلاً آنحضرت ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔ بلکہ محمد بن علی کا کشف ہے اور کشف اس جگہ دو وجہ سے حجت نہیں ہوسکتا۔

۱...... محمد بن علی غیر معلوم آدمی ہے اور اگر مرزا قادیانی کی اس بات کو مان لیں کہ محمد بن علی سے مراد امام محمد باقرؒ ہیں تو پھر بھی یہ روایت از روئے سند کے غیر معتبر ہے۔ کیونکہ اس میں عمرو بن شمر راوی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے: ليس بشئى تشتم الصحابة ويروى الموضوعات عن الثقات ممکن ہے کہ یہ حدیث بھی اس نے گھڑ کر محمد باقر کی طرف منسوب کردی ہو اور مرزا قادیانی کا (ایام الصلح اردو کے ص۸۰، خزائن ج۱۴ ص۳۱۵) پر تسلیم کرتے ہوئے کہ کسوف خسوف...... امام باقر سے مہدی کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث اس لئے بتایا کہ سوائے نبی کے کوئی غیب کی خبر نہیں دیتا۔ جیسا کہ حاشیہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ: ’’دوسری گواہی اس حدیث کے صحیح اور مرفوع متصل ہونے پر آیت ’’فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتضىٰ من رسوله‘‘ میں ہے۔ کیونکہ یہ آیت علم غیب صحیح اور صاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے۔ جس سے بالضرورت متعین ہوتا ہے کہ ان لمہدینا کی حدیث بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۲۹، خزائن ج۱۷ ص۱۳۵ حاشیہ)

صحیح نہیں کیونکہ حدیث کی حجت اور اتصال کا انوکھا طریقہ ہونے کے علاوہ لازم آتا ہے کہ باعتبار اس ضابطہ کے جو خبریں بھی غیب سے تعلق رکھیں گی۔ وہ یا احادیث ہوں گی یا اس کی خبر دینے والا خود رسول ہوگا۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی۔ اس لئے ہندو، بددین، کنجر، خاکروب وغیرہ کی ایسی خبریں بھی نعوذ باللہ حدیث ہوں گی۔ یا وہ خود رسول ہوں گے۔ لا حول ولا قوة!

کیونکہ مرزا قادیانی نے ان سب کو صاحب کشف وشہود بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

’’خواب تو چوڑھوں چماروں اور کنجروں کو بھی آجاتے ہیں وروہ سچے بھی ہوجاتے

ہیں۔ایسی چیز پر فخر کرنا لعنت ہے۔فرض کرو ایک شخص کو چند خوابیں آ گئے اور وہ سچی بھی ہو گئیں۔ اس سے کیا بنتا ہے۔'' (ملفوظات ج۱۰ص۹۲)

''ہر ایک فرقہ کے لوگ خوابیں دیکھتے ہیں اور بعض خوابیں سچی بھی نکلتی ہیں۔ بلکہ بعض فاسقوں فاجروں اور مشرکوں کی بھی خوابیں سچی ہوتی ہیں اور الہام بھی ہوتے ہیں۔''

(چشمہ معرفت ص۳۰۱،خزائن ج۲۳ص۳۱۶)

پھر حدیث میں بھی تصریح ہے کہ جب سے زمین وآسمان بنا ہے۔ ایسا اجتماع مہدی علیہ السلام کے زمانہ تک کبھی ظہور میں نہیں آیا ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور اسی رمضان کی پندرھویں تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

نظام شمسی وقمری میں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پہلے دن چاند گرہن اور پندرھویں تاریخ سورج گرہن ہو۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے چاند گرہن ۱۳،۱۴،۱۵کو اور سورج گرہن ۲۷،۲۸،۲۹ ماہ کو ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ کتاب التعارض سے نقل کیا ہے۔ یعنی چاند اور سورج کو ان کی مقررہ تین تاریخوں میں سے ایک نہ ایک دن ضرور گرہن لگتا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں رمضان کی پہلی اور پندرھویں تاریخ کو خلاف عادت چاند سورج کا گرہن نہیں ہوا۔ بلکہ مقررہ اوقات میں سے کسی ایک وقت میں گرہن ہوا تھا۔اس لئے ۱۳ تاریخ کا خسوف اور ۲۸ کا کسوف کسی صورت میں نشانی نہیں بن سکتا: ورنہ لم یکونا منذ خلق اللّٰہ السموت والارض کی قید لغو اور بے سود ہو جائے گی اور دوسرے اس حدیث میں''ینکسف القمر من اوّل لیلۃ من رمضان تنکسف الشمس فی النصف ''آیا ہے۔ یہ نہیں آیا کہ''ینکسف القمر لاول لیلۃ من لیالی خسوفھا وتنکسف الشمس فی نصف من ایام کسوفھا''پھر دنیا میں چاند وسورج گرہن کا اجتماع رمضان المبارک میں مرزا قادیانی کے جیتے جی تین مرتبہ ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ہندوستان میں ایسا پہلا اجتماع رمضان کے اندر ۱۲۶۷ھ میں ہوا۔ یعنی ۱۳ر جولائی ۱۸۵۱ء مطابق ۱۳ر رمضان ۱۲۶۷ھ کو چاند گرہن اور ۲۸ر جولائی مطابق ۲۸ر رمضان کو سورج گرہن ہوا۔اس گرہن کے وقت مرزا قادیانی کی عمر تقریباً ۱۱،۱۲ برس کی تھی۔ پھر دوسرا اجتماع انہی تاریخوں میں ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء کو امریکہ میں ہوا جس کا مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی میں اقرار کیا ہے۔ تیسرا اجتماع ۱۳ر رمضان ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۱ر مارچ ۱۸۹۵ء کو چاند گرہن اور ۲۶ر مارچ مطابق ۲۸ر رمضان کو

سورج گرہن ہوا۔ جب اس تنتالیس سال کی مدت میں تین دفعہ اجتماع ہوگیا تو جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے نہ معلوم کتنی مرتبہ رمضان میں دونوں گرہنوں کا اجتماع ہوا ہوگا۔ پھر لطف یہ ہے کہ مہدی پہلے بن جاتے ہیں اور نشانی بعد میں ۱۲ برس پیچھے ظاہر ہوتی ہے اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ قمر کا لفظ اوّل رات کے چاند پر اطلاق نہیں کیا جاتا بالکل غلط ہے اور قمر عام ہے۔ ہلال اور بدر دونوں چاندوں پر بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ:''القمر قدرناه منازل حتی عادكالعرجون القديم'' (يسين :۳۹)

۲…… ''هوالذی جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب'' (يونس :۵)

''الهلال غرة القمروهی اوّل ليلة ۰ تاج عروس ''یعنی ہلال قمر کی پہلی رات ہے۔ اس کے علاوہ مرزا محمود پسر مرزا نے بھی تسلیم کیا ہے کہ قمر کا لفظ ہلال پر بولا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:''قمر بدر نہیں ہوتا۔ لیکن بدر ضرور قمر ہوتا ہے۔ اسی طرح قمر ہلال نہیں ہوتا۔ مگر ہلال ضرور قمر ہوتا ہے۔'' (درس قرآن تفسیر سورہ مدثر مندرجہ اخبار الفضل ۷رجولائی ۱۹۲۸ء)

مغالطہ …… ابن العربی لکھتے ہیں کہ مسیح خاتم الاولاد ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہوگی۔ (شرح فصوص الحکم ص۸۳)

یہ بات مرزا قادیانی میں پائی جاتی ہے۔

تصحیح …… اصل پیش گوئی ابن العربی کی اس طرح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو بنی نوع انسان میں خاتم الاولاد ہوگا اور اس کے بعد کوئی لڑکا یا لڑکی جہاں میں پیدا نہ ہوگی۔

به بين تفاوت ره از كجاست تابه كجا

مغالطہ …… ''ان الله يبعث لهذه الامة علی راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها (ابوداؤد ج۲ ص۱۳۲ كتاب الملاحم) ''مرزا قادیانی کا علمی کارنامہ اور خدمت دین اس امر کی شہادت ہے کہ وہ اس کے مجدد تھے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اس پیش گوئی کے باوجود اب تک کوئی مجدد پیدا نہیں ہوا۔ یہ وعدہ الٰہی نہ صرف احادیث میں آیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں بھی پایا جاتا ہے۔''وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم فی الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذی ارتضی

لھم (النور:۵۵)''یعنی جس طرح وہ پہلے امت موسوی میں خلفاء بھیجتا تھا۔اسی طرح امت محمدیہ میں مومنوں کو جو نیک عمل کریں گے۔خلفاء بنائے گا تاکہ وہ اس دین کو مضبوط کریں۔جس کو اللہ نے پسند کیا ہے۔لہٰذا چونکہ موسوی شریعت کی تمکین کے لئے ۱۳سو سال بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے تھے۔اس لئے سلسلہ محمدی میں ایک مثل عیسیٰ اتنی ہی مدت کے بعد آنا چاہئے تاکہ مماثلت پوری ہو جائے۔

تصحیح...... تجدید دین کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح کسی پتھر کی مٹی ہوئی تحریر پر قلم لگا کر اس کو روشن کر دیا جائے۔اسی طرح دین کے مٹے ہوئے آثار کو از سر نو تازہ کر دے اور بدعت کو دور کر کے سنت مستقیم پر لوگوں کو قائم کرے۔چنانچہ تیسر شرح جامع صغیر میں ہے کہ:''یجدلھا بینھا ای یبین السنة من البدعة ویذل اھلھا''سنت کو بدعات سے پاک کردے اور اہل بدعت کی تردید کرے اور یہی معنے ملا علی قاری نے لکھے ہیں:''من یجدد لھا دینھا اے یبین السنة من البدعة ویکثر العلم ولعز اھله ویقمع البدعة ویکسر اھلھا'' یعنی مجدد وہ ہے جو دین کو بدعات سے پاک کرے سنت کی ترویج اور اشاعت کرے۔بدعات کو اکھاڑے دینداروں کی عزت کرے اور اہل بدعت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

(مرقاة شرح مشکوٰة ج۱ص۳۰۲)

پھر جائز ہے کہ جماعت کثیرہ اس کام پر لگی ہوئی ہو اور ان میں ہر فرد اپنے عہد کا مجدد ہو چنانچہ تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے کہ''علی راس التنزیل سنة من الھجرة اوغیرھا علی مامر من رجلا اواکثر یجدد...... الخ''

''قال ابن کثیر قدیدعی کل قوم فی امامھم انه المراد والظاھر حمله علی العلماء من کل طائفة (تیسیر) کل فرقة حملوه علی امامھم والاولے الحمل علی العموم ولایخص بالفقھاء فان انتفاعھم باولی الامروالمحدثین والقراء والوعاظ والزھادایضا کثیر''

(مجمع البحار ج۱ ص۳۲۸)

یعنی عام علماء حق جو دین کی صحیح خدمت کرنے والے اور رد بدعت اور ترویج سنت جن کا مشغلہ ہے۔وہ سب مجدد ہیں۔خود مرزا قادیانی نے بھی یہی کہا ہے۔

گفت پیغمبرے ستودہ صفات
از خدائے علیم مخفیات

برسر هر صدی بروں آید
انکه ایں کار راھمی شاید
تاشود پاك ملت از بدعات
تابیایند خلق زو برکات
الغرض ذات اولیاء کرام
هست مخصوص ملت اسلام

(براہین حصہ۴ص ۳۱۱،خزائن ج۱ص ۳۶۲)

کیامرزا قادیانی نے۱۳سو برس سے جودین چلا آتا تھااس کی اشاعت کی اور کیا سنت کی ترویج کرتے ہوئے خلاف شرع کاموں اور بدعات کے دور کرنے میں جان لڑادی اور جس طرح دین کی تجدید ہرصدی کے مجدد کرتے چلے آئے ہیں۔کیامرزا قادیانی نے اس طرح دین کی تجدید کی؟اور جواسلامی تعلیم مرزا قادیانی نے پیش کی ہے۔کیاکسی پہلے مجدد نے ایسے گندے خیالات کواسلام میں جگہ دی تھی؟۔ہرگزنہیں۔بلکہ مرزا قادیانی نے:

۱..... اسلام میں وفات مسیح کاعقیدہ جاری کیا۔

۲..... نبوت کادروازہ کھولا۔

۳..... ملائکہ کی شرعی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے فلسفیوں کے خیال کی تائیدکی۔

۴..... جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کے معینہ انسانی شکل میں حقیقی طورپرنازل ہونے سے باوجوداسلامی عقیدہ ہونے کےانکارکیااور فلسفی رنگ نزول مانا۔

۵ معجزوں میں اسلامی تحقیق کوٹھکراکرملحدانہ شبہے کئے اورملحدین کے خیالات کی تائیدکی۔

۶..... احیاءموتی اورخلق طیراوراس قسم کے خارق عادت معجزوں کوتسلیم نہ کیا۔اس کوجادواورمسمریزم بتایا۔

۷..... قرآن میں اپنی رائےکودخل دیااورآنحضرتﷺ کےارشادات عالیہ کی پرواہ نہ کی اورفرقہ باطنیہ کی طرح قرآن کی آیتوں کوظاہری معنوں سےپھیرکراستعارات کارنگ دیااوراس پردہ میں ناواقف اوردین سےبےخبرمسلمانوں کواسلام کی سیدھی سادھی تعلیم سے ہٹاکر گمراہی کےگڑھے میں دھکیلااوراسی طرح قرآن میں تفسیربالرائےکادروازہ کھولا۔

۸..... نصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے حکم کو اسلامی تعلیم سے خارج کیا۔

۹..... معراج کو ایک کشفی چیز بتایا اور اس خیال کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف جھوٹی نسبت کی۔

۱۰..... ابن اللہ اور عین خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔

۱۱..... باوجود استطاعت کے کبھی حج نہ کیا نہ دعویٰ مسیحیت سے پہلے اور نہ بعد میں اور اس گناہ کو سر پر لے کر چلتے بنے۔ اگر مجدد دنیا میں ایسے ہی کاموں کے واسطے آتا ہے۔ تو ایسے مجدد کو دور ہی سے سلام ہے۔

محمد علی نے ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو بعنوان برادران قادیان سے اپیل ایک مصالحتی ٹریکٹ شائع کیا تھا۔ جس میں وہ اپنی اسلامی خدمات کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

''آج خدا کے فضل سے اس ترقی کے علاوہ جو ہندوستان میں ہماری جماعت کو ملی ہے۔ دس بیرونی ممالک میں ہمارے ہاتھوں سے سلسلہ احمدیہ کی بنیاد قائم ہوچکی ہے اور وہاں جماعتیں بن چکی ہیں۔ چار ہزار سے زیادہ صفحات حضرت غلام احمد کی کتابوں کے ہم دوبارہ چھپوا کر اس کا بڑا حصہ تقسیم کر چکے ہیں۔ صرف انگریزی میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی اور کئی زبانوں میں بھی تقسیم کیا۔ جب ہم آپ سے جدا ہوئے تھے تو اس وقت ہم کتنے آدمی تھے اور پھر کس قدر نصرت عطاء فرمائی کہ وہ علوم جو ہم کو حضرت موعود سے ورثہ میں ملے تھے۔ انہیں ہم نے دنیا کے دور دور کے کناروں تک پہنچایا ہے۔''

معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے عقائد وخیالات ہی اس جماعت کی نظر میں اصل اسلام ہے اور اسی کی ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں اور یہاں اشاعت کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر (ازالہ اوہام ص۷۵ اور آئینہ کمالات ص۲۱۹، ۲۲۰) سے قطع نظر کرلیا جائے۔ جن سے مرزا قادیانی کا دعویٰ مجددیت ۱۲راپریل ۱۸۷۵ء میں معلوم ہوتا ہے اور (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۹۱) کو بھی چھوڑ دیں کہ جس میں دعوے کی ابتداء ۱۲۹۰ء میں بتائی ہے تو پھر مرزا قادیانی نے مجدد کا دعویٰ صاف لفظوں میں (براہین احمدیہ ص۳۱۲، خزائن ج۱ ص۳۶۳) پر مجدد کا ذکر کرتے ہوئے یوں کہا ہے:

وعدہ کج بطالباں ندھم

کاذبم گر از ونشاں ندھم

من خود از بہر ایں نشاں زادم
دیگر از ہر غمیدل آزادم
ایں سعادت چوبود قسمت ما
رفتہ رفتہ رسید نوبت ما

کتاب ۱۲۹۷ھ یعنی صدی سے تین سال پہلے طبع ہوئی۔ جیسا کہ مادہ تاریخ یاغفور سے ظاہر ہے اور حصہ سوم کے شروع میں ۸۷ دعویداروں سے بوجہ تاخیر عذرخواہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حصہ سوم کے نکلنے میں تقریباً دوبرس کی تاخیر ہوگی۔ مگر اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ مالک مطبع کی طرف بعض مجبوریاں ایسی پیش آ گئیں۔ جن سے طبع ت میں دیر ہوگئی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ صدی سے تقریباً ۵ سال پہلے کا ہے اور اگر ۱۲۹۷ھ کو مان لیں تب بھی تین سال پیشتر ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اللہ کا ایماندار اور نیک عمل مسلمانوں سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں حکومت عطاء فرمائیں اور ان کے دین کو جس کو اس نے پسند کیا ہے۔ مضبوط کرے۔ جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام سابقین کے سچے پیروں کے ساتھ کرتا رہا ہے۔ لہٰذا جو معنے مرزائی جماعت نے اس آیت کے کئے ہیں۔ وہ سرتاپا غلط اور الفاظ قرآن کے مخالف ہیں۔ پھر ولایت کے لئے شرط اول یہ ہے کہ وہ کوئی مسئلہ قرآن عزیز کی صریح نص کے خلاف نہ کہے اور یواقیت ج۲ ص۹۲ میں ہے کہ: ''من زعم ان علما باطنا للشریعة غیر مایاید ینا فهو باطلی یقارب الذندیق .... فان من شان اهل الطریق ان یکون جمیع حرکاتهم وسکناتهم محررة علی الکتاب والسنة ولا یعرف ذلك الا بالتبحر فی علم الحدیث والفقه والتفسیر '' مگر مرزا قادیانی کو ''لا تاخذہ سنة ولا نوم (بقره:۲۵۵) '' کے خلاف ۳رفروری ۱۹۰۳ء کو یہ الہام ہوا کہ: ''اصلی واصوم اسهر وانام واجعل لك انوار القدوم واعطیك ماید وم ان الله مع الذین اتقوا'' یعنی میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں.... الخ!

(البشریٰ ج۲ ص۷۹، تذکرہ ص۴۶۰، اخبار الحکم ج۷ نمبر۵ ص۱۶، ۷رفروری ۱۹۰۳ء)

قیاس کن زگلستان من بہار مرا
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی۰
تمت بالخیر

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

تفصیلی فہرست مسلم پاکٹ بک